مسجد اقصٰے
سے
گنبد خضریٰ تک

مصنف :۔ جانشین محسن ملّت مولانا **محمد علی** فاروقی
مہتمم :۔ مدرسہ اصلاح المسلمین ودار الیتامیٰ ، بیجناتھ پارہ، رائے پور، چھتیس گڑھ

نام کتاب	:	مسجد اقصیٰ سے گنبد خضریٰ تک
مصنّف	:	مولانا محمد علی فاروقی
کمپوزنگ	:	مولانا اختر رضا چشتی گڑھواوی
پروف ریڈنگ	:	قاری عبد الصمد،
	:	مولانا اشرف علی فاروقی
	:	مولانا عارف علی فاروقی، مولانا احتشام علی فاروقی
صفحات	:	۱۶۰
اشاعت اول	:	۱۹۹۴
اشاعت ثانی	:	۲۰۱۷
قیمت	:	....

ملنے کا پتہ

محسن ملت اکیڈمی، مدرسہ اصلاح المسلمین ودار الیتامیٰ رائے پور، چھتیس گڑھ
(۲) المجمع المصباحی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ (یو۔پی)
(۳) صابر بک ڈپو کٹرہ قاضی ۱۸۷۱ سیر کیوالاں دہلی ۶
(۴) رضوی کتاب گھر مٹیا محل جامع مسجد دہلی، ۶

09425231208 ,07712535283
www,mohsinemillat,com
Email,m_a_farooqui786@yahoo,com

فہرست

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
1	بیت المقدس کی عظیم یادگاریں مع نقشہ	7
2	بیت المقدس کی زیارت گاہوں کی اجمالی تفصیل	8
3	ابتدائیہ	9
4	مسجد اقصیٰ سے گنبد خضریٰ تک	23
5	حضرت داؤد کا خواب اور ہیکل کی تعمیر	23
6	یہودیوں کا پہلا فساد	24
7	مکابی تحریک	25
8	یہودیوں کا دوسرا فساد	26
9	ہیکل کی تعمیر کے لئے ڈراموں کا ناٹک	28
10	فری میسن پر مجدد اعظم کا تبصرہ	29
11	فری میسن اور روٹری کلب پر محسن ملّت کی تنقید	29
12	فری میسن کا پس منظر	29
13	روٹری کلب کی بنیاد	30
14	یہودی ذہنیت	31
15	مسلم حکومت کی پناہ میں	32
16	ترکی کی تقسیم	34
17	پہلا مرحلہ	35
18	یہودی ہوم لینڈ اور برطانیہ	36
19	اعلان بالفور اور فلسطینیون پر ظلم	37

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
20	فلسطین میں یہودی تناسب	38
21	دوسرا مرحلہ	39
22	فلسطین کا مسئلہ اقوام متحدہ میں	41
23	نقشہ یہودی آبادی کا تناسب	42
24	۱۹۴۵ء میں زمینی مملکت اور آبادی کا تناسب	44
25	تیسرا مرحلہ	45
26	تین نقشے	46
27	صلیبی جنگوں کا بدلہ	47
28	یگوسلاویہ کے ڈبلومیٹ کا تبصرہ	48
29	انگریزوں کا زوال	49
30	عربوں کی دین بیزاری	50
31	چوتھا مرحلہ دور مسیحائی	51
32	قبۃ الصخریٰ کی مسماری	51
33	ارض میراث پر قبضہ	53
34	یہودیوں کی بیس شدت پسند تنظیمیں	54
35	اسرائیلی سرحد	56
36	عالم اسلام کی تقسیم	56
37	اسلام کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کا منصوبہ	56
38	فلسطین اور حجاز کی بربادی پر فخر	58
39	فلسطین پر شریف مکّہ اور شاہ سعود کا کردار	59

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
40	ارض میراث پر یہودی سعودی کردار	60
41	انہدام مزارات	61
42	سیدہ آمنہ کا ایمانی پیغام	62
43	صدیوں بعد صحابہ کی زندہ لاش	63
44	مزارات کی پوجا یا احترام	63
45	مسجد اقصیٰ اور گنبد خضریٰ کے لئے متحدہ پروگرام	65
46	صلاح الدین ایوبی کی کامیابی کا راز	66
47	عالمی سطح پر اسلامی نشانیوں پر یہودی سایہ	67
48	نجدی ورثہ کی حفاظت	68
49	پاکستان میں شاہ فیصل مسجد کا پس منظر	70
50	اسلامی شعار یہودیت کی زد میں	72
51	اسلامی شعار اور دشمنوں کا پلان	72
52	دعوت فکر	73
53	سرزمین حرم پر حضرت محسن ملّت کا اعلان	74
54	تابوت سکینہ سے صفا مروہ تک	75
55	ارض فلسطین کس کا وطن؟	76
56	ملک میراث کی حقیقت	76
57	ارض فلسطین میں یہودیوں کا جانے سے انکار	77
58	وادی تیہ کے قیدی	77
59	بخت نصر اور یہودی	78
60	خدائی قہر پر نبیوں کا اضطراب	79

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
61	موحد قوم کی پستی	83
62	شاہ فارس اور حضرت عزیر	87
63	سکندر یونانی کا ظلم	89
64	مکابی تحریک کا پس منظر	90
65	حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ پر ظلم	91
66	جنرل طیطس اور یہود	94
67	اسرائیلی لیڈروں میں کون ہے فلسطینی؟	95
68	گنبد خضریٰ اور یہودی مشن	97
69	صلیبی جنگوں کی تاریخ	97
70	انہدام مزار شریف یہودیوں کا صدیوں پرانہ خواب	100
71	سعودی اڈیٹر سعد الحرمیں کا صنم اکبر	101
72	تحفظ مزار شریف کا خدائی انتظام	102
73	سقوط بغداد ہلاکو کے دور میں	106
74	سقوط بغداد کیلئے ابن علقمی شیعہ کی سازش	112
75	ہلاکو کا خط سلطان ناصر کے نام	113
76	بغداد کا سقوط بش کے دور میں	114
77	تاریخ مسجد اقصیٰ	120
78	اعلان بلفور	128
79	ذلّت ومسکنت کا معنی	132
80	ذبیح کون؟	135
81	بائیبل کی شہادت	136

بیت المقدس کی عظیم زیارت گاهیں، جو مسلسل

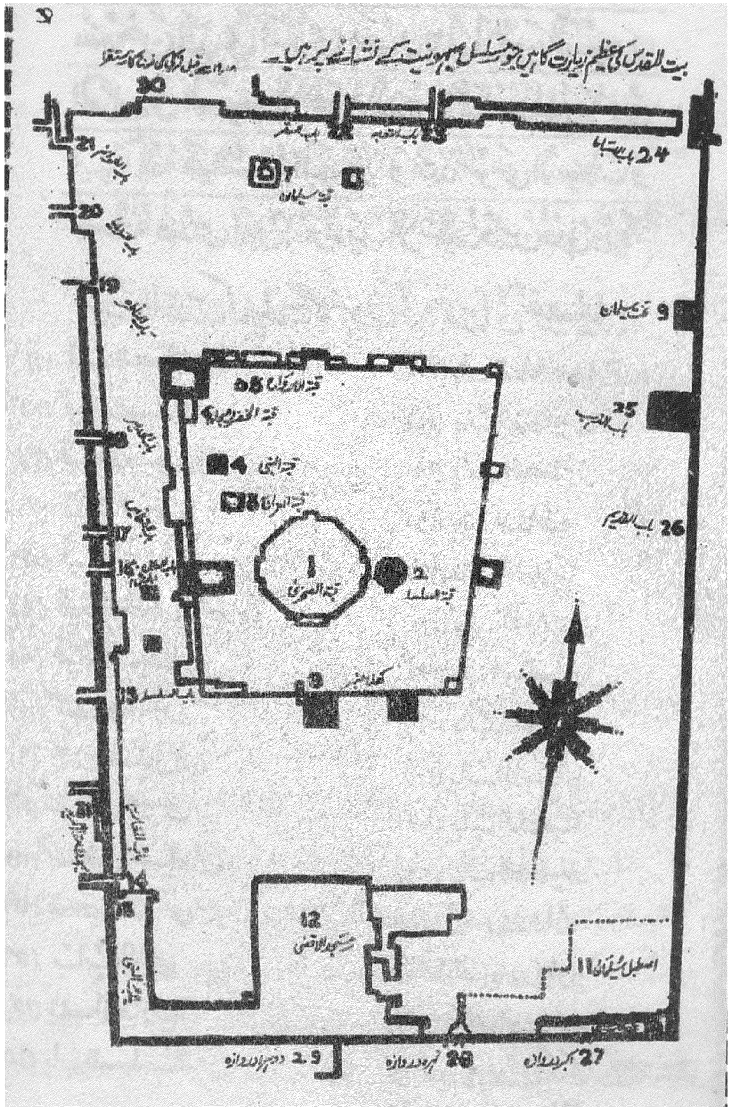

صیهونیت کے نشانے پر ۱۹۱۸ ء ترکی کے دور کا نقشه

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ، وَاٰتَیۡنَا مُوۡسَی الۡکِتٰبَ وَ جَعَلۡنٰہُ ہُدًی لِّبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اَلَّا تَتَّخِذُوۡا مِنۡ دُوۡنِیۡ وَکِیۡلًا

بیت المقدس کی زیارت گاہوں کی اجمالی تفصیل

(۱) قبة الصخریٰ	(۱۶) باب المطاره (بارش)
(۲) قبة السلسله	(۱۷) بابُ القطانیں
(۳) قبة المعراج	(۱۸) باب الحدیر
(۴) قبة النبی	(۱۹) باب المناظره
(۵) قبة الارواح	(۲۰) باب الزوایا
(۶) قبة الخضر (الیحاه)	(۲۱) باب الغوانم
(۷) قبة سلیمان	(۲۲) باب السقر
(۸) کهلامبز	(۲۳) بابُ التوبه
(۹) تخت سلیمان	(۲۴) باب الاسباط
(۱۰) عهدعیسیٰ	(۲۵) باب الذهب
(۱۱) اصطبل سلیمان	(۲۶) باب القدیم
(۱۲) مسجد اقصیٰ	(۲۷) اکبر دروازه
(۱۳) باب النبی	(۲۸) تهره دروازه
(۱۴) باب المغاریه	(۲۹) دوهرا دروازه
(۱۵) باب السلسله	(۳۰) ۱۹/۱۸ سے قبل ترکی کی فوج کا مستقر
	(۳۱) یهودی مقام گریه

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابتدائیہ

سترہویں اوراٹھارہویں صدی سے مسلمانوں کا جو زوال شروع ہوا وہ انیسویں صدی میں تقریباً اپنی انتہا تک جاپہونچا۔ بیسویں صدی میں نہ صرف ترکی کے خلافت کے خاتمہ کا اعلان کیا گیا بلکہ جنرل ہرٹزل کا صیہونی منصوبہ بھی اس طرح پایۂ تکمیل کو پہونچا کہ جس ترکی کے سلطان کی قوت ایمانی نے یہودی ہوم لینڈ اور یہودی وطن کے لئے ایک تنکا زمیں دینے سے انکار کردیا تھا خود اسی دھرتی پر صیہونی مشن کو کمالی فکر نے کچھ ایسا پروان چڑھایا کہ نہ صرف وہ ملک صیہونیت ونصرانیت کا سب سے بڑا حامی ومددگار بن گیا بلکہ خود وہاں اسلام کو دفن کرنے کا منصوبہ تیار کیا جانے لگا۔

مسلمانوں جیسا نام رکھنے کے باوجود ترکی کے مصطفےٰ کمال نے نہ صرف ''خلافت'' کے خاتمہ کا اعلان کیا بلکہ اپنے کیبنٹ میں صیہونی اخبار کے انتہائی متعصب اڈیٹر بصاریہ آفندی (Bassaria effend) کو وزیر تعمیرات، نسیم مزلک جیسے صیہونیت پرست کو وزیر تجارت اور جاوید بے تشدد پسند کو وزیر خزانہ بنا کر یہودی لیڈر جنرل ہرٹزل کے صیہونی منصوبوں کو اس شان و شوکت کے ساتھ یہ تکمیل تک پہونچایا کہ جس سے ایک طرف یہودیوں کا صدیوں پرانہ خواب عملی شکل اختیار کرنے لگا تو دوسری طرف خود ترکی میں اسلام کے تحفظ کا سوال اٹھ کھڑا ہوا۔

مصطفےٰ کمال پاشا کی ابتدائی کامیابیوں نے خصوصاً ۱۹۱۱ء میں جنگ طرابلس اور ۱۹۱۲ء میں جنگ بلقان میں شمولیت اور گیلی پولی یا درّہ دانیال میں برطانیہ اور فرانس کی متحدہ قوت پر حیرت انگیز کامیابی نے اسے مقبولیت اور شہرت کے انتہا پر پہونچا دیا۔ جس کے نتیجے میں برطانوی سامراجیت اور اس کی ریشہ دوانیوں سے خائف قوم نے اسے سر کا تاج بنالیا۔ مگر میدان جنگ کا فاتح

ترکی کا ''اکبر ثانی'' بن کر ابھرا اور مغربی فکر ونظر کا ایسا غلام اور بندہ بیدام بنا کہ پورے ترکی کو مغربی سانچے میں ڈھالنے کو کامیابی اور ترقی کا زینہ سمجھنے لگا۔ ایک معمولی سپاہی سے اس کے ''اتاترک'' بننے تک یہودی مشن خصوصاً فری میسن تحریک نے اوران مسلمانوں نے زبردست کردار ادا کیا جو اصلاً یہودی تھے مگر ریاکارانہ اسلام قبول کرکے اس کی بیخ کنی کا کام انجام دے رہے تھے۔ جنہیں ترک ''دونمہ'' کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

جس طرح بادشاہ اکبر نے ہندوستان میں مسلمانوں جیسا نام رکھنے کے باوجود مشرکانہ رسم ورواج کو بڑھاوا دیا اور اسلام کے بیخ کنی اور اس کی تاراجی وبربادی کے لئے نت نئے پروگرام بنائے اسی طرح مصطفےٰ کمال پاشا نے مغربی فکر ونظر کے سامنے پسپائی اختیار کرتے ہوئے ترکی کو لادنیت کی بھٹی میں جھونک دیا جس کے نتیجے میں خود وہاں اسلام کا نام لینا نماز وقرآن سے لگاؤ رکھنا جرم اور ناقابل معافی گناہ بن گیا۔

وہ ترک جو یورپ کے طاغوتی فکر ونظر اور اس کے شاطرانہ اور عیارانہ چال کے سامنے سینہ سپر ہوکر صدیوں سا سلام کی پاسبانی کا فریضہ انجام دیتا رہا۔ اب خود وہاں مسلمانوں کا دین پر قائم رہنا دوبھر ہوگیا۔ یورپ کو صدیوں اسلام کا نشاط انگیز اور روح پرور پیغام دینے والی اور قرآن کے صوت سرمدی سے حیات جاودانی، بشارت عظمیٰ سنانے والی دھرتی اب خود ہی نماز وروزہ کے روح پرور نظاروں کے لئے اور اذان اور قرآنی پیغام زندگی کے لئے ترسنے لگی۔ عربی زبان کا پڑھنا لکھنا جرم قرار دے دیا گیا۔ اس کی جگہ لاطینی رسم الخط کو اپنانا لازمی بن گیا۔ جس نے بیک جنبش قلم ترکی کو اپنے پانچ سوسالہ انقلاب انگیز اور تاریخ ساز اسلامی فکر ونظر سے محروم کردیا۔ ترکی ٹوپی پہننا ملک سے غداری اور دینی شغف دلیش سے بے وفائی سمجھا جانے لگا۔ اسلامی قوانین کے بجائے نفرت اور تعصب کی بھٹی سلگانے والے مغربی قوانین کو اپنایا گیا۔ ہجری کلینڈر کی جگہ مغربی شمسی کلینڈر کو ماہ

وسال کی بنیاد بنایا گیا۔ پردہ کو ترقی کی راہ میں حائل بتایا گیا اور پھر انگیریزوں کی اس غلامی پر اور ان کی بھونڈی نقالی پر دنیا کی فتح اور ملک کی ترقی کا خواب دیکھا جانے لگا۔

ترکی کی کمالی حکومت اور روس کی آزادی کی تاریخ تقریباً ایک ہی ہے مگر روس چاند پر کالونی بنانے کا پروگرام بنا رہا ہے۔ جب کہ ترکی دھرتی پر بھی کھڑے ہونے کی صلاحیت سے محروم کاسۂ گدائی لئے آج بھی یورپ کی دریوزہ گری کر رہا ہے۔

یہودیت اور نصرانیت نے نہایت چالاکی اور طویل المیعاد منصوبہ سازی کے تحت نہ صرف کمالی پردے میں وہاں صیہونی فکر ونظر کو طاقت وتوانائی دی بلکہ فلسطین میں یہودی ہوم لینڈ اور اسرائیلی ریاست کو قائم کر کے پوری دنیا کے امن وسکون کو اس طرح برباد کیا کہ بیسویں صدی سائنسی ترقی کا دور کہلانے کے بجائے ظلم وستم کی صدی بن گئی۔

ان کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے نہ صرف ترکی کے خلافت کا خاتمہ ہوا بلکہ پورے ملک کے بھی حصّے بخرے ہو گئے۔ انہوں نے ایک طرف اس کے اسلامی تشخص وکردار کو دار پر چڑھایا تو دوسری طرف اسلامی فکر ونظر پر تیشہ چلانے کے لئے مستشرقین کی ایک ایسی فوج تیار کی جس نے روشن خیالی کے نام پر اور دانشوری کے پردے میں اسلامی فکر ونظر پر انتہائی خطرناک یلغار بھی کی۔ پھر ماؤنٹ کارمل پر قائم مشنری اداروں کو عالمی سطح پر پھیلا کر نوجوانوں کو جدید تعلیم کے نام پر لادنیت اور دہریت کے دلدل میں انہوں نے جا پھنسایا۔ یہی نہیں بلکہ آگے بڑھ کر انہوں نے عالم اسلام کو دائمی اضطراب اور مسلسل کشمکش میں مبتلا کرنے کے لئے نیز ساری دنیا کے سکون اور اطمینان کی تاراجی اور بربادی کے لئے عالم اسلام کے پشت پر صیہونیت کا وہ قاتلانہ خنجر پیوست کیا جس نے صرف مشرق وسطیٰ کی پرسکون فضا کو چیخوں اور آہوں سے ہی نہیں بھرا بلکہ پورے عالم انسانیت کو سکوں اور مسرت کی دولت سے بھی محروم کر دیا۔ جس کے نتیجے میں اسلامی مقامات مقدسہ کی بے حرمتی اور اسلامی تبرکات کی پائمالی نیز اولوالعزم اور بلند کردار مجاہدین اسلام کی تاریخ ساز نشانیوں کی

بربادی کے ساتھ جہاں، ہر صبح اب ایک قیامت لے کر آتی ہے اور ہر شام خون کے سیلاب سے نہا کر گزرتی ہے۔

صیہونیت نے ایک طرف بیت المقدس کے اسلامی ماثر ومقابر اور اسلامی عظمتوں کے نگہباں، انقلاب انگیز نشانیوں کو ظلم وستم کی آماجگاہ بنایا تو دوسری طرف اپنے خفیہ منصوبوں کے تحت اور شیطانی چالوں کی بنیاد پر مسجد اقصیٰ اور گنبد صخریٰ سے گزر کر حرمین طیبین کی دھرتی پر بنے صدیوں پرانے بابرکت اور فیض بخش مزارات ومساجد اور اسلامی روایات کے شاہد وگواہ نیز اس کی عظمتوں کے امیں وپاسباں تاریخی نشانیوں کی بربادی کے لئے بھی وہ خوفناک اور خطرناک منصوبہ تیار کیا جس نے بدر واحد کے شہیدوں پر بلڈوزر چلوا کر اور خیبر وخندق کے عظیم فاتحین کی یادگاروں کو مسمار کروا کر اپنا صدیوں پرانہ حساب ایسا چکایا کہ انتقام کی بھٹی میں سلگتی اور صلیبی جنگوں کے شکست کے غموں میں ڈوبی پژمردہ قوم کے لب ورخسار سے غائب ان کا صدیوں پرانہ تبسم اور مسکراہٹ کو وہ تازگی دی جس سے ایک طرف پوری قوم مظلوموں۔ یتیموں اور بیواؤں کی بے گور وکفن لاشوں پر اپنی بالا دستی کا جھنڈا گاڑ کر جشن فتح منانے اور شیطانی قہقہہ بلند کرنے لگی تو دوسری طرف صلیبی جنگوں کے علمبرداروں کی تڑپتی روحوں کی تسکین کا بزعم خویش ساماں بھی مہیا کرنے لگی۔ خصوصاً دوسری صلیبی جنگ (۱۱۴۷ء تا ۱۱۴۹ء) کے ہیرو جرمنی شہنشاہ کونراڈ سوم، تیسری صلیبی جنگ (۱۱۸۹ء تا ۱۱۹۲ء کا کمانڈر اور برطانوی رچرڈ شیر دل، شاہ فرانس فلپ، شہنشاہ جرمن فریڈرک بابروسہ سے لے کر آخری صلیبی جنگ، (۱۲۷۰ء تا ۱۲۷۱ء) قائد وسپہ سالار لوئی نہم اور شاہ انگلستان ایڈورڈ تک کی روحوں کی تسکین اور ان کے سکوں ومسرت کا خود ساختہ اور فریب خوردہ ساماں مہیا کیا۔ جنہوں نے ۱۰۹۲ء سے لے کر ۱۲۷۱ء تک مسلسل آٹھ بار بڑے ہمت وحوصلہ کے ساتھ بیت المقدس کی فتح کا جھنڈا اٹھایا تھا اور انتہائی مایوسی اور کسم پرسی کے عالم میں ہزاروں کو تہہ تیغ کروا کر پورے یورپ کو ماتم کدہ بنا دیا

تھا۔

۸/دسمبر ۱۹۱۷ء کا دن بیت المقدس پر ترکوں کے قبضہ واقتدار کا آخری دن تھا۔ جس دن وہ بیت المقدس کے اقتدار سے دست بردار ہوئے۔ اس موقع پر صلیبی جنگوں کے فراریوں کو عالم تصور میں مخاطب کرتے ہوئے مسٹر نلس کا یہ قہقہہ ان کی سازشی چالوں کا بہترین غماز ہے۔ وہ ان قائدین کو عالم تصور میں خطاب کرتے ہوئے کہتا ہے۔

آخری صلیبی جنگ اب اپنے عروج پر تھی اور اگر سینٹ لوئیس
اور رچرڈ شاہ انگلستان اس حیرت افزا افواج کو دیکھتے تو ان کی
روحیں متحیر ہو جاتیں۔ (تاریخ بیت المقدس ص ۸۹) اسی طرح "مسیحی صیہونیت" نے طویل المیعاد منصوبوں کے تحت فلسطین کو ترکوں سے نکال کر صیہونیت کے زیر اقتدار دے دیا۔

فلسطین کی موجودہ تاریخ کا اختصار کچھ اس طرح سے ہے کہ ۸/دسمبر ۱۹۱۷ء کو یہ علاقہ ترکیوں کے ہاتھ سے نکل کر بظاہر انگیریزوں کے ہاتھوں اور بباطن صیہونیت (zionist) کے زیر اقتدار چلا گیا اس طرح ۱۸۹۷ء میں سوئیٹیز زلینڈ کے شہر پال میں جنرل تھیوڈور ہرٹزل کے ذریعہ منعقدہ کانفرنس میں جس تحریک کا آغاز ہو رہا تھا اس کا پہلا مرحلہ صیہونی مکر وفریب اور کلیسائی دام تزویر کے زیر سایہ صرف بیس سال میں طے کر لیا گیا۔

اس کانفرنس کے بعد اپنے مشن کو آگے بڑھانے کے لئے اور مالی وافرادی قوت مضبوط کرنے کے لئے صیہونیت نے یہودی ایجنسی قائم کی اور اپنے اغراض ومقاصد کے لئے ایک پروپیگنڈر رسیل بنایا تاکہ جھوٹ اور فریب کے سہارے عالمی رائے عامہ کو اپنے مشن کا ہمنوا بنایا جا سکے۔ اس سلسلے میں پہلے سلطان عبدالحمد دوم کو دولتوں کا لالچ دیا گیا مگر وہاں سے ناکامی کے بعد ترکی فوجی جرنیلوں کے ذریعہ ۱۹۰۸ میں اسے معزول کروا دیا گیا۔

یہاں یہ حقیقت ذہن نشین رہے کہ سلطان کی معزولی میں وہی لوگ آگے تھے جو فری میسن

سے وابستہ تھے یا وہ تھے جو اسلامی لبادہ اوڑھ کر اسلام کی بیخ کنی کا فریضہ انجام دے رہے تھے۔

جنگ عظیم اول میں صیہونیوں نے یہودی ریاست کی تشکیل کے وعدے پر اپنی ساری سائنسی خدمات اور ٹیکنالوجی قوت انگریزوں کے لئے وقف کر دیں جس کی وجہ سے برطانیہ اور اس کے حلیفوں نے جنگ میں شاندار کامیابی حاصل کی اور جرمنی زبردست شکست سے دوچار ہوا اس موقع پر ترکی کو بھی جرمنی کا ساتھ دینے کی سزا بھگتنی پڑی۔ جس کے نتیجے میں بندر باٹ کی طرح اس کی تقسیم در تقسیم عمل میں آئی۔ سائیکس بیکو کے خفیہ معاہدہ کے تحت فلسطین اور مشرقی عرب برطانیہ کے ہاتھ لگا اور فرانس کو شام ولبنان بطور تحفہ ملا۔

۱۹۱۸ء میں دنیا نے ظلم وستم کی تاریخ میں نیا ریکارڈ بنانے والا یہ ظالمانہ اعلان سنا کہ برطانوی وزیر مسٹر بالفور ملکہ الزبیتھ کی طرف سے یہ اعلان کر رہے ہیں کہ وہ یہودیوں کے قومی وطن بنانے میں خصوصی دلچسپی رکھتی ہیں جسے اعلان بالفور کا نام دیا گیا۔ اس کے دو سال بعد ہی ۱۹۲۰ء میں سان ریمو کے مقام پر منعقد کی گئی کانفرنس میں ایک سازش کے تحت یونائیٹڈ نیشن نے بھی فلسطین پر برطانوی اقتدار کی نہ صرف حمایت کی بلکہ اعلان بالفور کو عملی شکل دینے کے لئے برطانیہ کے اعلیٰ نمائندہ ہربرٹ سموئیل کو فلسطین کا ہائی کمشنر بھی بنا دیا گیا۔ جو سخت متعصب اور تشدد پسند یہودی تھا۔ جس نے وہاں قدم رکھتے ہی صیہونیت کے مشن کی تکمیل کے لئے تعصب زدہ اور تشدد پسند یہودیوں کو اعلیٰ مناصب اور اونچے عہدوں پر فائز کرنا شروع کر دیا۔ جس کے نتیجے میں ایک طرف عربوں کو ان کی زمین سے زبردستی بے دخل کرنے کی سازش اپنا رنگ دکھانے لگی تو دوسری طرف یہودیوں کو فلسطین میں آباد کرنے کا شرمناک منصوبہ عملی شکل اختیار کرنے لگا۔ عربوں نے اس ظلم کا سخت نوٹس لیا۔ جب قانونی چارہ جوئی اور پرامن احتجاج سے حکومت برطانیہ کے کان میں جوں بھی نہیں رینگی تو وہ احتجاج چیخ میں تبدیل ہوگئی اور ہنگاموں کا ایک سلسلہ چل پڑا۔ خصوصاً ۱۹۲۰ کے ہنگامے، ۱۹۲۹ء

کے براق ہنگامے اور ۱۹۲۳ سے لے کر ۱۹۳۹ تک عزالدین قسّام شہید کا جہاد آزادی نہایت مشہور ہیں جس میں مسلمانوں نے امن وسلامتی اور قانونی دائروں میں رہ کر جس طرح مزاحمت کی وہ تاریخ کا ایک نیا باب ہے۔ دوسری طرف یہودیوں نے بھی ان مظاہرین پر ظلم وستم کے ایسے ایسے پہاڑ توڑے جس نے فرعون ونمرود کو بھی شرما دیا۔

۱۹۳۶ سے ۱۹۳۹ تک اٹھنے والی مزاحمتی تحریکوں نے عالمی ذہن وفکر کو جھنجھوڑ دیا۔ ہر طرف یہودی ظلم وستم کے خلاف آواز اٹھنے لگیں جس سے گھبرا کر یونائٹڈ نیشن کی طرف سے کئی کمیٹیاں بھیجی گئیں جو بظاہر اُن ہنگاموں کا سبب اور عربوں پر ہونے والے ظلم وستم کی تحقیق کا نام لے کر جاتیں مگر پس پردہ اس کا سروے کیا کرتی تھیں کہ اسرائیلی مشن اور برطانوی منصوبوں کے پایۂ تکمیل تک پہونچنے میں فی الحال کہاں کہاں روکاٹیں ہیں اور کس کس جگہ اس میں لوچ ہے۔

۱۹۴۲ء میں صیہونیت نے بالٹمیور کے ایک مقام پر کانفرنس منعقد کی جس میں برطانیہ کے ساتھ ساتھ امریکہ کو بھی یہودی مشن کی تکمیل اور فلسطین کی دھرتی سے اصل باشندوں کو نکال کر یہودیوں کو آباد کرنے کے پروگرام میں شامل کیا گیا۔ اُس کانفرنس میں جنرل لڑومین بھی شامل تھا جو روزوِلٹ کے بعد امریکی صدر بنا۔ جنرل لڑومین نے نہ صرف اس کانفرنس کی تجاویز سے اتفاق کیا بلکہ یہودیوں سے ہر ممکن تعاون کا وعدہ بھی کیا جس کے نتیجے میں صیہونیوں نے اس کی صدارت کی زبردست کوششیں کیں۔

۱۹۴۷ء میں اقوام متحدہ نے امریکی دباؤں میں آکر فلسطین کو تین حصّوں میں منقسم کر دیا۔ فلسطین کا اکثر حصّہ یہودیوں کو دے کر ان کی ایک ریاست قائم کر دی گئی۔ عالمی رائے اور انسانی ضمیر کے چیخ وپکار سے دہشت زدہ ہو کر مجبوراً ایک مختصر حصّہ عربوں کو دیا گیا اور بیت المقدس بین الاقوامی فوج کے سپرد کر دیا گیا۔

۱۵ رمئی ۱۹۴۸ء کو اسرائیلی مملکت کا اعلان ہوا۔ اس طرح صلاح الدین ایوبی کے ہاتھوں

پورے یورپ کی متحدہ فوج کی شکست کا بدلہ لینے کے لئے معرکہ ھلال وصلیب میں شکست خوردہ قوم کو ہسٹریائی کیفیت اور ہزیانی حالت سے نکالنے کے لئے دم توڑتے برطانوی سامراج نے مشرق و مغرب میں اپنی فوج بالادستی بھی قائم کر لی اور اپنے زیر انتداب فلسطین کی دھرتی پر اسرائیل کے نام پر ایک ناجائز ریاست کو جنم دے کر اپنے مغربی اقتدار کی بیرونی چوکی (OUT POST) کے طور پر ایسی ریاست کھڑی کر دی جو ہر روز دہشت گردی کا عالمی ریکارڈ بنا کر عالمی امن واماں کے لئے مستقل خطرہ بن چکی ہے۔

فلسطین سے برطانوی اقتدار کے اٹھتے ہی اس کے صرف پانچ منٹ کے بعد امریکی صدر ٹرومین نے اس ناجائز اسرائیلی ریاست کو تسلیم کر لیا۔ پھر روس نے بھی اسے تسلیم کر کے ساری دنیا پر دوپہر کی سورج کی طرح اس حقیقت کو واضح کر دیا کہ مشرق ومغرب اور اقوام متحدہ کا مقصد اصلی امت اسلامیہ پر ضرب لگانا اور انہیں برباد کرنا ہے۔

عرب ممالک نے فلسطین کو آزاد کروانے کے لئے عرب لیگ کے تحت مشترکہ فوج کی تشکیل کی مگر اس فوج نے جیسے ہی پیش قدمی کی امریکہ نے سلامتی کونسل کے ذریعہ ایک ماہ کے لئے جنگ بند کروا دی جو دراصل یہودیوں کے لئے مزید تیاری کی مہلت تھی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اب کی بار نہ صرف عرب فوج شکست سے دوچار ہوئی بلکہ فلسطین کے اکثر علاقے پر یہودیوں کا قبضہ بھی ہو گیا۔ جس کے نتیجے میں ہزاروں لاکھوں فلسطینی دربدر کی ٹھوکر کھانے پر مجبور ہو گئے۔ اس کے اہل و عیال بے گھر اور کھلے آسماں کے نیچے زندگی بسر کرنے لگے۔ جس نے عالمی برادری کے سامنے مہاجرین کا ایک نیا مسئلہ کھڑا کر دیا۔ جس کا سہارا لے کر پھر ایک سازش کے تحت اقوام متحدہ نے پیش قدمی کرتے ہوئے ایک قرارداد کے ذریعہ ہمیشہ کے لئے جنگ بندی کروا دی۔ جس سے یہودیوں کو مکمل تحفظ بھی مل گیا اور اصلی فلسطینی دربدر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہو گئے۔ یہی نہیں بلکہ ساری دنیا

بھی امن وسکون کی دولت سے جو محروم ہوئی تو آج تک محروم ہی ہے۔اب قرار دادیں پاس ہوتی رہیں گی، تجاویز آتی رہیں گی۔ حسین وخوبصورت لفظوں کا قوس وقزح دکھتا رہے گا مگر امن وسکون کے لئے دنیا ترستی رہے گی۔

چونکہ بیت المقدس سے مسلمانوں کا قلبی رشتہ ہے۔اس لئے انہوں نے مسئلہ فلسطین کے حل کے لئے زبردست کوششیں کیں۔عالمی ذہن وفکر کو یہودیوں کے ناپاک عزائم سے باخبر کرنے کے لئے کئی کئی کانفرنسیں کی گئیں۔خصوصاً ۱۹۲۱ء میں بیت المقدس کانفرنس۔ ۱۹۵۱ میں اسلامی کانفرنس کراچی پاکستان، ۱۹۶۱ء میں اسلامی کانفرنس اردن عماں، ۱۹۶۹ء میں اسلامی سربراہی کانفرنس کاسابلانکا (مراکش) اور ۱۹۷۴ء میں اسلامی سربراہی کانفرنس لاہور پاکستان اس سلسلے میں قابل ذکر اور تاریخی کانفرنسیں ہیں جنہوں نے عالمی ذہن وفکر کو صیہونی عزائم سے واقف کرانے میں اہم کردار ادا کیا۔مگر برطانوی سازش، امریکی فریب، اقوام متحدہ کا انسانیت کش کردار اور صیہونیت و یہودیت کے سازشی فطرت نیز ان کے تخریبی فکر ونظر کی وجہ سے نہ صرف فلسطین اور بیت المقدس پر آج تک ان کا قبضہ ہے بلکہ حالات کے رخ بتا رہے ہیں کہ دیر سویر باقی ماندہ اہل عرب بھی اس کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائیں گے بالآخر فلسطینیوں کی اصل آبادی کی۔واپسی بھی صرف ایک خواب بن کر رہ جائے گی۔

آج فلسطین پر اقتدار قائم رکھنے کے لئے صیہونیت اور مسیحیت ایک دوسرے سے گلے مل کر چوطرفہ سازشی جال بن رہے ہیں اور اہل عرب قومیت کے نشے میں چور، عیش وعشرت کے محل سجا رہے ہیں، اس لئے اسلامی قوت، عشق رسول کی حرارت سے خالی آج کے موجودہ عربوں کا اس جال سے نکلنا تقریباً ناممکن ہو چکا ہے۔

صیہونیت نے اپنے خفیہ سازشی پلان کے تحت ایک طرف ترکی میں مصطفےٰ کمال کو آگے بڑھایا تاکہ خود ترکی میں اس کے ذریعہ اسلام کا مدفن اس طرح تیار کیا جائے کہ وہ کبھی کبھی بیت

المقدس اور فلسطین سے یہودی کو نکال باہر کرنے کا تصور بھی نہ کرسکے دوسری طرف نیشنلزم اور عرب قومیت کا نعرہ لگا کر پورے عرب ممالک کو چھوٹے چھوٹے بلاکوں میں اس طرح تقسیم کر دیا گیا کہ وہ اب وحدت کے تصور سے بھی لرزنے لگتے ہیں۔تیسری طرف اقوام متحدہ کو اپنی داشتہ اور اپنی رکھیل بنا کر اور اس پر فرضی ومصنوعی امن وسلامتی کا لیبل لگا کر مسلم ممالک کو اسلامی بنیاد پر آگے بڑھنے اور ترقی کرنے سے بھی روک دیا گیا اور اب اس کی جگہ ناٹو کو آگے بڑھا کر پھر ایک نئی سازش تیار کی جارہی ہے جو نہ صرف اقوام متحدہ کے لئے موت کا پیغام ہوگی بلکہ اسلامی دنیا کے لئے بھی بربادی کا پیش خیمہ بنے گی۔

آج صیہونیت مملکت نے اسلامیہ کی عسکری میدان میں، سیاسی پلیٹ فارم پر ناکہ بندی کے ساتھ ہی ساتھ مسلمانوں کو عشق وایمان سے دور کرنے کے لئے خود اسلام کی مقدس نشانی، اس کے عظیم شعائر، اس کے ایمان افروز تبرکات اور اس کے انقلابی ماثر ومقابر نیز اس کے تاریخ ساز نقش ونگار کو برباد کرنے کا بھی ٹھوس منصوبہ لئے دن بدن فکری یلغار کر رہی ہے۔کہیں کفر وشرک کے نام پر اور کہیں بدعت وحرام کا لیبل لگا کر ایمان میں بالیدگی پیدا کرنے والے ان آثار وتبرکات اور اسلامی نشانیوں کو خود مملکت اسلامیہ میں اس طرح تباہ وبرباد کیا اور اسے اس طرح بیدردی کے ساتھ نیست ونابود کیا گیا کہ دنیا سوچ میں پڑ گئی کہ جب خود حرمین طیبین کی دھرتی پر اسلامی نشانی، شعائر بلکہ خود رسول پاک کے تبرکات کا تحفظ حرام وشرک ہے تو فلسطین کی دھرتی پر اور مسجد اقصیٰ کی چوکھٹ پر اس کے تحفظ کی کیا ضرورت ہے اور اس کے حفاظت کی کون سی دلیل ہے۔جس کی بنیاد پر اس کی حفاظت کی تحریک چلائی جائے اور اس کے تحفظ وبقا کی کوشش کی جائیں؟

اس طرح ''مسیحی صیہونیت'' کی خطرناک سازشوں نے نہ صرف تین براعظموں پر مشتمل مسلمانوں کی عظیم طاقت وقوت کو توڑ کر اسلام کے قلب وجگر استنبول کو لادینیت کا مرکز بنا دیا بلکہ قبلہ

اوّل پر صیہونیت کا اقتدار قائم کر کے اسلامی تشخص اور اسلامی روایات کے علمبر دار ہر نشانی کو، ہر پہچان کو، ہر شعائر کو اور ہر تعارف کو نیست و نابود کرنے کے لئے اور اس کی جگہ ہیکل سلیمانی کی تعمیر کی راہ ہموار کرنے کے لئے شب و روز نئی نئی سازشیں تیار کر رہی ہیں جہاں سے وہ پوری ملّت اسلامیہ کو للکار سکیں اور اسلامی نقش و نگار کو دوپہر کی دھوپ میں ویڈیو کیسٹ اور آڈیو کیسٹ کے زیر سایہ نہایت بیدردی سے مٹا کر گریٹ اسرائیل کا اعلان کر سکیں۔ وہ صرف سیاسی میدان ہی میں نہیں بلکہ فکری سطح پر بھی مستشرقین کے ذریعہ ملت اسلامیہ کی نئی نسل کو دین سے بیزار کرنے کے لئے اور انہیں دہریت کا پرستار بنانے کے لئے ٹھوس منصوبوں کے تحت اور پختہ لائحہ عمل کے زیر سایہ نہایت تیزی سے پیش قدمی کر رہیں تا کہ اسلام سے والہانہ وابستگی مردہ ہونے لگے قرآن سے قلبی لگاؤ دم توڑنے لگے۔ تحفظ ایمان کا بلالی جوش و جذبہ سرد ہو جائے اور عشق رسول کی وہ انقلابی تپش اور اس کی وہ حرارت وہ گرمی بھی ختم ہو جائے جس نے کبھی بدر و اُحد اور خیبر و خندق کے میدانوں میں کردار و عمل کے بلند و بالا پر عظمت میناروں کی تعمیر کی تھی اور انسانیت کے تاریک ایوانوں کو حجازی شمس و قمر کی روشنی سے منور کیا تھا۔ فردوس حجاز کے نسیم بہاراں سے معطر و منور جس قلب و جگر نے انسانوں کی غلامی سے تاریک دلوں کو خدا کی معرفت اور انسانی عظمتوں کا پر نور گہوارہ بنا دیا تھا۔ طوبیٰ کی تجلیات سے شرابور اور سدرۃ المنتہیٰ کی نکہتوں سے معطر جس ذہن و فکر نے فرعونی استبداد اور نمرودی آتش کدوں کی بھٹی میں سلگتی زندگی کو کوثر و سلسبیل کی تازگی دیکر خدا کی لامحدود عظمتوں کا امین و پاسباں بنایا تھا۔ آج صیہونیت کے سازشی جال میں پھنس کر اب وہی قلوب اسلامی عظمتوں اور اس کی رفعتوں کی تجلیات سے منور ہونے کے بجائے قومیت کے ظلمت کدوں میں بھٹکنے لگے اور نشنلزم کے بھٹیوں میں سلگنے لگے دنیا کی تاریخ کا دھارا موڑنے والا انقلابی کردار اور قیصر و کسریٰ کے ایوانوں کو للکارنے والا جذبہء جہاد اب عشق و رسول کی تپش اور اس کی حرارت سے بدکنے لگا۔ شاہی ظلم و ستم سے چیختی اور خاندانی اونچ نیچ کے پنجوں میں کراہتی دنیا کو اتحاد کا درس دینے والا اور اسلامی وحدت کی روشنی سے منور کر کے انسانیت کو نئی

زندگی دینے والا چراغ اب بجھنے لگا اور اس کی روشنی سے پر نور فکر و نظر پر نشنلزم، کیپٹلزم، صوبائیت اور قومیت نیز قومی عصبیت کی تاریکیاں چھانے لگیں۔

آج مسلمان دنیا کا پانچواں حصہ ہونے کے باوجود، جغرافیہ کے نقشہ پر پچاس سے زائد ملکوں کی سربراہی کا تاج سروں پر سجانے کے باوجود، انیسویں اور بیسویں صدی کی سب سے طاقتور اور انتہائی فیصلہ کن قوت پٹرول کا زبردست ذخیرہ رکھنے کے باوجود، شکست خوردہ دکھائی دے رہے ہیں، وہ پریشان خیالی کا شکار نظر آ رہے ہیں، اور مایوسی کے ظلمت کدوں میں بھٹکتے دکھائی دے رہے ہیں۔ صرف اس لئے کہ عظمت اسلام، عشق رسول، روح بلالی اور جذبۂ حسینی کا علمبردار بننے کے بجائے۔ نہایت سعادت مندی، انتہائی فرماں برداری اور مکمل ایمان داری کے ساتھ ان کا عظیم طبقہ باطل پرستوں کی بھونڈی نقالی کو ترقی کا زینہ سمجھتے ہوئے اپنی نادانی سے خود اپنے ہاتھوں برطانوی مشن اور صیہونی منصوبوں کو کامیابی کی منزل سے ہمکنار کرنے میں لگا ہوا ہے۔

زیر نظر کتاب میں امت مسلمہ کے اس المیہ کے بعض گوشوں پر روشنی ڈالتے ہوئے صیہونیت کے مکر و فریب اور یہودیت کے سازشی چالوں کے کچھ پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ شروع میں یہ صرف ایک مختصر سا مسودہ تھا جو چند صفحات پر مشتمل تھا مگر جب اس کی تبیض کی گئی تو کچھ ایسے گوشے بھی نظر آئے جس نے اسے کتابی شکل دے دی۔ جس میں یہودیت کے فریب اور صیہونیت کے چالوں کے ساتھ نصرانیت کے مکر و فریب کے صرف کچھ پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس میں مجھے کہاں تک کامیابی ملی ہے یہ تو قارئین کرام جانیں مگر امت کی فلاح و ظفر اور اس کی سربلندی و کامیابی اور ترقی کے لئے حضرت عروہ ابن مسعود ثقفی کے اس بیان پر میں اپنی بات ختم کرتا ہوں جسے انہوں نے صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش مکہ کے سامنے دیا تھا۔ جس میں صحابہ کرام کی بلندی کا راز پنہا ہے اور دورِ اول کے مسلمانوں کی عظمتوں کی پوری تاریخ پوشیدہ ہے۔ آپ

فرماتے ہیں۔

میں نے فارس، روم اور حبشہ کے بادشاہوں کے دربار دیکھے ہیں۔ خدا کی قسم میں آج تک کسی بادشاہ کو ایسا نہیں دیکھا کہ اس کے مقربین اس کی اتنی تعظیم کرتے ہوں۔ جتنی محمد ﷺ کے ساتھی ان کی تعظیم کرتے ہیں۔ واللہ آپ بلغم تھوکتے ہیں تو وہ زمین پر گرنے نہیں پاتی، بلکہ صحابہ اسے اپنے ہاتھ میں لے کر اپنے منہ اور جسم پر مل لیتے ہیں۔ جب آپ کوئی ارشاد فرماتے ہیں تو تعمیل حکم کے لئے صحابہ ایک دوسرے پر سبقت لے جانے دوڑ پڑتے ہیں۔ جب آپ وضو کرتے ہیں تو وضو کے مستعمل پانی کو حاصل کرنے کے لئے لوگ ایسا جھپٹتے ہیں گویا باہم لڑ پڑیں گے۔ جب آپ گفتگو فرماتے ہیں تو آپ کے رعب و عظمت کی وجہ سے سراسر خاموشی اختیار کرتے ہیں۔ آپ کی تعظیم کی بنا پر آپ کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے۔

آج جب یہ کتاب دوسری بار چھپنے جا رہی ہے تو اس میں کئی نئے مضامین کا اضافہ کر دیا گیا ہے جو مختلف رسالوں میں شائع ہو کر مقبولیت حاصل کر چکے ہیں۔ جس سے یہودیت اور نصرانیت کے کئی نئے چہرے آپ کے سامنے آئینگے اور آپ کی معلومات میں مزید اضافہ ہوگا۔

خلیفۂ اعلیٰحضرت، گلشن فاروقیت کے گل سرسبد، مدھیہ بھارت کا عظیم مسیحا، محسن ملّت حضرت مولانا حامد علی فاروقی علیہ الرّحمہ والرّضوان کے نام پر ان کے مشن کو آگے بڑھانے کے لئے محسن ملّت اکیڈمی سالوں سے اپنا کام کر رہی ہے۔

حضرت محسن ملّت سلطان العارفین بابا فرید گنج شکر سے چودھویں پشت میں تھے۔ اور بابا فرید، امام الاعدلین، غیض المنافقین، امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خانوادہ کے وہ آفتاب درخشاں ہیں، جن کی کرنیں ہندوستان کی ہر خانقاہ میں نظر آئے گی۔ جنکا فیضان دنیا کے کونے کونے میں دکھائی دیگا۔ ان کے واسطے سے آپ فاروق اعظم کی اولاد ہونے کی وجہ سے آپ میں جلال فاروقی بھی تھا اور آپ کی ذات میں تصوف فریدی کا بھی جلوہ تھا۔ پھر اس پر مستزاد یہ کہ مجدد اعظم سیدنا اعلیٰحضرت فاضل بریلوی کے بحر علم کے وہ درّ شاہوار تھے۔ جس کی چمک

نے پورے علاقہ کو سنیت کے عظیم قلعہ میں تبدیل کر دیا۔ صاحب کشف و کرامات اور ولایت کے ساتھ سیاسی دوراندیشی اور تصوف و طریقت کی بلندی نے آپ کی ذات اقدس کو غوث و خواجہ کے فیضان کا وہ چشمہ بنا دیا جس نے چھتیس گڑھ کی دھرتی کو ایسا سرسبز و شاداب کیا کہ جدھر چلے جایئے ان کا جلوہ نظر آئے گا اور جہاں پہنچ جایئے ان کے نقش قدم دکھائی دینگے، جس جگہ ٹھہر جایئے ان کی نکہتوں سے روح ایمان جھومتی ملے گی۔

اس اکیڈمی کے ذریعہ آگے کے بھی کئی منصوبے ہیں۔ آپ کی دعاؤں کا ساتھ رہا تو یہ اکیڈمی ایک تاریخ ساز اکیڈمی بنکر علمی دنیا میں ایسا گلشن سجا جائے گی۔ جس کی عطر بیز نکہتوں سے آنے والی نسلیں معطر رہینگی۔ راواں قلم (PEN DRIVE) اور برقی کتاب
(**ELECTRONIC BOOK**) کے اس دور میں کسی کتاب کا ویب سائیڈ میں نہ آنا اس کو محدود کر دینے کے مترادف ہے۔ اس لئے یہ کتاب بھی وہاں پر محسن ملت ڈاٹ کام، پر آپ کو آسانی سے دستیاب ہو سکتی ہے۔

محمد علی فاروقی 1/3/2017

مہتمم مدرسہ اصلاح المسلمین و دار الیتامی رائے پور سی۔ جی

E MAIL-m-a- farooqui 786 @ yahoo com
www.mohsine millat.com

09425231208

مسجد اقصیٰ سے گنبد خضریٰ تک

''اے اسرائیل تیری سرحد نیل سے فرات تک ہے''

اسرائیلی پارلیمنٹ میں آویزاں یہ عبارت حقیقت میں ان کے اس نقطۂ نظر کی ترجمان ہے جس کی وجہ سے وہ ہمیشہ اس غلط فہمی کا شکار رہے کہ خدا نے انہیں اپنا محبوب بنا کر انہیں بطور میراث ہمیشہ کے لئے اس ملک کا مالک بنا دیا۔

فلسطین کا رقبہ ۱۰۴۲۵ مربع میل وتقریباً ۲۷ ہزار مربع کلومیٹر ہے، فلسطین کے شمال میں شام اور لبناں مشرق میں دریائے اردن اور بحیرۃ مردار، جنوب مغرب میں مصر اور مغرب میں بحیرۃ روم ہے، فلسطین بحیرۃ روم کے جنوب مشرقی ساحل پر واقع ہے۔

بیت المقدس قدیم زمانہ ہی سے آباد شدہ شہر ہے جس سے عرب بہت پہلے آشنا ہو چکے تھے۔ چنانچہ آرامی، عموری اور کنعانی قبائل کی سکونت اور ان کی رہائش ایک تاریخی حقیقت ہے اس زمانے میں یہ علاقہ کئی ناموں سے پکارا جاتا تھا، جس میں یروشلم اس کا قدیم اور پرانہ نام ہے۔ جب حضرت داؤد علیہ السلام نے گیارہویں صدی قبل مسیح اس پر قبضہ کیا تو اس کا نام ''اروشالیم'' ہوگیا۔ جو آگے چل کر یروشلم بن گیا۔

حضرت داؤد کا خواب اور ہیکل کی تعمیر۔

کہا جاتا ہے کہ بیت المقدس کے مغربی سمت واقع صیہون نامی پہاڑی پر بیت ایل میں حضرت یعقوب علیہ السلام نے خدا کو عالم رویا میں دیکھا تھا جس کی یاد میں آپ نے وہاں ایک مذبح

تعمیر کیا۔ جب حضرت داؤد علیہ السلام کو تابوت سکینہ ملا تو آپ نے اس جگہ اس کے لئے ایک گھر کی تعمیر کا منصوبہ تیار کیا۔ کچھ سال بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے عظیم الشان ہیکل کی اسی جگہ تعمیر کی۔ آپ کا دور یہودیوں کے لئے انتہائی عروج کا وقت تھا۔

یہودیوں کا پہلا فساد۔

مگر جلد ہی ان کی بداعمالیوں نے انہیں جو بربادیوں کے غار مذلّت میں گرایا تو پھر وہ آج تک اس سے ابھر نہیں سکے۔ حالانکہ حضرت الیاس، حضرت الیسع، حضرت عاموس ویسعیاہ اور برمیاہ جیسے خدا کے نبیوں اور ولیوں نے انہیں راہِ راست پر لانے کی بھرپور کوشش کی مگر وہ اپنی سرکشی میں برابر بڑھتے ہی چلے گئے۔ بالآخر اعلان خداوندی کے مطابق ۵۸۶ ق م بخت نصر، کی شکل میں عذاب الٰہی کا نزول ہوا جس نے ان کے شہروں کی اینٹ سے اینٹ بجا کر نہ صرف ہیکل سلیمانی (TEMPL OF SOLOMON) کو جڑ اور نیو سمیت اکھاڑ کر اس کا نام ونشاں مٹا دیا بلکہ سارے یہودیوں کا غلام بنا کر بابل کے پاس دریائے فرات کے کنارے قید کر دیا۔ اس وقت اس بستی کا یہودیوں نے تل ابیب رکھا۔ آج کا موجودہ اسرائیلی دارالحکومت اسی دور کی یاد دلا رہا ہے (تاریخ بیت المقدس صفحہ ۲۲۰)

۵۸۶ ق م کی تباہی کے بعد ایران کے سیرس دوم (cyrus II) جیسے بائیبل میں خورس کے لقب سے یاد کیا گیا ہے اس نے ۵۴۹ ق م بابل کو فتح کیا تو یہودیوں کو وہاں دوبارہ بسنے کی اجازت دے دی۔ قرآن پاک کی سورۂ بنی اسرائیل کی آیت ۳ تا ۶ کی تفسیر اور کتاب عزراً کی آیت ۱، ۲، ۳ میں جس کی تفصیلات موجود ہیں۔ سیرس دوم کی اجازت پر جب وہ دوبارہ فلسطین لوٹے تو یشوع بن یوصدق اور زروبابل بن سالتی ابل کی قیادت میں از سرے نو ہیکل سلیمانی کی تعمیر کا کام شروع کیا گیا۔ جس کی تکمیل ۵۱۶ ق م میں ہوئی۔ اسی موقع پر حضرت دانیال نبی اور حضرت عزیر

علیھما السلام نے ان میں نئی روح پھونکی اور تقویٰ وطہارت کی بنیاد پر ایک جدید معاشرہ کی تشکیل کی نیز اپنی یادداشت کی بنیاد پر توریت کو بھی از سرے نو مرتب کیا۔ مگر جلد ہی یہ قوم پھر سرکشی بغاوت اور خدائی نافرمانی کے جرم میں ایسی مبتلا ہوئی کہ دن بدن یہ دین سے دور ہوتی چلی گئی جس کے نتیجے میں اپنا دین اسلام اور اصلی نام اپنا نام اصلی ''مسلمان'' تک یہ لوگ بھول بیٹھے۔ یہاں تک کہ ملّت ابراہمی اور ملّت حنفی سے روگردانی کرتے ہوئے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد یہودا سے خود کو منسوب کرتے ہوئے اپنے آپ کو یہودی کہنے لگے۔ جس کے نتیجے میں ان پر ظالم حکمرانوں کی شکل میں مسلسل قہر خداوندی کا ایک سلسلہ چل پڑا۔

۱۶۸ھ ق م رومی حکمراں انیٹی اوکس چہارم (ANTI OCHUS IV) نے ان پر یونانی رسم رواج کو نہ صرف جبراً مسلط کیا بلکہ ہیکل میں جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے مطابق سوختنی قربانی دی جاتی تھی وہاں ایک قرباں گاہ بنوا کر اس نے یونانی دیو مالائی کہانیوں کا زیس (ZEUS) جسے کوہ اولمپس کے دیوتاؤں کا سردار سمجھا جاتا تھا۔ اس کے لئے قربانی کا سلسلہ جاری ہی نہیں کروایا بلکہ سارے ملک میں اور ہر شہر میں اس کے لئے قرباں گاہ تیار کروا کر یہودیوں کو مجبور کیا کہ وہ ان دیوی دیوتاؤں کے نام قربانی کریں۔

مکابی تحریک۔

اس کے اس ظالمانہ روش کے نتیجہ میں ایک انقلابی تحریک نے جنم لیا جسے تاریخ میں مکابی تحریک (MACCA BEES) کے نام سے جانا جاتا ہے۔ جو دراصل ایک بوڑھے یہودی رہنما متی تھیں (MATTATHIAS) کی طرف منسوب ہے جو یروشلم کے قریب ایک قصبہ موڈیں (MODIN) کا باشندہ تھا۔ جس نے نہ صرف دیوی دیوتاؤں کے نام کی قربانی کی سخت مخالفت کی بلکہ اپنے پانچوں بچوں کے ساتھ رومی حکمراں کا نہایت سخت مقابلہ کیا جس کے نتیجے میں

اس وقت ایک آزاد یہودی مملکت کا وجود ہوا۔ جس کے مفصل حالات انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۱۴ صفحہ ۵۴۹ میں درج ہیں۔ مکابی نے کامیابی کے بعد جشن فتح منایا۔ جس کی یاد میں آج بھی یہودیوں کے یہاں عید ہنوکہ منائی جاتی ہے۔ (اس کی مزید تفسیلا تات آگے صفہ ۹۰ پر نلاحطہ فرمائیں)

یہودیوں کا دوسرا افساد۔

قرآنی تصریح اور آسمانی کتابوں کے مطابق ان کا دوسرا افساد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تقریباً ستر سال بعد شروع ہوا جبکہ ۶۹ھ میں نسلی تفاخر کی بنیاد پر الیغد ابن انانیاس کے کہنے پر قیصر کے نذروں کو انہوں نے لوٹا دیا جو ہیکل پر چڑھانے کے لئے بھیجے گئے تھے۔ گویا یہ اس کے خلاف ایک طرح کی کھلی بغاوت تھی جس کی سرکوبی کے لئے قیصر نے پہلے ہیرود اعظم کے پڑپوتے ہیروڈ اگر دوم (HERODAGRIPPA II) پھر حاکم شام کستی اوس کو بھیجا اور آخر میں مشہور رومی جنزل اور شاہ اسپین کے بیٹے طیطس (TITUS) کو بھیجا گیا۔ جس نے ۹/اگست ۷۰ء کو شہر پر قبضہ کر کے یروشلم کو آگ لگا دی۔ اس موقع پر ۱۰ لاکھ یہودی مارے گئے اور ایک لاکھ لونڈی اور غلام بنا کر فروخت کئے گیئے۔ اس فتح کی یاد میں بطور یادگار رومیوں نے روم میں ''قوسی ٹیٹس'' کی تعمیر کی۔ [1]

اس دوسری تباہی کے بعد سے یہودی جو بکھرے تو آج تک سنبھل نہیں پائے اور نہ ہی انہیں کہیں سکوں مل سکا۔ در، در کی ٹھوکر کھانے کے بعد بھی آج تک وہ اسی غرور میں مبتلا ہیں کہ ہم خدا

....

[1] تفصیلات کے لئے دیکھئے۔ کرولیر انسائیکلو پیڈیا، تاریخ بیت المقدس، تفسیر ضیاء القرآن سورۂ اسرائیل۔ اس کے علاوہ کتاب احبار باب ۲۶، آیت ۳۰ تا ۳۳، کتاب استثنا باب ۲۸ آیت ۴۹، ۵۰ کتاب میر میاہ باب ۳، آیت ۲ تا ۹ اور متی باب ۲۳ آیت ۳۷، ۳۸ نیز یہودیوں کے اخلاقی زوال کے لئے انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا جلد ۱۱ صفحہ ۵۱۲ محمد علی

کی کتنی ہی نافرمانی کیوں نہ کر جائیں، یہاں تک کہ نبیوں کے قتل سے اپنے ہاتھ کتنے ہی بار خون آلود کیوں نہ کر لیں مگر خدا نے ہمیں اپنا محبوب بنالیا ہے۔اس لئے ہم دنیا کی ساری قوموں سے افضل و اعلیٰ ہیں اور ساری قوم ہمارے سامنے کمتر اور ذلیل ہے۔اپنے اس ذہنی افلاس اور کبر ونخوت کی وجہ سے ساری دنیا کو (Goyim) یعنی گھٹیا تصور کرنا ان کا بنیادی عقیدہ بن چکا ہے۔اس سلسلے میں تالمود کی ساری باتوں کو ٹھکرانے کے باوجود وہ اس آیت کو آج تک سینے سے لگائے بیٹھے ہیں کہ خدا نے یہود کو فرشتوں سے بہتر قرار دیا ہے‘‘اس سلسلے میں جیوش انسائکلو پیڈیا کی یہ عبارت ان کے ذہن وفکر کی بہترین ترجمانی کرتی ہے۔

آتش دوزخ گنہگار یہودی قوم کو چھوئے گی بھی نہیں اس لئے کہ وہ جہنم پر پہونچتے ہی اپنے گناہوں کا اقرار کرلیں گے اور خدا کے پاس آجائیں گے۔(جلد ۵ صفحہ ۵۸۲)

ڈاکٹر گوہن نے یہودیوں کے مقدس صحیفہ تالمود کی کچھ منتخب آیتوں کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔جس کا نام ہے‘‘EYERY MANS LIBRARY SSRIES’’جس کی یہ عبارت آج بھی ان کی ذہنی وفکری محور کی نہایت کھلے لفظوں میں وضاحت کرتی ہے‘‘قیامت کے دن ابراہیم دوزخ پر تشریف رکھتے ہوں گے اور کسی مختون اسرائیلی کو اس میں گرنے نہ دیں گے۔صفحہ ۴۰۵

ان کی اس فطرت کی طرف قرآن عظیم نے اپنے مخصوص اور بلیغ انداز میں سورۂ بقر آیت ۸۰،۸۱،۸۲ میں تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔

اپنی اس عیار ذہنیت اور دہشت گردی کی وجہ سے وہ جو منتشر ہوئے تو آج تک انہیں کہیں چین نصیب نہیں ہوا۔مگر اس کے باوجود آج تک وہ اس حقیقت کو بھی بھول نہ سکے کہ‘‘اے اسرائیل تیری سرحد نیل سے فرات تک ہے‘‘

ہیکل کی تعمیر کے لئے ڈراموں کا ناٹک۔

کبھی ناٹک کے ذریعہ،کبھی ڈرامہ کے روپ میں اور کبھی تہواروں کی شکل میں اپنے اس فکر کو انہوں نے نہ صرف زندہ رکھا بلکہ آنے والی نسلوں کو بھی یہ عقیدہ ہمیشہ منتقل کرتے رہے۔تقریباً دو ہزار برس سے ہر اسرائیلی بیت المقدس پر قبضہ اور ہیکل سلیمانی کی تعمیر کیلئے ہفتہ میں چار بار دعائیں مانگتا ہے۔آج بھی ان کے یہاں ہر مذہبی تقریب میں مصر سے نکلنے اور فلسطین میں آباد ہونے پھر بابل میں مقید ہونے اور فلسطین سے بھگائے جانے کا ڈرامہ کھیلا جاتا ہے۔اس طرح ان کے ہر ہر بچے کے دل ودماغ میں یہ بیٹھانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ فلسطین تمہارا ہے اور اسے ہر ممکن طریقے پر حاصل کرنا تمہاری زندگی کا مقصد اصلی ہے نیز اس کے حصول کے لئے ہر طرح کی چالاکی وعیاری اور ہر قسم کا مکروفریب جائز اور درست ہے۔بارہویں صدی کا مشہور یہودی فلسفی موسیٰ بن میموں نے اپنی مشہور کتاب یہودی شریعت (THECODE OF JEWLSH) میں اس پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔اسی طرح مشہور فری میسن تحریک (FREE MASON MOVEMNT) جو خدمتِ خلق کا ہمیشہ ڈھونگ رچاتی ہے وہ بھی دراصل یہودی تحریک ہے جس کا مقصد اصلی ہیکل سلیمانی کی تعمیر نو ہے یہ بھی ہر سال اپنے لاجوں میں ہیکل سلیمانی کی تعمیر نو کے سلسلے میں ڈارامہ رچتی ہے۔

فری مسن دنیا کی ان انتہائی خفیہ تحریکوں میں سے ایک ہے جو بیت المقدس کی جگہ ہیکل سلیمانی کی تعمیر کا منصوبہ رکھتے ہیں ان کے راز اس قدر پوشیدہ ہوتے ہیں کہ پوری دنیا میں کروڑوں میں چند ہی افراد ہیں جو اس کے بارے میں جانکاری رکھتے ہیں اور بالواسطہ طور پر ساری دنیا کے شاخیں انہیں کے ہاتھوں گردش کرتی ہیں۔

فریمیسن پر مجدد اعظم کا تبصرہ۔

مجدد اعظم سیدنا امام احمد رضا محدث بریلوی ایک سوال کے جواب میں اس پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

فری میسن ان چند خفیہ تحریکوں میں سے ایک ہے جس سے واقفیت
رکھنے والا کروڑوں میں کوئی ہوتا ہے (صفحہ ۲۴۱ پیغام رضا)

فریمیسن اور روٹری کلب پر حضرت محسن ملت کی تنقید۔

۱۹۶۲ء میں مسلم متحدہ محاذ کے پلیٹ فارم سے لال پریڈ گراؤنڈ میں ہونے والی کانفرنس کے موقع پر فلسطین مندوبین سے مسئلہ مسجد اقصیٰ پر گفتگو کرتے ہوئے خلیفہ اعلیٰ حضرت محسن ملت حضرت مولانا محمد حامد علی صاحب فاروقی بانی مدرسہ اصلاح المسلمین و دار الیتامیٰ رائے پور (چھتیس گڑھ) نے فرمایا تھا کہ روٹری کلب اور فری میس کا جو چہرہ نظر آرہا ہے اس سے ہزاروں نہیں بلکہ کروڑوں لوگوں کو دھوکہ ہو رہا ہے۔ آپ کبھی بھی ان سے مسجد اقصیٰ اور مسئلہ فلسطین پر گفتگو کر کے دیکھ لیں۔ انسانیت، اخوت اور مساوات کے سارے پردے اٹھ جائیں گے۔ آج بہت کم لوگ ہیں جو اس حقیقت سے واقف ہیں کہ ان کا مقصد اصلی امت مسلمہ کی بربادی اور مسجد اقصیٰ کی تباہی کے ساتھ اسی جگہ ہیکل سلیمانی کی تعمیر سے جوڑ کر نئے ہیکل کی تعمیر کو اپنا منزل مقصود قرار دے رکھا ہے۔ جس کے لئے وہ نہایت خوفناک اور انتہائی خطرناک منصوبہ رکھتے ہیں۔

فریمیسن کا پس منظر۔

موقع کی مناسبت سے ان پر ایک سرسری روشنی ڈالتا چلوں تاکہ لوگ اصلی حقیقت تک آسانی سے پہونچ سکیں۔ اس کا لفظی ترجمہ معمار ہے۔ اس تحریک کا ڈانڈا حضرت سلیمان علیہ السلام کے ان معماروں سے ملانے کی کوشش کی جاتی ہے جن کے ذریعہ عظیم ہیکل کی تعمیر پایہ تکمیل تک

پہونچتی تھی۔ تاج برطانیہ کی سرپرستی میں آج سے تین سو سال پہلے اس تحریک نے باقاعدہ منظم پیمانے پر اپنے مقصد کی طرف پیش قدمی شروع کی ۱۷۱۷ء میں انگلینڈ میں ان کا پہلا گرینڈ لاج قائم کیا گیا جو دھیرے دھیرے پوری دنیا میں پھیل گیا اس وقت دنیا میں ان کے تقریباً ساڑھے چار سو گرینڈ لاج قائم ہیں ہندوستان میں بھی تقریباً ڈھائی سو سال پہلے اس کی بنیاد پڑی پر ان کے گرینڈ لاجوں کی تعداد آج کل تقریباً ۳۲۰ ہے جو دہلی میں واقع گرینڈ لاج کے تحت اپنا کام کرتے ہیں نومبر ۱۹۶۱ء سے یہاں کے گرینڈ لاج کو خود مختاری کی حیثیت بھی حاصل ہوگئی۔ ان کے ممبران میں ججوں، ڈاکٹروں، سرکاری حکام اور ملک کی مقتدر اور اہم شخصیتیں شامل ہوتی ہیں۔ جن میں امریکہ کے بانی صدر جارج واشنگٹن، رونالڈ ریگن، جارج بش، برطانوی وزیر اعظم سرونسٹن چرچل۔ وزیر اعظم ہند پنڈت جواہر لال نہرو اور شری دویکا نند سوامی وغیرہ کے نام سرفہرست ہیں۔ عام طور پر اس کا کام سلسلہ اخوت کو فروغ دینا، اخلاقیات کی تعلیم دینا اور خیراتی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا ہے مگر در پردہ صیہونیت کا فروغ مسجد اقصیٰ کے انہدام اور اس کی بربادی کا منصوبہ لئے وہ وقت کے منتظر ہیں۔

روٹری کلب کی بنیاد۔

اس تحریک سے تعلق رکھنے والی روٹری کلب (ROTRY CWB) بھی ہے جسے پوری دنیا میں یہودی لابی چلا رہی ہے۔ روٹری در اصل روٹیشن (Rototion) سے ماخوذ ہے۔ ماسونی جماعت کے ذریعہ ایک خاص روٹین اور پروگرام کے تحت متعدد جگہوں میں منعقد ہونے والی انجمنوں کا اسے مخفف کہا جا سکتا ہے۔ جس کی بنیاد ۱۹۰۵ء میں ایک وکیل بول ہارلیس نے امریکہ کے مشہور شہر شکاگو میں رکھی تھی۔ پھر تین سال بعد شیرلی بری کی شمولیت سے اسے زبردست تقویت ملی جو ۱۹۴۷ء تک اس کے سکریٹری کے منصب پر فائز رہا۔ اس نے اپنے اثرات سے تقریباً اسّی ملکوں میں اسے فروغ دیا جس کے تحت ۶ ہزار آٹھ سو انجمنیں قائم کی گئیں۔ پھر ۱۹۱۱ء میں آئر لینڈ

کے مشہور شہر ڈیلس میں اس تحریک کو منتقل کر دیا گیا۔ جہاں سے مسٹر مور و وغیرہ نے اسے پورے برطانیہ میں پھیلا دیا۔ فلسطین میں بھی ۱۹۲۱ء میں اس کی بنیاد ڈالی گئی اور الجزائر، مراکش اور فرانس وغیرہ میں بھی اپنے مشن کو فروغ دینے کے لئے اس کی شاخیں ہیں۔ اپنے مشن کو دلوں میں اتارنے کے لئے اس کا ہفتہ واری اجتماع ہوتا ہے۔ جس میں تمام ممبراں کو کم از کم ٦٠ فی صد حاضری دینا ضروری اور لازمی ہے۔ فکری اور علمی طور پر یہودیوں کے زیر سایہ ان کے آلہ کار کے روپ میں یہ تحریک اپنا منصوبہ ترتیب دیتی ہے۔ اسی لئے اس کے مالی و مسائل بھی یہودی ذرائع ہی زیادہ تر فراہم کرتے ہیں۔ جو اخوت و محبت اور مساوات و ہمدردی کے حسین اور خوبصورت بینر تلے نہایت خفیہ طریقے سے صیہونیت کی تقویت اور بیت المقدس کے انہدام اور اس کی بربادی کا ماحول تیار کرنے میں ہمہ وقت مصروفِ عمل ہیں۔

یہود اور وفاداریت۔

اپنی اس مخصوص ذہن و فکر اپنے فتنہ پرور منصوبوں اور زمین دوز خفیہ تحریکوں کی وجہ سے یہ کبھی بھی کسی کے لئے بھی وفادار نہیں بن سکے جس ملک نے انہیں پناہ دی اور جس شہر میں وہ بسے تھوڑے ہی دنوں میں وہاں کی اصل آبادی کے لئے مسئلہ اور ملک کی سلامتی کے لئے خطرہ بن گئے۔ جس کی وجہ سے ہر قوم اور ہر ملک نے انہیں دہشت گرد قرار دے کر ان کی تخریبی کاروائیوں سے اپنے کو بچانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ یہاں تک کہ شہروں میں بسنا ان کے لئے ممنوع قرار دے دیا گیا۔ شہر سے دور بستی سے الگ ان کے لئے جگہ متعین کر دی جاتی جسے یہودی باڑا (GHETTO) کہا جاتا تھا۔

یہودی ذہنیت۔

اس جگہ روس کے ایک قومی لیڈر مسٹر یمیرز ہرونودس کی کا یہ بیان، ان کی فطرت کی واضح ترجمانی کر رہا ہے۔

جس جگہ جنگ ہو رہی ہو وہاں آپ یہودیوں کو موجود پائیں گے۔ کیونکہ یہودی جانتے ہیں کہ جہاں خون گرتا ہے وہاں دولت بہتی ہے۔

اسی طرح ایک جگہ وہ یہودیوں کی فطرت اور ذہنیت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہتے ہیں کہ جس ملک میں بھی ان کی تعداد زیادہ ہو جاتی ہے وہاں جنگ چھڑ جاتی ہے۔ (سہ روزہ دعوت دہلی ١٦ راپریل ۱۹۹۸ء)

یہی وجہ ہے کہ انہیں ہر ملک سے ہر دور میں بھاگنا پڑا اور ملک بدر ہونے کی مصیبت اٹھانی پڑی ۸۹۰ء میں انہیں ملک شام سے نکالا گیا جس پر وہ پرتگال جا بسے مگر ۹۲۰ء میں انہیں وہاں سے بھاگنا پڑا۔ اب کی بار اسپین ان کی جائے پناہ بن گئی۔ مگر جلد ہی ان کی دہشت گردی اور تخریب پسندی سے گھبرا کر ۱۱۱۰ء میں اس نے بھی انہیں اپنے ملک سے نکال باہر کیا۔ اس طرح ۱۲۹۰ء میں انہیں انگلینڈ چھوڑنا پڑا۔ مجبوراً اب کی بار ان کا رخ فرانس کی طرف ہوا مگر چند ہی سال میں وہ بھی تنگ آ گیا۔ اسی طرح بیلجیم نے بھی ان سے پریشاں ہو کر انہیں اپنے یہاں سے بھگایا تو ۱۳۷۰ء میں وہ زیکوسلاویکیہ جا بسے مگر دس سال بھی نہیں گزرے تھے کہ اسے بھی انہیں چھوڑنا پڑ گیا۔ اب کی بار دوبارہ ان کا رخ فرانس کی طرف ہوا مگر ۱۳۹۴ء میں فرانس نے ان کو پھر کھدیڑ دیا۔ اس بار ہالینڈ ان کا مسکن بنا لیکن وہاں سے بھی انہیں ۱۴۴۲ء میں بھاگنا پڑا۔ اس دفعہ وہ روس کی طرف متوجہ ہوئے مگر جلد ہی روس بھی ان کی دہشت گردی اور تخریب کاری سے بوکھلا گیا جس کی وجہ سے اس نے بھی ۱۵۱۰ء میں انہیں اٹلی کی طرف ڈھکیل دیا۔ ۱۵۴۰ء میں وہ وہاں سے ٹھکرا دیئے گئے۔ اب کی بار ان کا رخ سلطنت اسلامیہ ترکی کی طرف تھا جہاں وہ بحیثیت ذمی رہنے لگے۔ یہ ان کی زندگی کے سب سے پرسکون ایّام تھے۔ غیر مسلم مورخین نے بھی عام طور پر اس کا اعتراف کیا ہے کہ مسلم مملکت میں انہیں جو سکون ملا دنیا کے کسی بھی خطّے میں وہ اسے نہیں پا سکے۔

مسلم حکومت کی پناہ میں۔

۷۰ء میں بخت نصر نے ہیکل سلیمانی کو برباد کر دیا تھا اور ۳۵ء میں رومیوں نے پورے فلسطین کو جڑ، بنیاد سے اکھاڑ کر انہیں وہاں سے نکال باہر کیا تھا۔ یہاں تک کہ بیت المقدس میں تو

ان کا داخلہ تک ممنوع قرار دے دیا تھا۔اس کے برعکس مسلم دور میں نہ صرف انہیں سکوں واطمینان حاصل ہوا بلکہ انہیں بیت المقدس میں رہنے اور بسنے کی بھی اجازت مل گئی جہاں وہ پرسکون زندگی گزارنے لگے۔ دوپہر کی دھوپ کی طرح یہ حقیقت اتنی واضح اور ایسی روشن ہے کہ خود یہودی مورخین کولکھنا پڑا کہ ان کی تاریخ کا سب سے شاندار دور وہ تھا جبکہ وہ مسلمانوں کی رعایا کی حیثیت سے اندلس (اسپین) میں آباد تھے۔مسلم حکومت میں انہیں نہ صرف سکون ملا ان کی سب سے بڑی مقدس یادگار دیوارگریہ بھی مسلم حکمراں کی عنایتوں سے انہیں نصیب ہوئی ورنہ وہ آج تک دیوارگریہ کی تلاش میں سرگرداں اور گریہ کناں نظر آئے۔اس سلسلے میں بمبئ سے شائع ہونے والا یہودی حکومت کا سرکاری بلٹین ''نیوز فرام اسرائیل''(NEWS FROM ISRAEL) یکم جولائی ۱۹۶۷ء کی اشاعت میں لکھتا ہے کہ دیوارگریہ پہلے ملبےاورکوڑے کرکٹ کے ڈھیر میں ایسی دبی تھی کہ لوگوں کواس کا نام ونشاں تک معلوم نہ تھا۔اتفاقاً سلطان سلیم عثمانی کوسولہویں صدی عیسوی میں اس کا کسی طرح علم ہوا۔جس پراس نے نہ صرف اس کی صاف صفائی کروائی بلکہ اس نے یہودیوں کواس کی زیارت کی اجازت بھی دے دی۔

یہ مسلم مما لک ہی تھے جنہوں نے اہل کتاب سمجھ کران سے ہمیشہ ہمدردانہ سلوک کیااور ہر جگہ سے ٹھکرائی جانے والی قوم کواپنے ملک میں بسنے کی اجازت بھی دی۔مگرانہوں نے اپنے تخریب پسندانہ ذہنیت کی بنیاد پراس کا جوصلہ دیااس کے لئے ترکی کا حشر دیکھ لیجئے۔نہ صرف ترکی کوحصوں میں بٹنا پڑا بلکہ ترکی کے مسلمانوں کوبھی آج تک اس کا خمیازہ بھگتنا پڑ رہا ہے۔جبکہ دوراول سے لے کرموجودہ دورتک قوم مسلم کے احسانات پرتاریخ کا ہرورق شاہداور دھرتی کا ہرچپہ گواہ ہےمگران کی غدارانہ فطرت اور دہشت پسندانہ ذہنیت ہمیشہ انہیں اپنے ہی ملکوں کے لئے دردسر بناتی رہی۔ خصوصاًان کانسلی تعصب اورفکری فریب سب سے زیادہ احسان کشی کرکےاور گناہوں میں ڈوب کر اپنے آپ کوسب سے زیادہ خدا کا محبوب سمجھانا،ان کی ایسی فطرت بن گئی جس سے وہ آج کے ترقی

یافتہ دور میں بھی نہیں نکل سکے۔

اٹھارہویں صدی عالم اسلام کے لئے بربادی کا پیغام لے کرآئی جس نے عالمی قیادت کی باگ ڈور ایشیا سے نکال کر یورپ کے ہاتھوں تھمادی۔بیت المقدس کی بازیابی اوراس کے حصول کے سلسلے میں ہونے والی صلیبی جنگوں (۱۰۹۶تا۱۲۷۱) میں مسلسل اور لگاتار نوبار کی شکست نے دنیائے عیسائیت پرہسٹریائی کیفیت طاری کردی تھی اور وہ آسیبی کیفیت میں مبتلا ہوگئے یہاں تک کہ لوئس نہم نے تیونس میں دم توڑتے وقت بڑے مایوسی کے عالم میں اس کا اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ مسلمانوں کومیدان جنگ میں ہرانا اورشکست دینا ناممکن ہے۔اس لئے ان کی ذہنی تسخیر ضروری ہے۔

سترہویں صدی میں ۲۴/رجب ۱۱۱۰ھ بمطابق ۲۶/جنوری ۱۶۹۹ءکوکارلوڈیز کے پاس ترکی کی شرمناک شکست نے اس کے زوال کا بگل بجادیا۔انگلینڈ نے موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے نہ صرف پورے عالم اسلام کواکھاڑے میں تبدیل کردیا بلکہ صلیبی جنگ کی شکست کے غم میں ڈوبی اور ہسٹریائی کیفیت سے دوچار قوم کواس سے چھٹکارادلانے کاراستہ بھی ڈھونڈ نکالا۔

ترکی کی تقسیم۔

اس سلسلے میں اس نے نہایت ٹھوس اورخوفناک منصوبہ تیار کیا۔جس کے خفیہ ایجنڈے کے تحت ایک طرف سلطنت ترکی کوٹکڑوں میں باٹنے کے لئے علاقائی بنیاد،لسانی تفریق اورقومی عصبیت کے سایۂ میں تحریکیں چلائی گئیں۔مقامی فتنوں کو جگایا گیا۔غیر مستنداورغیر تاریخی افراد کے آثاراوران کی نشانیوں کوزندہ کیا گیا۔دوسری طرف اسلامی فکرونظر پرتیشہ چلانے کے لئے ماہرین تیار کئے گئے،انبیاء،واولیاء کی حرمتوں کو پامال کرنے کے لئے اوراسلامی فکرونظرکوجلاً بخشنے والی نشانیوں کومٹانے اوران سے تقویت حاصل کرنے والے ذرائع پر بندش لگانے کے لئے افراد ڈھالے گئے۔جس سے نئے نئے عقائداورعجیب وغریب فرقوں کا جنم ہونے لگا۔اسلامی رفعتوں کو

چیلینج کیا جانے لگا۔ مسلمانوں کے دلوں میں عظمت مصطفےٰ اور احترام اولیاء سے دہشت پیدا کی جانے لگی، اسلامی آثار وتبرکات اور رسول پاک ﷺ کے احترام پر اعتراضات کئے جانے لگے۔ تاریخ شاہد ہے کہ انہوں نے عظمتِ مصطفےٰ ہی کو چیلینج نہیں کیا، ان کی شان وشوکت ہی کو داغدار کرنے کی ناکام تحریک نہیں چلائی، اسلامی آثار وتبرکات ہی کو نشانہ نہیں بنایا بلکہ دوسری طرف ایک نیا محاذ کھول کر یہودی ہوم لینڈ کے تصوّرات کو آگے بڑھایا جس نے آگے چل کر اسرائیلی ریاست کی تشکیل میں بنیادی کردار ادا کیا۔ اس طرح ایک طرف عالم اسلام سے اس نے صلیبی جنگوں کا بدلہ چکایا تو دوسری طرف آسیب زدہ قوم کو ہسٹریائی کیفیت سے چھٹکارا دلایا اور تیسری طرف پورے یورپ کے لئے دردسر بنے یہودیوں کو یورپ سے نکال کر ایشیا کی طرف ڈھکیل کر عالم اسلام کے پشت پر ایسا زبردست خنجر بھوکنے کا خطرناک منصوبہ تیار کیا جس کی چبھن کئی نسلیں محسوس کرتی رہیں گی۔

یہودیوں پر صدیوں ظلم وستم کی بارش کرنے والی انگریز قوم، ان کی بے گوروکفن لاشوں پر جشنِ فتح منانے والے نصرانی اب صلیبی جنگوں کا بدلہ لینے کے لئے اچانک یہودیوں کی پشت پناہی پر آکھڑے ہوئے دوسری طرف صدیوں عیسائیوں سے نفرت وعداوت کو بنیادی اہمیت دینے والے یہودی یکا یک عیسائیوں کے ہمدرد اور سرپرست نظر آنے لگے۔ بدلتے ہوئے حالات کو دیکھتے ہوئے یہودیوں نے بھی انقلابات زمانہ کے تحت اپنے مشن کو بڑھانے اور قومی وطن بلکہ قومی حکومت کی تشکیل کے لئے مرحلہ وار منصوبہ تیار کرلیا۔ جس کا پہلا مرحلہ یہودی ہوم لینڈ سے شروع ہوتا ہے۔

پہلا مرحلہ:- تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ سترہویں صدی ہی سے پادریوں کا ایک گروپ یہودی ریشہ دوانیوں سے نجات حاصل کرنے کے لئے یہودی ہوم لینڈ کی باتیں کرنے لگا تھا۔ اس سلسلے میں گوانا اور کارٹرائٹ کا نام تاریخ کے صفحات میں درج ہے۔ ان دونوں پادریوں نے ۱۶۴۹ء میں حکومت برطانیہ سے یہودیوں کو سرزمین فلسطین میں آباد کرنے کا مطالبہ کیا تھا۔ آگے چل کر اس فکر کو وی آنا کے یہودی صحافی ڈاکٹر تھیوڈور ہرزل (THEODOR

HERZAL) (۱۸۶۰ء تا ۱۹۰۶ء) نے زبردست تقویت پہونچائی۔ اس نے ۱۸۹۷ء میں صیہونی تحریک (ZIONIST ENTMOYEM) کا باقاعدہ آغاز کیا اور ریاست یہود کے نام سے ایک رسالہ نکال کر اپنے مشن کو زبردست فروغ دیا۔ یہاں تک کہ اس نے ترکی کے سلطان عبدالحمید خاں کے سامنے یہودی قومی وطن کا مطالبہ پیش کرتے ہوئے یہ وعدہ کیا کہ اگر سلطان اس کا ہمنوا بن جائے تو پوری یہودی قوم مل کر حکومت ترکی کے سارے قرضوں کی ادائیگی کی ذمہ داری لے لے گی بلکہ ترکی میں ایک ایسی یونیورسٹی بھی قائم کرے گی جہاں یورپ جانے والے سلطان کے خاندانی افراد اونچی تعلیم حاصل کرسکیں گے۔ مگر سلطان کے غیرت ایمانی نے اسے گوارا نہیں کیا۔ اس نے ان کی پیش کش کو ٹھکراتے ہوئے واضح لفظوں میں کہہ دیا۔ ''اگر یہودی اپنی ساری دولت بھی میرے قدموں میں لا ڈالیں تب بھی میں فلسطین میں مسلمانوں کی ایک انچ زمین دینے کا روادار نہیں (بیت المقدس صفحہ ۲۴۲)

یہودی ہوم لینڈ اور برطانیہ۔

سلطان کے طرف سے مایوس ہوکر یہودیوں نے اپنی شاطرانہ چال سے ایک طرف پہلے جرمن کے قیصر پھر حکومت برطانیہ سے یہودی ہوم لینڈ کے لئے رابطہ قائم کیا تو دوسری طرف ترک قومیت کے نشے میں بدمست نوجوانوں کو ملا کر ترکی سلطان کا تختہ پلٹا۔ ساتھ ہی ساتھ فلسطین میں یہودیوں کو بسانے کے لئے صیہونی نوآبادی بینک اور یہودی بیت المال قائم کیا جس کا راس المال اس وقت تیس لاکھ پونڈ مقرر کیا گیا جو اس وقت کے کئی ملکوں کی جملہ آمدنیوں سے زیادہ تھا۔ یہی نہیں بلکہ سلطنت اسلامیہ کو ٹکڑوں میں باٹنے کے بعد مصطفےٰ کمال پاشا کے وقت پہلی جو وزارت تشکیل دی گئی تو اس میں یہودی مشن کی تکمیل کے لئے وزیر تعمیرات جسے بنایا گیا وہ صیہونی اخبار کا اڈیٹر بصاریہ آفندی (BASSARIA EFFENO) تھا۔ اسی طرح نسیم مزلک کو وزیر تجارت اور جاوید بے کو وزیر خزانہ بنایا گیا ان تینوں یہودیوں نے اپنے اثر ورسوخ کی بنیاد پر ترکیوں کی دولت سے فلسطین میں یہودی کاز اور یہودی مشن کو پایۂ تکمیل تک پہونچانے میں زبردست تعاون کیا۔ اس

طرح خود مسلمانوں کی دولت سے یہودیوں کی عظیم آبادی کو فلسطین میں بسا کر قومی وطن کے پہلے منصوبے کو پایۂ تکمیل تک پہونچایا گیا۔

ایک طرف ترکی کے وزیر خزانہ، وزیر تجارت اور وزیر تعمیرات اپنی جدوجہد سے یہودی مشن کی تکمیل میں شب و روز لگے تھے تو دوسری طرف مانچسٹر یونیورسٹی (انگلینڈ) میں کمیسٹری کا پروفیسر اور صیہونی تحریک کا صدر ڈاکٹر ہیم وائز مین (DR.WEIZMAN) کی جدوجہد اور اس کے اثر و رسوخ کی وجہ سے حکومت برطانیہ پہلے سے زیادہ مستعدی کے ساتھ یہودی مشن کو مضبوط کرنے اور اسے کامیاب بنانے میں جٹی ہوئی تھی۔

اعلان بالفور اور فلسطینیوں پر ظلم۔

اس کی کوششوں سے ۱۷۹۱ء میں برطانیہ کے اعلان (آرتھر جیمز بالفور ۱۸۴۸ تا ۱۹۳۰) بالفور (BALPOURDECLARATION) کے ذریعہ یہودی قومی وطن کا علان ہوتے ہی عربوں کو ان کی زمین سے بے دخل کرنے اور ان کی جگہ یہودیوں کو بسانے کا کام نہایت تیزی سے ہونے لگا۔ جس وقت عربوں کو بے دخل کرنے اور یہودیوں کو وہاں آباد کرنے کا پروگرام بنایا جا رہا تھا اس وقت وہاں یہودی آبادی بمشکل تمام پانچ فی صد بھی نہیں تھی۔ ۱۹۱۷ء سے پہلے یہودی آبادی صرف چھتیس ہزار تھی مگر ۱۹۲۲ء میں فلسطین کو انگریزوں کے انتداب (MAN DATE) میں دیتے وقت جو مردم شماری کی گئی اس میں مسلماں عرب ۶۶۰۶۴۱ اور عیسائی عرب ۷۱۴۶۴ تھے جن کی مجموعی تعداد ۷۳۲۱۰۵ بنتی ہے جبکہ یہودی صرف ۸۲۷۹ تھے۔ (اعلان بلفور کی مزید تفصیلات آگے صفحہ ۱۳۰ پر میں ملاحظہ فرمائیں)

فلسطین میں مختلف مذاہب کے ماننے والوں کی تعداد اور یہودی تناسب اور فلسطین کی آبادی ایک نظر میں

	کل آبادی	مسلمان	عیسائی	یہودی	دیگر
۱۹۱۸	۷۰۰۰۰۰	۵۷۶۰۰۰ ۹۳فیصد	۷۰۰۰۰۰	۵۶۰۰۰ ۸فی صد	
۱۹۲۲	۷۵۷۱۸۲	۵۹۰۰۰۰ ۸۹فی صد	۷۳۶۴	۸۳۷۹۴ ۱۱فی صد	۹۴۷۴
۱۹۳۱	۱۰۳۵۸۲۱	۷۵۹۷۱۲ ۸۳فی صد	۹۱۳۹۸	۱۷۴۶۱۰ ۱۷فی صد	۱۰۱۰۱
۱۹۴۶	۱۹۷۲۵۶۰	۱۴۰۳۷۸۰ ۶۹فی صد	۱۴۵۰۶۰	۶۰۸۲۳۰ ۳۱فی صد	۱۵۴۹۰

اور یہ تعداد بھی صرف اس وجہ سے بڑھ گئی تھی کہ وہ دھڑا دھڑ وہاں جا کے آباد ہو رہے تھے لئے انہیں ہر قسم کی سہولت فراہم کی جا رہی تھی جبکہ عربوں پر ہر طرح کا ظلم ڈھایا جا رہا تھا۔ ان کی بستیوں کو اجاڑا جا رہا تھا اور ان کے گھروں کو کھنڈر بنایا جا رہا تھا۔ اس سلسلے میں بالفور کی ڈائری کے یہ الفاظ آج بھی برطانوی پالیسی کی دستاویزات (DOCUMENT OF DRMSHPOLIOY) کی جلد دوم میں محفوظ فرعون و ہٹلر کے ظلموں کو شرمانے والے ان کے سیاہ کارناموں کی کہانی سنا رہے ہیں۔

ہمیں فلسطین کے متعلق کوئی فیصلہ کرتے ہوئے وہاں کے موجودہ باشندوں سے کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ صیہونیت ہمارے لئے ان سات لاکھ عربوں کی خواہشات اور تعصّبات سے بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہے جو اس قدیم سرزمین میں اس وقت آباد ہیں۔

یہودیوں نے مرحلہ وار جو منصوبہ تیار کیا تھا۔اس کا پہلا مرحلہ ۱۸۸۰ء سے لے کر ۱۹۱۷ء تک شامل ہے جس میں قومی وطن بنانے کی بات تھی۔اور اعلان بالفور کے ذریعے ۱۹۱۷ء میں یہ مرحلہ طے ہوگیا۔جس میں سلطنت ترکی کے ٹکڑے ٹکڑے کرنا، فلسطین میں یہودی بستی بسانا، اور حکومت برطانیہ سے قومی وطن کی تشکیل میں تعاون حاصل کرنا وغیرہ شامل تھا۔ جو اعلان بالفور کے ساتھ مکمل ہوگیا۔

اقوام متحدہ نے ایک خفیہ اسکیم کے تحت ۲۹/نومبر ۱۹۴۷ء میں قرارداد نمبر ۱۸۱ کے ذریعہ فلسطین کو دو حصوں میں بانٹ دیا۔جس حصہ میں یہودیوں کی بڑی تعداد بسی تھی اسے یہودی ریاست قرار دے دیا۔حالانکہ وہاں یہودیوں کی ایک بڑی تعداد ضروری تھی مگر پھر بھی انہیں اکثریت حاصل نہیں تھی۔ دوسری طرف وہ علاقے جہاں عربوں کی آبادی زیادہ تھی اسے انہوں نے عربی ریاست قرار دے دیا۔اس طرح امن ومساوات کے نام پر قائم ہونے والے اس ادارہ نے بے انصافی کا وہ ریکارڈ قائم کیا۔جس کی نظیر تلاش کرنے کے لئے لوگوں کو اس سائنسی دور کو چھوڑ کر پتھروں کی دنیا کی سیر کرنی پڑتی ہے۔ اس تقسیم کے بعد یروشلم کو ایک متنازعہ علاقہ قرار دے کر امن ومساوات کی علمبرداری کا بلند بانگ دعویٰ کرنے والے اس ادارہ نے اسے انٹرنیشنل ژون بنا کر مشرقِ وسطیٰ کو ایک لمبے عرصے کے لئے جنگ کی بھٹی میں جھونک دیا۔آگے عرب ریاست اور یہودی ریاست کا تقابلی نقشہ بھی ہے۔

دوسرا مرحلہ:۔ ۱۹۲۳ء میں مجلس اقوام (LEAGUEOFNATION) نے صیہونی ایجنٹ کی طرح کام کرتے ہوئے طے شدہ پروگرام کے تحت فلسطین کو انگریزوں کے انتداب (MAN DATE) میں دیتے ہوئے یہ ہدایت یہاں تک بھی کی کہ فلسطین کو یہودی قومی وطن بنانے کے لئے ہر ممکن آسانیاں فراہم کی جائے یہاں تک کہ صیہونی تنظیم کو باقاعدہ نظم و نسق میں بھی ساتھ رکھا جائے۔جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہودی مشن کی تقویت کے لئے عربوں پر ہر قسم کا

ظلم وستم توڑا گیا۔ان کی بے گور وکفن لاشوں پر مسرتوں کا شادیانے بجائے گئے۔ظلم وستم کی قہرمانی طاقتیں ایک آندھی وطوفان بن کر اٹھیں اور عربوں کی بستیوں پر موت کا سناٹا طاری ہونے لگا۔ یہاں تک کہ ایک متعصب اور سنگ دل یہودی سر ہربرٹ سیموئیل کو وہاں کا ہائی کمشنر بنایا گیا جس نے ظلم و ستم کا وہ ریکارڈ قائم کیا کہ فرعون کی روح بھی شرمانے لگی۔ برطانوی ہائی کمشنر کی حیثیت سے جب وہ وہاں پہونچا تو اس نے دوٹوک لفظوں میں اپنے عزائم کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ

شاہ برطانیہ جس کی پالیسی کو بروئے کار لانے کے لئے میں آیا ہوں۔
وہ یہودیوں کے درآمد کی اس وقت تک حوصلہ افزائی کرتی ہے۔
جب وہ گھڑی آپہونچے۔خواہ پچاس سال میں آئے یا
سوسال میں۔کہ جب ان کے مفاد (اور آبادی) کا غلبہ
خود فلسطین میں یہودی حکومت کے قیام کا مطالبہ کردے (تاریخ بیت المقدس صفحہ ۲۴۷)

ہائی کمشنر نے آتے ہی برطانوی پالیسی پر عمل درآمد شروع کر دی۔عربوں سے گاؤں کا گاؤں اور بستی کی بستی خالی کروائی گئی۔ایک جگہ تو پچاس ہزار ایکڑ زمین سے تقریباً آٹھ ہزار عرب کاشتکاروں کو حکماً بے دخل کر کے ان میں سے ہر ایک کو صرف تین پونڈ اور دس شلنگ دے کر چلتا کر دیا گیا۔ ایک طرف دنیا کے کونے کونے سے یہودی وہاں جمع ہو رہے تھے تو دوسری طرف عربوں پر چھاپے چھاپے مارے جا رہے تھے۔ایسے موقع پر حکومت برطانیہ نے بڑی چالاکی سے جان بچا کر بھاگنے والے عربوں کو نقل مکان کی سہولتیں فراہم کرنے میں بڑی فراخ دلی دکھائی تاکہ جتنی جلدی ممکن ہو ان کی آبادی کم کی جائے۔جس کے نتیجے میں ۱۹۱۷ء سے ۱۹۴۷ء تک صرف تین سال میں یہودی اتنے کثیر تعداد میں وہاں جمع ہو کر وہاں کی زمین پر، وہاں کی معشیت پر، اور وہاں کی تجارت وغیرہ پر ایسا چھا گئے کہ عرب اقلیت میں آ کر افلاس کا شکار ہو گئے بلکہ در بدر کی ٹھوکریں کھانے پر بھی مجبور ہو گئے۔ برطانوی ہتھ کنڈے نے اور لیگ آف نیشنز سے یہودی اتنا مضبوط ہو گئے کہ اب وہ قومی وطن سے قومی ریاست کا خواب دیکھنے لگے۔

فلسطینی مسئلہ اقوام متحدہ میں۔

۱۹۴۷ء میں انگلینڈ نے فلسطین کا مسئلہ اقوام متحدہ کے سامنے پیش کردیا۔ یہودی ایجنڈوں کی طرح کام کرتے ہوئے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے بھی فلسطین کو یہودی اور عربوں کے درمیان تقسیم کرنے کا فیصلہ صادر کردیا۔ جس وقت یہ فیصلہ صادر کیا گیا اس وقت اس کے حق میں صرف ۳۳ ووٹ پڑے اور اس کے برخلاف ۱۳ ووٹ آئے جبکہ دس ملکوں نے ووٹ میں کوئی حصّہ ہی نہیں لیا۔ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں کسی بھی ریزویشن کو پاس کروانے کی یہ سب سے کم اکثریت تھی اور وہ بھی اتنی اکثریت انہیں جو ملی وہ امریکہ کی خصوصی دلچسپی کی وجہ سے، جس نے لائبیریا فلپائن اور ہائسٹی پر خصوصی دباؤ ڈال کر یہ تعداد یہاں تک پہونچائی۔ ورنہ اس سے پہلے تو صرف تین ملک ہی اس کے حق میں تھے۔ اس سلسلے میں جیمز فوریسٹال (FORESTAL) کے ڈائری کے یہ الفاظ آج بھی امن واماں کے ان ٹھکیداروں کی اصلیت ظاہر کررہے ہیں۔

”اس معاملہ میں دوسری قوموں پر دباؤ ڈالنے اور ان کے ووٹ
دینے پر مجبور کرنے کے لئے جو طریقے استعمال کئے گئے وہ انتہائی
شرمناک کاروائی (SCANDAL) کی حد تک پہونچے ہوئے تھے۔

پتھروں کے دور کو شرمانے والی ظالمانہ تقسیم کی وہ تجویز جو بڑی چالاکی عیاری اور ہتھکنڈوں کے سہارے پاس کروائی گئی تھی اس کی بنیاد پر تینتیس فی صد (33%) یہودی آبادی کو فلسطین کا پچپن فی صد (۵۵٪) علاقہ دیا گیا اور ۶۷٪ عربوں کو صرف ۴۵٪ علاقہ دیا گیا جب کہ یہودیوں کے قبضہ میں اس وقت صرف چھ فی صد ہی حصّہ تھا گویا ان کا ۴۹ فی صد رقبہ بڑھا دیا تھا۔ درج ذیل نقشہ سے اس کی تفصیلات کا مزید اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

ذیل کے نقشہ میں اس کی تفصیلات دیکھی جاسکتی ہے۔

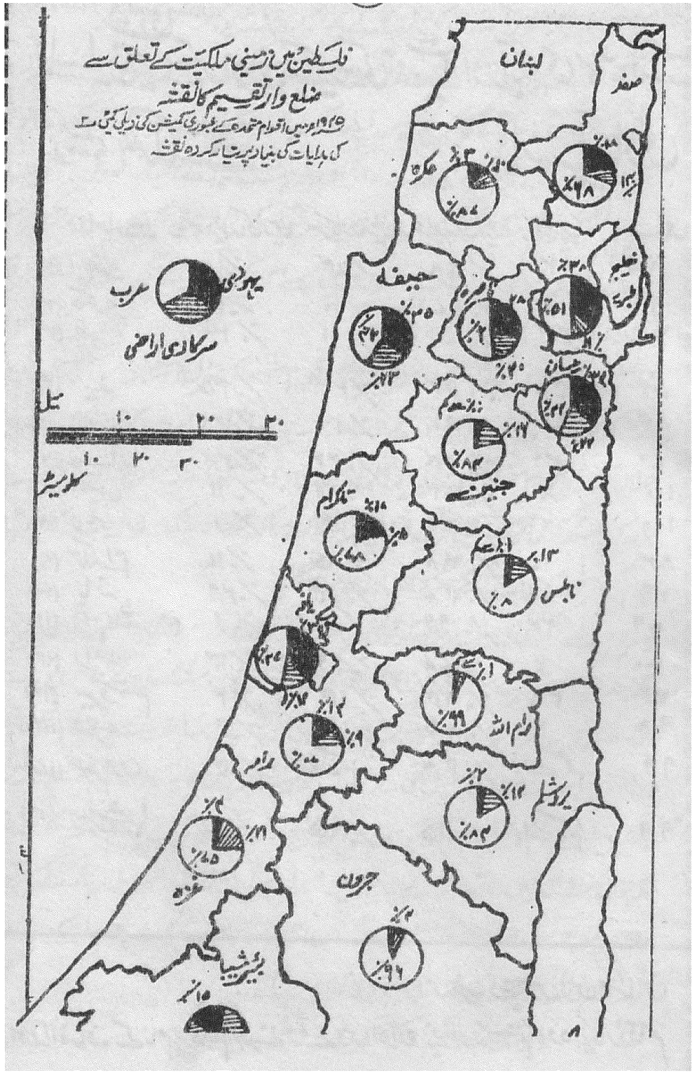

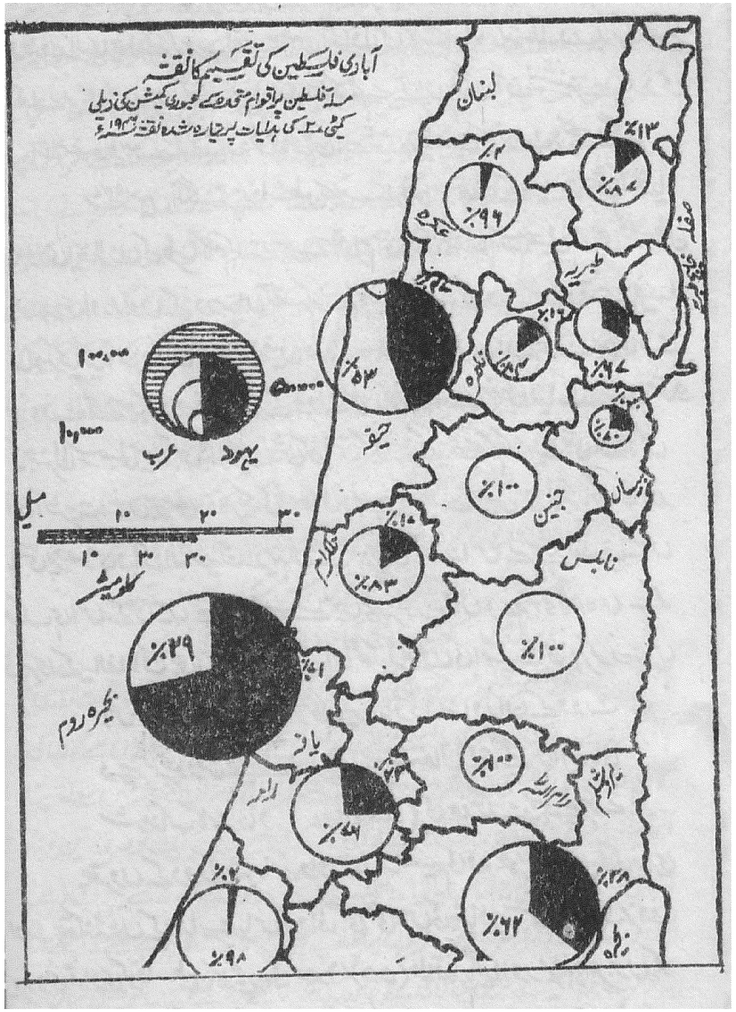

فلسطین میں ۱۹۴۵ء میں زمینی ملکیت کی تفصیلات اور آبادی کا تناسب

زمینی ملکیت				تناسبِ آبادی	
مقامات	یہودیوں کی زمین	سرکاری زمین	عربوں کی زمین	یہودی	مسلمان
(۱)صفر	۱۸٪	۱۴٪	۶۸٪	۱۳	۸۷
(۲)عکرہ	۳٪	۱۰٪	۸۷٪	۴	۹۶
(۳)طبریہ	۳۸٪	۱۱٪	۵۱٪	۳۳	۶۷
(۴)حیفہ	۳۵٪	۲۳٪	۴۲٪	۴۷	۵۳
(۵)ناصرہ	۲۸٪	۲۰٪	۵۲٪	۱۶	۵۴
(۶)بیساں	۳۴٪	۲۲٪	۴۴٪	۳۰	۷۰
(۷)جینن	۱۱٪	۱۶٪	۸۴٪	×	۱۰۰
(۸)نابلس	۱٪	۱۳٪	۸۷٪	×	۱۰۰
(۹)تلکرام	۱۷٪	۵٪	۶۸٪	۱۷	۸۳
(۱۰)یافہ	۳۹٪	۱۴٪	۴۷٪	۷۱	۲۹
(۱۱)رام اللہ	۱٪	۱٪ سے کم	۹۹٪	۲۲	۷۶
(۱۲)رامہ	۱۴٪	۹٪	۷۷٪	×	۱۰۰
(۱۳)یروشلم	۲٪	۱۴٪	۸۴٪	۳۸	۶۲
(۱۴)غزہ	۴٪۱	۲٪	۷۵٪	۲	۹۸
(۱۵)حبروں	۴٪	۱٪ سے کم	۹۶٪	۱٪ سے کم	۹۹
(۱۶)بیرشیبا	۱٪ سے کم	۸۵٪	۱۵٪	۱٪ سے کم	۹۹

اس طرح دنیا میں امن وشانتی اور انصاف کے نام پر قائم ہونے والے اس ادارہ نے ظلم وستم کا وہ ریکارڈ قائم کیا جس نے بیسویں صدی کو تاریخ کے بدترین دور میں شامل کر دیا۔

باوجودیکہ اقوام متحدہ نے یہودی علاقہ چھ فیصد سے بڑھا کر پچپن فیصد کر دیا تھا اور عربوں کا علاقہ گھٹا کر پیتالیس فیصد کر دیا تھا مگر یہودی اس پر بھی کہاں خوش ہونے والے تھے۔ انہوں نے مار دھاڑ اور دہشت گردی کا نیا عالمی ریکارڈ بنانا شروع کر دیا۔ جگہ جگہ قتل عام، قدم قدم پر عورتوں کی بے حرمتی، گلی کوچوں میں لڑکیوں کا برہنہ جلوس وغیرہ وہ شرمناک واقعات ہیں جسے سن کر انسانیت کی پیشانی ہمیشہ عرق آلود رہے گی۔

یہی نہیں بلکہ ۱۴ مئی ۱۹۴۸ کو عین اس وقت جبکہ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی مسئلہ فلسطین پر بحث کر رہی تھی۔ یہودی ایجنسی نے رات دس بجے اسرائیلی ریاست کے قیام اعلان کر کے اقوام متحدہ کو اس کی اوقات یاد دلا دی دوسری طرف امریکہ اور روس نے بڑھ کر اس کو فوراً تسلیم بھی کر کے دنیا پر واضح کر دیا کہ آئندہ ملکوں کی قسمت کا فیصلہ عوام کی مرضی کے بجائے ان کے حکم واشارے پر ہوگا۔

تیسرا مرحلہ:۔ قومی وطن سے بڑھ کر قومی ریاست تک کا دوسرا مرحلہ پایۂ تکمیل تک پہونچانے کے بعد اب وہ تیسرے مرحلے کی طرف پیش قدمی کرنے لگے۔ جون ۶۷ء کی جنگ میں پورے فلسطین، جزیرۂ نما سینا اور سرحد شام کی بالائی چوٹیوں کے ساتھ بیت المقدس تک قبضہ دراصل یہ تیسرے مرحلہ کی تکمیل تھی۔ اس طرح نومبر ۱۹۴۸ء میں عالم اسلام کے سینے میں اسرائیل کے نام کا جو خنجر بھونکا گیا تھا وہ نقشہ میں اس وقت ایک چاقو کی شکل میں تھا مگر جون ۱۹۶۷ء میں وہ قصّاب کے چاپڑ امیں تبدیل ہو گیا۔ ۱۹۵۸ء اسرائیلی ریاست کا رقبہ ۷۷۹۹۳ مربع میل تھا۔ جون ۱۹۶۷ء کی جنگ میں اس میں ستائیس ہزار مربع میل کے اضافہ کے ساتھ ہی ساتھ پندرہ لاکھ عرب یہودی غلام بن گئے۔

ذیل کے ان تین نقشہ میں اس کی تفصیل دیکھی جاسکتی ہے۔

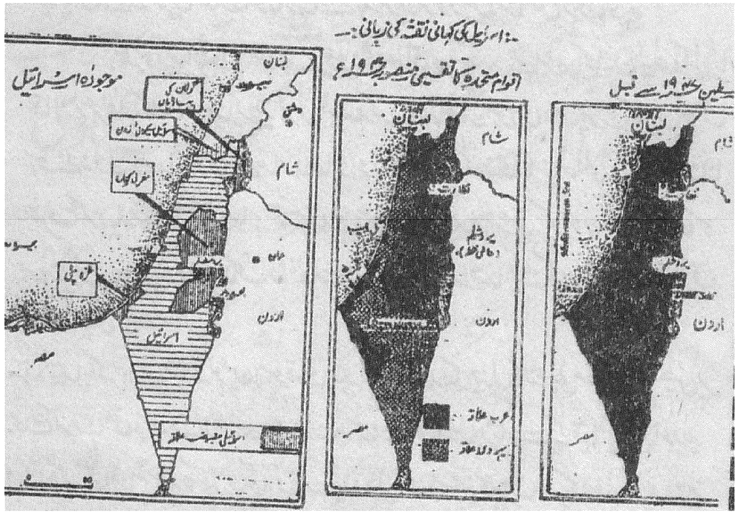

یہاں فطری طور پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر اسرائیل کو ایسی زبردست کامیابی اور عربوں کو تاریخ کی بدترس شکست کا سامنا کیوں کرنا پڑا؟

پچھلے صفحات میں گزر چکا ہے کہ یہودی جس ملک میں بھی رہے وہاں کے لئے فتنہ بنے رہے اور شہر میں بسے وہاں کی آبادی کے لئے دردسر بنے رہے۔ جس کی وجہ سے پورا یورپ خصوصاً عیسائی دنیا ان سے چھٹکارا پانے کے لئے راستہ تلاش کرنے لگی۔ اب جو فلسطین کی شکل میں ان کی قومی وطن کی بات چلی تو پورا یورپ خصوصاً امریکہ، برطانیہ اور فرانس اس کی پشت پناہی کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے تا کہ ایک طرف ان سے چھٹکارا ملے تو دوسری طرف صلیبی جنگوں کا بدلہ بھی چکایا جائے۔

صلیبی جنگوں کا بدلہ۔

یہی وجہ ہے کہ ادھر ۸/اور ۹/دسمبر کی صبح ۱۹۱۷ء کی درمیانی رات ترکوں نے بیت المقدس خالی کیا ادھر ۱۰/دسمبر کی صبح جنرل شیا (SHEA) افسر کمانڈنگ نمبر ۶۰ ڈویژن بیت المقدس پہونچا پھر جنرل ایلن بی دوسرے دن اپنی فوجوں کے ساتھ یافہ گیٹ سے بیت المقدس میں داخل ہوا تو برطانوی وزیر اعظم لائیڈ جارج پارلیمنٹ میں خوشی سے چیخ پڑا۔

''آج ہم نے مسلمانوں سے صلیبی جنگ کا بدلہ لے لیا''

اسی طرح جنگ ۱۹۶۷ء کے بعد لنڈن سنڈے ٹائمز نے بھی ایک کتاب شائع کی جس کا نام تھا دی ہولی وار جوں د (THE HOLY WARTUNE) جس میں ایک عنوان یہ بھی تھا ۔(BACK OF TER 897 EARS) ''۸۹۶ سال بعد واپسی اب یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ اس جنگ کے پیچھے یہودی قومی وطن سے زیادہ صلیبی جذبہ کام کر رہا تھا۔ تاریخ کا ادنی طالب علم بھی اچھی طرح جانتا ہے کہ ۸۹۶ سال قبل عیسائیوں سے یہ ملک لیا گیا تھا۔ نہ کہ یہودیوں کو یہاں سے نکالا گیا تھا۔ مگر آج عیسائیوں نے یہودیوں کو بڑھا کر اپنا بدلہ چکا لیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جون ۱۹۶۷ء کی جنگ سے ایک ہفتہ پہلے امریکی فوج کے جائنٹ چیفس آف اسٹاف کے صدر جنرل ویلیر نے صدر جانسن کے کہنے پر یہودی طاقت کا سروے کر کے اسے اطمنان دلایا کہ اگر اسرائیلی آگے بڑھ کر خود ہی ایک فضائی حملہ کر دے تو عربوں کو تین چار روز میں شکست کا منہ دیکھنا پڑ جائے گا۔ مگر اسے ابھی بھی اطمنان حاصل نہیں ہوا آخر اس نے سی آئی اے کے چیف رچرڈ ہیلمس (HELMS) کے ذریعہ پھر انکوائری کروائی اور جب اس نے بھی جنرل ویلیر کی باتوں کی تصدیق کی تو اسے کچھ اطمنان حاصل ہوا۔ مگر ابھی ان کے سامنے زبردست طاقت روس بھی موجود تھا جس کے تھوڑا سا بھی ساتھ دینے پر امریکی پشت پناہی کے باوجود اسرائیلی کامیابی مشکوک تھی۔ اس لئے اب

روس سے رابطہ قائم کر کے اطمنان حاصل کیا گیا کہ روس عملاً عربوں کا کوئی تعاون نہیں کرے گا۔ روس نے بھی دو قدم آگے بڑھ کر عربوں کی دوستی کا حق اس طرح ادا کیا کہ جس صبح کو مصر کے ہوائی اڈوں پر اسرائیلی حملہ ہونے والا تھا اسی رات اس نے مصری صدر ناطر جمال کو اطمنان دلایا کہ تم پر کوئی حملہ ہونے والا نہیں ہے۔

یوگوسلاویہ کے ڈپلومیٹ کا تبصرہ۔

اس موقع پر یوگوسلاویہ کے ایک ڈپلومیٹ نے بڑا جاندار تبصرہ کیا کہ جب کوئی بڑی طاقت تمہارا ساتھ چھوڑتی ہے تو تم کو بغیر سپیرا شوٹ کے ہوائی جہاز سے گرا دیتی ہے۔

امریکی صدر جانس کی پشت پناہی، روس سے مکمل اطمنان حاصل کرنے کے باوجود انگریزوں کے دل دھڑک رہے تھے اور اسرائیلی فوج گھبرا رہی تھی۔ لہٰذا ان کی ہمت بندھانے کے لئے انگریزوں کا ایک بحری بیڑہ مالٹا میں اور دوسرا عدن میں ایک منٹ کی نوٹس پر اسرائیلی مدد کے لئے تیار کھڑا تھا۔

انگریزوں نے ایک طرف سیاسی اور فوجی نقطۂ نظر سے اس کو مکمل تحفظ دیا تو دوسری طرف معاشی طور پر اپنے مضبوط کرنے کے لئے ۱۹/برس کی قلیل مدت میں صرف امریکہ نے ایک ارب ساٹھ کروڑ بیس لاکھ کی زبردست مالی امداد بھی اسے دی اور مغربی جرمنی سے اس کو بیاسی کروڑ بیس لاکھ (۸۲/۲۰۰۰۰۰۰) ڈالر کا تاوان بھی دلوایا۔ ساتھ ہی ساتھ دنیا بھر کے یہودیوں نے دوادب ڈالر سے بھی زیادہ چندہ دے کر اس کو معاشی، مالی اور فوجی نقطہ نظر سے اتنا مستحکم کر دیا کہ نہ صرف وہ عربوں کی بستی پر جارحانہ حملہ کرنے کی پوزیشن میں آ گیا بلکہ اس کے سامنے ساری دنیا پر داداگری کا نیا ریکارڈ بنانے والی مظلوموں پر ظلم وستم کا پہاڑ توڑنے والی اقوام متحدہ بھی صرف زبانی جمع خرچ سے آگے نہ بڑھ سکی۔ نومبر ۱۹۴۷ سے ۱۹۵۷ تک اقوام متحدہ کے ۲۸ ریزولیشن کو اس نے نہ صرف اس

کے منہ پر پھونک دیا بلکہ ۱۹۶۷ء کی جنگ کے بعد جب اس کی جنرل اسمبلی کا اجلاس شروع ہونے والا تھا اس وقت کے اسرائیلی وزیر اعظم لیوی اشکول نے اسے للکارتے ہوئے یہ اعلان بھی کیا کہ......

اقوام متحدہ کے ۱۲۲ ممبروں میں ۱۲۱ ممبر بھی اگر یہ فیصلہ صادر کر دیں اور ہمارا اپنا خود کا ہی ووٹ ہمارے حق میں رہ جائے تب بھی اپنے مفتوحہ علاقے سے ہم دست بردار نہیں ہوں گے۔

ایک طرف اس کی یہ دھمکی، دوسری طرف اقوام متحدہ کی بے بسی مزید برآں عیسائیت کی سرپرستی۔ان حالات میں کوئی نہیں جانتا کہ یہ صرف اسرائیلی جنگ نہیں ہے بلکہ اس پر صدیوں پرانی صلیبی جنگوں کا پورا پورا سایہ ہے۔

یہودیت کے سایہ میں فلسطینی پر ظلم وستم کی سزا قدرت نے بھی انگریزوں کو اس طرح دی کہ بیسویں صدی کے نصف اول ہی میں ان کا سورج ڈوبنے لگا۔شروع میں یورپ کس بلندی پر تھا اس کا اندازہ لگانے کے لئے ایک محقق کا یہ بیان پڑھتے چلئے۔

انگریزوں کا زوال۔

’’انیسویں صدی کے اختتام تک یورپ اپنی لچک دار ثقافت (لبرل تہذیب) کی وجہ سے دنیا میں ایک مقام حاصل کر سکا تھا۔مغربی یورپ میں عسکری طاقت اقتصادی ترقی، سائنسی ارتقا، فنکارانہ صلاحیتوں کی بوقلمونی اور درمیانی طبقے پر مشتمل عمرانیت سے ایسا لگتا تھا کہ یہ کیفیت غالباً کبھی تنزل پذیر نہیں ہوگی۔‘‘ مگر یہودیت نوازی اور فلسطینیوں پر مظالم نے آج یورپ کا نقشہ ہی بدل دیا۔غالباً تاریخ میں یہ انگریز ہی ہیں جنہیں ساری دنیا سے اتنی جلدی بوریا بستر باندھ کر بھاگنا پڑا کہ ہر ملک اپنی آزادی کی تاریخ میں ان کے کالے کارنامے کو پیش کرنا باعثِ فخر سمجھتا ہے۔وہ تاج برطانیہ جس کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ اس کی حکومت میں سورج نہیں ڈوبتا۔آج خود اس کے اپنے شہر میں کبھی کبھی اندھیرا چھا جاتا ہے۔سارے ایشیاء وافریقہ اور امریکہ میں نہ صرف ان سے

چھٹکارے کی جدوجہد چل پڑی بلکہ خود ان کے عقائد وتصورات اور ان کا مذہب بھی لرزنے لگا۔
۸۹۶ برس بعد واپسی والے انگریز آج خود یہودیت سے کتنے خوف زدہ ہیں اس کا اندازہ پادری جبر الڈب ویزوڈ کی مشہور کتاب ’’عیسائیت کے خلاف یہودی سازش‘‘ سے لگایا جا سکتا ہے وہ لکھتا ہے

وہی طاقت جس نے انیس سو برس پہلے مسیح کو صلیب دیا تھا آج کلیسا کو صلیب پر چڑھانے کے لئے کوشاں ہے (عیسائیت کے خلاف یہودی سازش ۶)

اسلام دشمنی اور مسلم مخالفت میں عیسائیت نے جو سازش رچی تھی آج وہ خود اسی شکنجے میں اسی طرح پھنس چکی ہے کہ عام آدمی سے لے کر پوپ پال تک پوری عیسائی دنیا ان کے دم تزویر میں پھنسی کراہ رہی ہے۔جب چاہتے ہیں وہ ان کے مذہب کی دھجیاں بکھر کر بائبل میں ترمیم وتنسیخ کروا دیتے ہیں۔جس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جب مذہب کی بنیادی کتاب بائبل تک آج بھی منزل کی تلاش میں سرگرداں ہے تو خود مذہب کے پیروکاروں کی منزل کیا ہوگی۔

بالآخر دنیا ایک دن وہ منظر بھی دیکھے گی کہ یہودیت کی پشت پناہی اور صیہونیت کے تزویراتی فریب میں پھنسے فرعون وقت بنے ظلم وستم کا ریکارڈ توڑنے والوں سے نہ صرف نہ ان کی نسلیں نفرت کر رہی ہوں گی بلکہ وہ خود بھی اپنے ظلم وستم کی بھٹی میں سلگتے ہوئے مدد کے لیے کاشہء گدائی لیے گھوم رہے ہوں گے۔

عربوں کی دین بیزاری۔

اسرائیلی کامیابی میں صرف انگریزوں کی پشت پناہی سب کچھ نہیں ہے بلکہ عربوں کی دین بیزاری، قومی تفاخر اور علاقائی تعصب خصوصاً نجدیوں اور سعودیوں کی حرمت اسلام کی پائمالی بھی شامل ہے۔جب اسرائیلی اپنے حدود سلطنت بڑھانے کے لئے پروگرام کو عملی جامہ پہنانے والا تھا اس وقت سارے یہودیوں نے روزہ رکھا اور گریہ ومناجات کا سہارا لیا مگر مصری صدر جمال، عبد

الناصر ''نحن ابناالفرعون'' فرعون کی اولاد ہیں کا نعرہ بلند کررہے تھے اور اسلام کے عالمی اخوت کے تصور کو مٹا کر عرب قومیّت کا بگل بجا رہے تھے۔ ایک طرف وہ عرب قومیّت کا نعرہ بلند کررہے تھے تو دوسری طرف سعودی عرب وہابیت کے فروغ اور مساجد ومزارات کی بے حرمتی اور اسلامی آثار و نشانی کی بربادی پر فتح ونصرت اور کامیابی وکامرانی کا خواب دیکھ رہا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ نہ ان کے پاس ایمانی طاقت رہی نہ مادی قوت۔ مقامات مقدسہ کی بے حرمتی، انبیاء واولیاء کی شوکتوں کی پائمالی کی وجہ سے زبردست دولت رکھنے کے باوجود انہیں کبھی روس کی غلامی کا منہ دیکھنا پڑا تو کبھی امریکہ کی غلامی کا طوق گلے میں ڈالنا پڑا۔ حقیقت یہ ہے کہ جب تک یہ اپنی روش کو تبدیل نہیں کریں گے، محمد عربی ﷺ کی عظمت ورفعت کو نہیں سمجھیں گے اور اسلامی تہذیب وتمدّن اسلامی کلچر کو نہیں اپنائینگے تب تک غلامی ان کا مقدر رہے گی اور وہ دوسروں کے دست نگر بنے کاسۂ گدائی لئے گھومتے رہیں گے۔

چوتھا مرحلہ:۔ دور مسیحائی ۔ ۱۹۶۷ء کی زبردست کامیابی نے انہیں اپنے آخری منصوبے کی تشکیل اور اسے عملی جامہ پہنانے کا موقع فراہم کردیا۔ جس کے لئے وہ دوہزار سال سے بے چین و بے قرار تھے۔ اب اس جنگ کی فتح نے انہیں اتنا خمار آلود کردیا کہ اب وہ اس کی تکمیل کے لئے بڑے مستعدی اور نہایت چالاکی سے قدم آگے بڑھا رہے ہیں۔

پہلا حصہ قبۃ الصخرہ کی مسماری۔

جس کا ایک حصّہ قبۃ الصخریٰ اور مسجد اقصیٰ کی مسماری اور ہیکل سلیمانی کی تعمیر ہے۔ دوسرا حصّہ ''ارض میراث'' پر قبضہ ہے۔

جہاں تک ہیکل سلیمانی کی تعمیر کا معاملہ ہے اس پر عمل درآمد کے لئے اسے بھی کئی مراحل سے گزرنا ہے۔ اس سلسلے میں اسے دنیا کے ایک ارب مسلمانوں کے شدید ردعمل کا جہاں خوف ہے

وہیں خود اس کے یہاں مختلف فرقے باہم دست وگریباں ہیں۔ کچھ کا کہنا ہے کہ ہیکل کی تعمیر مسیح موعود آکر کرے گا جس کا وہ صدیوں سے انتظار کررہے ہیں۔ یہ ان کا قدامت پسند گروہ ہے۔ ان کا مسیح موعود وہی ہے جسے حدیث پاک میں مسیح دجّال کہا گیا ہے۔ جبکہ دوسرا گروہ جو جدّت پسند واقع ہوا ہے وہ سمجھتا ہے کہ جس دن سے قدیم بیت المقدس اور دیوار گریہ پر ہمارا قبضہ ہوا۔ اسی دن سے ہمارے لئے دور مسیح (MESSIANIC YER) شروع ہوچکا ہے۔ اس سلسلے میں یہودی فوج کے چیف ربّی کا یہ بیان نہایت اہمیت کا حامل ہے جو اس نے فتح بیت المقدس کے بعد دیوار گریہ کے پاس کھڑے ہوکر توارۃ اٹھا کر کہا تھا۔

''آج ہم (یہودی قوم) دور مسیحائی میں داخل ہورہے ہیں''

یہ وہ حالات ہیں جس کی بنیاد پر وہ آگے بڑھنے کی ہمت کرتے ہوئے ڈر رہے ہیں۔ اس لئے وہ نہایت خفیہ طریقے پر منظّم انداز سے خموشی کیساتھ اپنے منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش میں لگے ہیں۔ اس خفیہ پلان کے تحت کبھی بیت المقدس میں آگ لگا کر عالمی ردعمل کا اندازہ لگایا جاتا ہے تو کبھی مسجد خلیل میں لاشوں کا (۱) انبار لگا کر لوگوں پر خوف اور دلوں میں دہشت طاری کی جاتی ہے اور کبھی اولوالعزم انبیا کرام کے نور ونکہت سے پرنور آثار کو، روحوں میں تازگی پیدا کرنے والے ولیوں کے عظیم تبرکات، مردہ دلوں میں کردار وعمل کی حرارت پیدا کرنے والے مجاہدین اسلام کے مزارات اور بندوں کا ٹوٹا ہوا رشتہ خدا سے جوڑنے والے اسلام کی بے شمار

حاشیہ (۱) ۱۱/اپریل ۱۹۸۲ء کو اسرائیلی فوج کا ایک یہودی ملازم ایلٹ گولڈ میں نے m۱۶ مشین گن لے کر جمعہ کی نماز میں مشغول نمازیوں پر اندھا دھند فائرنگ کرکے سیکڑوں مسلمانوں کو شہید کر کے دہشت گردی کا جو ریکارڈ قائم کیا اس سے پوری دنیا واقف ہے۔ محمد علی

نشانیوں پر حملہ کیا جاتا ہے تاکہ آنے والی نسلیں قلب وجگر کو سدرہ کی پرنور بہاروں سے منور کرنے والے انبیاء کے آثار، دلوں کے آفاق پر عظمت اسلام کا پرچم لہرانے والے اولیاء کرام کے مزارات اور دنیا کو اسلام سے قریب کرنے والی اس کی مقدس نشانیوں سے دور ہوکر اپنے شاندار ماضی سے ہی رشتہ توڑ بیٹھے، یہی نہیں بلکہ نہایت خاموشی کے ساتھ وہ عالمی سطح پر ہر جگہ مسلمانوں کی نشانیوں پر تاک لگائے بیٹھے ہیں اور انہیں مٹانے کے لئے ہر روز نت نئے پلان بنارہے ہیں ۔ جیسا کہ ہندوستان میں بابری مسجد کے ساتھ ہوا۔جس سال ۱۹۹۲ء ہندوستان کے وزیراعظم نے علی الاعلان اسرائیل سے سفارتی تعلقات قائم کئے اسی سال ۶ر دسمبر ۱۹۹۲ء کو بابری مسجد کی شہادت کا وہ درد ناک واقعہ پیش آیا جس نے ہندوستان کی عدلیہ کا وقار ہی مجروح نہیں کیا، یہاں کے قانون کا جنازہ ہی نہیں نکالا بلکہ ساری دنیا میں ہمارے پیارے وطن ہندوستان کی عظمت اور اس کے وقار کو زبردست نقصان بھی پہونچایا۔اس طرح کے حادثات سے عالمی سطح پر نہایت خموشی سے ذہن بنایا جا رہا ہے کہ مسلمانوں کی جو بھی نشانی ہے وہ کسی نہ کسی قوم کی کوئی نہ کوئی نشانی کو توڑ کر بنائی گئی ہے۔اس طرح کی ذہن سازی اور اس طرح کی فریب دہی سے ان کا مقصد اصلی یہ ہے کہ جب کبھی وہ حالات پر قابو پانے کے بعد قبۃ الصخریٰ اور بیت المقدس کو ڈھائیں اس وقت انہیں عالمی سطح پر نہ صرف انصاف پسندوں کی طرف سے کسی ردعمل کا خطرہ نہ رہے بلکہ در پردہ سبھوں کا تعاون بھی حاصل رہے

ارض میراث پر قبضہ۔

دوسرا پروگرام ’’ارض میراث پر قبضہ اور تسلط ہے۔جس میں مصر،شام،ترکی کا مشرقی اور جنوبی حصہ کے علاوہ خیبر اور خندق سے گزر کر حرمین طیبین تک شامل ہے۔لہٰذا جہاں یہودی قبۃ الصخریٰ اور بیت المقدس تک کی مسماری اور اس کی شہادت کے لئے فضا ہموار کر رہے ہیں وہیں

امریکہ اور برطانیہ کی سرپرستی نیز اقوام متحدہ کی پشت پناہی میں نہایت خاموشی سے اپنے اس مقصد کے طرف بھی قدم بڑھا رہے ہیں ۔ عالمی امن واماں کی ٹھیکیداری کرنے والا پہلا ادارہ مجلس اقوام (LEAGUE OF NATIONS) نے فلسطین کو انگریزوں کے انتداب (EAN OATE) میں دے کر لاکھوں عربوں کو بے یارومددگار چھوڑ کر در بدر بھٹکنے کے لئے مجبور کر دیا۔ بالآخر ان یتیموں، بیواؤں کی ’’آہوں‘‘ نے نصف صدی کے اندر مجلس اقوام (LEAGUE OF NATIONS) کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور اب اس کی جانشینی کے فرائض انجام دینے والا اقوام متحدہ (U.N.O.) اپنے منصب عظیم سے ہٹ کر اور اپنے وقار پر کلنگ کا ٹیکہ لگوا کر ایک رکھیل اور ایک داشتہ کی حیثیت سے ظلم وستم کی نئی تاریخ کا بوجھ سر پر لادے اسی منزل کی طرف تیزی سے بڑھ رہا ہے جہاں دنیا ایک دن اس کی موت کا دردناک منظر بھی دیکھے گی۔

یہودیوں کی ۱۲۰ شدت پسند تنظیمیں۔

اس وقت اسرائیل میں تقریباً ۱۲۰ شدّت پسند یہودی تنظیمیں مصروف عمل ہیں۔جس میں ۲۵ تنظیمیں تو وہ ہیں جن کا اصلی مقصد مسجد اقصیٰ کو شہید کرکے ہیکل سلیمانی کی تعمیر کرنا ہے۔ان تنظیموں نے ’’القدس لیگ‘‘ نام سے اپنا ایک سیاسی اتحاد بھی بنا رکھا ہے۔جس نے ۱۹۹۶ء میں وزیراعظم نیتن یاہو کے ذریعہ ان سرنگوں کی کھدائی کا افتتاح بھی کروایا جو مسجد اقصیٰ کے نیچے ہیں یہ تقریباً ڈھائی میٹر اونچی اور نصف میٹر چوڑی نیز ۳۵۰ میٹر لمبی مسجد کے دیوار کے متوازی چلی گئی ہے۔جس کا انکشاف غالباً ۱۹۶۸ء میں ہوا تھا۔جب اس کے افتتاح کی کاروائی چل رہی تھی تو اس موقع پر مسلمانوں نے نہایت پرامن اور جمہوری طور پر مظاہرہ کیا مگر یہودیوں نے حسب سابق دہشت گردی کے پرانے تسلسل کو قائم رکھنے کے لئے گولیوں کی بوچھار کر دی جس نے دہشت گردی کے ریکارڈ میں پھر ایک نئے باب کا اضافہ کر دیا۔اس دہشت گردی میں ۱۸۰ بے قصور مسلمانوں نے جام شہادت نوش کرکے

تاریخ دعوت وعزیمت کے ٹمٹماتے ہوئے چراغوں کو اپنے خوں سے نئی زندگی دی۔

آج کھدائیوں کا کام بہت حد تک پورا ہو چکا ہے اور ''حشمونایم'' نامی جن سرنگوں کا افتتاح سرکاری سرپرستی میں کیا گیا ان میں جدید الیکٹرونک سائن بورڈوں کے ذریعہ مستقبل کا سارا نقشہ اس طرح واضح کیا گیا ہے کہ مسجد اقصیٰ کی جگہ یہودی طرز تعمیر کا ایک نیا شہر کا پورا ماسٹر پلان سامنے آجاتا ہے۔ اس وقت بھی ان سرنگوں میں مسجد اقصیٰ کے عین نیچے عارضی یہودی عبادت گاہ کی بنیاد ڈالی جا چکی ہے جس کے ذریعہ یہودیوں کو برانگیختہ کیا جارہا ہے کہ فی الحال زمیں کے نیچے اور جلد ہی زمیں کے اوپر۔ اس طرح ان کی دہشت پسندانہ ذہن کو مزید جلا دینے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اس جگہ بن گوریوں اور امریکی صدر بیگن کا یہ جملہ نہایت بامعنی ہے کہ القدس کے بغیر اسرائیلی کی کوئی اہمیت نہیں اور ہیکل سلیمانی (جو مسجد اقصیٰ کی جگہ تعمیر کیا جائے گا) کے بغیر القدس کی کوئی حیثیت نہیں۔

غرضکہ مسجد اقصیٰ کی آگ سے لے کر مسجد خلیل کے دردناک قتل عام تک، حکومت اسلامیہ کے حصّے بٹوارے سے لے کر فلسطین کی دھرتی تک، دنیا کے سب سے بلند کردار خدا کے مقدس نبیوں کے لئے بے حرمتی سے لے کر مزارات صحابہ تک ہر جگہ تباہی و بربادی اور ان کی مسماری کے لئے ہر روز نت نئے پلان بنائے جارہے ہیں۔ عجیب وغریب فتنوں کو جگایا جارہا ہے، مکروفریب کے نئے نئے راستے تلاش کئے جارہے ہیں تاکہ وہ منزل مقصود تک آسانی سے پہونچ کر خیبر وتبوک سے آگے بڑھ کر، حجاز مقدس کی دھرتی کو بھی ناپاک کرسکیں۔ ساتھ ہی ساتھ گنبد خضریٰ کی بے حرمتی، اس کے عظیم میناروں کی بربادی، اس کے مقدس گنبدوں کی مسماری بلکہ پیغمبر آخر الزماں سید عالم ﷺ کا کل ورخ کی جلوہ گاہ اور رحمت ونور کا ساون برساتا گنبد خضریٰ کو توڑ کر نیز خانہ کعبہ کے غلافوں کو جلا کر بے خوف وخطر اور بہ بانگ ودہل یہ اعلان کرسکیں۔

اسرائیلی سرحد۔

''اے اسرائیل تیری سرحد نیل سے فرات تک ہے''

انگریزوں نے بڑی چالاکی سے خصوصاً حکومت برطانیہ نے اپنے طویل المیعاد منصوبوں کے تحت پورے یورپ کو یہودی فتنوں سے نجات دلانے کے لئے فلسطین میں یہودی قومی وطن ہی نہیں بلکہ قومی ریاست تک انہیں پہونچا دیا جس سے نہ صرف برطانوی منصوبے کا پہلا مرحلہ مکمل ہوا بلکہ اب اسلامی روایات، اسلامی تاریخ، اسلامی آثار وتبرکات یہاں تک کہ انبیاء کرام کی عظمت، اولیائے کرام کی رفعت، مجاہدین اسلام کی جلالت اور ان کے مزارات کی ہر نشانی کو تلاش کرنا اور تلاش کر کے اُسے مٹانا یہودیوں کا شب وروز کا معمول بن چکا ہے، جہاں اسلامی تہذیب وتمدن کی بربادی اور اسلامی رفعت وعظمت کی پائمالی کے دردناک منظر ہر صبح وشام دیکھے جاسکتے ہیں۔

عالم اسلام کی تقسیم۔

دوسرے منصوبے کے تحت انہوں نے عالم اسلام کو چھوٹی چھوٹی ریاست میں بانٹ کر علاقائی تعصب، صوبائی نفرت، جغرافیائی حد بندیوں اور قومی ملی تفاخر کو ان میں ابھار کر نہ صرف ان کی سیاسی وحدت ختم کردی بلکہ ایمانی اتحاد کو بھی پارہ پارہ کرنے، فکری اتحاد کو نیست ونابود کرنے، ایمانی جاہ وجلال اور اسلامی شان وشوکت کو ختم کرنے کے لئے نت نئے فتنوں کو جنم دیا تاکہ ہماری صرف سیاسی وحدت ہی ختم نہ ہو بلکہ فکری اتحاد کا بھی جنازہ نکل جائے۔ بلکہ ماضی سے جوڑنے والی ہر نشانی اور پیغمبروں سے ملانے والے ہر تبرکات، یہاں تک کہ اسلام سے وابستہ رکھنے والے ہر آثار سے سارا رشتہ اور ہر قسم کا تعلق ہی ٹوٹ جائے۔

اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹانے کا منصوبہ۔

اس سلسلے میں حکومت انگلستاں نے اپنے مشہور جاسوس ہمفر سے (۱۷۱۰۔۱۷۳۶) کو

باضابطہ طور پر مصر، عراق، ایران، حجاز اور عثمانی سلطنت کے دارالخلافۂ استنبول میں جاسوسی کے لئے منتخب کیا۔ اپنے مشن کی تکمیل کے لئے اور سلطنت اسلامیہ کی بربادی اور اس کی تقسیم کے لئے حکومت برطانیہ نے بڑے عجیب و غریب ہتھکنڈے بھی استعمال کئے۔ سگریڑی وزارت نو آبادیات (MINSTRY OF REHABLITION) نے عالم اسلام میں پھوٹ ڈالنے اور انتشار پیدا کرنے کے لئے اپنے جاسوسوں کو جن چیزوں کی طرف متوجہ کیا اس میں نسلی وقبائلی امتیاز، جغرافیائی و قومی حد بندی نیز لسانی اور مذہبی اختلافات کو بڑھانے کے ساتھ ایک ہدات نامہ بھی تھا جس کا عنوان تھا۔ ''اسلام کو صفحۂ ہستی سے کیوں کر مٹایا جاسکتا ہے''

جس میں متعدد دفعات کے ساتھ ان نکات پر مخصوص دھیان دیا گیا تھا جس میں عشق رسول، عظمت اولیاء، مزارات مقدسہ کی بربادی، خصوصاً کفر اور بت پرستی مٹانے کے بہانے مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کے مزارات اور زیارت گاہوں کی تاراجی پر خصوصی توجہ شامل تھی، مورخین کا کہنا ہے کہ ہمفرے سے اپنے کام میں تنہا نہیں تھا بلکہ اس کے ساتھ مکمل ایک ٹیم تھی۔ جو تقریباً ۹ (نو) افراد پر مشتمل تھی۔ جن میں جی بلکوڈ اور ہنری فانس قابل ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ برطانوی مشن کو کامیاب بنانے کے لیے تقریباً پانچ ہزار جاسوسوں کا عملہ ہمہ وقت مملکت اسلامیہ میں شب و روز نت نئے نئے فتنوں کو جنم دینے میں لگا تھا۔ جن میں مرد اور عورت سبھی شامل تھے۔ جن کا کام عظمت مصطفےٰ پر تیشہ چلانا اور مسلمانوں کے دلوں سے اسلام اور پیغمبر اسلام سے عقیدت و محبت کے رشتے منقطع کرنا تھا۔ ہمفرے کے بعد قابل ذکر جاسوسوں میں لارنس آف عربیہ کا نام آتا ہے۔ جس کا اصل نام تھامس ایڈورڈ لارنس تھا۔ جس کا نسبی تعلق سر رابرٹ لارنس سے تھا جو ساڑھے سات سو سال پہلے صلیبی جنگوں میں شیر دل رچرڈ کے ہمرکاب رہ کر زبردست شکست کھا چکا تھا۔ اس طرح سے لارنس آف عربیہ کو اسلام اور مسلمانوں سے نفرت ورثہ میں ملی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے حکومت اسلامیہ کے ٹکڑے کرنے برطانوی مشن کو فروغ دینے اور عربوں خصوصاً نجدیوں میں قومی تعصب، ملی تفاخر

اور نسلی تفریق پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ اس سلسلے میں فلپ نائٹلی اور کولن سیمسن کی مشہور کتاب لارنس آف عربیہ دی سکریٹ (SECRET ARABIA THE OF LARENCE) میں اس کی تفصیلات دیکھی جاسکتی ہیں جس میں انہوں نے خفیہ فائلوں اور پوشیدہ دستاویز کی روشنی میں اس کے مکروفریب کو اجاگر کیا ہے۔ ہمفرے سے لے کر لارنس آف عربیہ تک مسلسل جاسوسوں کی ریشہ دوانیوں، عربوں کی حماقت خصوصاً نجدیوں کے فتنوں نے یہودیت و نصرانیت کے مشن کو زبردست فروغ دیا اور دیکھتے ہی دیکھتے مسلمانوں کی عظیم سلطنت ترکی جو تین براعظموں میں پھیلی ہوئی تھی ٹکڑوں میں بٹ گئی۔ فرانس نے الجزائر، تیونس اور مراکش چھین لئے، برطانیہ نے مصر پر پنجے گاڑے، آسٹریا نے ہنگری کے ساتھ مل کر بوسینا اور ہرزی گورنیا پر قبضہ جمالیا۔ اٹلی نے لیبیا کو دبوچا، بلقان کے صوبے بغاوت اور سازشوں کے ذریعہ نجد وحجاز کی دھرتی پر ترکی سے بغاوت اور انگریزوں کی حمایت کے بدلے وہابی حکومت قائم کر دی گئی۔ جس کی تفصیلات پروفیسر مسعود احمد صاحب پاکستان کی مشہور زمانہ کتاب جاں جاناں صفحہ ۱۴۷، ۱۴۸ میں اور پروفیسر عبدالقیوم صاحب کی تاریخ ساز کتاب تاریخ نجد وحجاز صفحہ ۳۳۵ اور ۳۸۸ وغیرہ میں آج بھی دیکھی جاسکتی ہے۔

فلسطین وحجاز کی بربادی پر فخر۔

نجد وحجاز قوم پرستی اور علاقائی تعصب کو ابھار کر حکومت اسلامیہ سے بغاوت اور آخر میں حرمین شریفین پہ نجدی قبضہ واقتدار کے لئے لارنس آف عربیہ نے جو ناقابل فراموش خدمات انجام دی اس کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے اور مسلمانوں پر عظیم احسان جتاتے ہوئے انگریز مورخ مسٹر لوول ٹامس کتنے فخریہ انداز میں کہتا ہے۔

''ایلن بائی نے ترکیوں سے فلسطین آزاد کرایا جو یہودیوں اور عیسائیوں کی مقدس سرزمین ہے۔

لارنس آف (ا) عربیہ نے ترکیوں سے عرب کو آزادی دلوائی جو لکھو کھا مسلمانوں کی متبرک زمین ہے (عرب میں لارنس کے ہمراہ)

اس کی اس خدمات کا عیسائی دنیا کو کتنا اعتراف ہے۔اس کا اندازہ اس سے لگایئے کہ حال ہی میں اس کی وہ سائیکل جس پر وہ ۱۹۳۵ء میں حادثہ کا شکار ہوا تھا نیلام کی گئی تو اس کے ایجنڈ جاں ٹرس نے اس کی دوملین پاؤنڈ قیمت رکھ کر ظاہر کر دیا کہ اس کے اس کارنامہ کی وجہ سے آج بھی پوری عیسائی دنیا میں اسے سر کا تاج بنائے ہوے ہے۔

غرضکہ فلسطین پر یہودی قبضہ اور لارنس آف عربیہ کے ذریعہ حرمین طیبین پر سعودی قبضہ نے حکومت برطانیہ کے مشن کو پایۂ تکمیل تک پہونچا کر عالم اسلام کو جس اضطراب میں مبتلا کیا اس پر مست ہوکر برطانوی وزیر اعظم لائیڈ جارج برطانوی پارلیمنٹ میں خوشی سے جھوم کر چیختا ہے۔'' آج ہم نے مسلمانوں سے صلیبی جنگوں کا بدلہ لے لیا''

اسلام دشمن طاقتوں کے خفیہ مشن کا اندازہ لارڈ کرومر (۱۸۸۳ تا ۱۹۰۷ء) کے اس بیان سے بھی لگایا جاسکتا ہے اس نے اس وقت دیا تھا جب وہ مصر میں برطانوی ایجنٹ بن کر آتا تھا۔وہ کہتا ہے۔ ''میری آمد کا مقصد صرف یہ ہے کہ میں تین چیزوں یعنی قرآن''

کعبہ اور جامعہ ازہر (اسلامی درسگاہ) کے اثرات کو ختم کر دوں''

بالآخر لگاتار جدو جہد، سعی مسلسل اور شب و روز کی محنت و جانفشانی نیز حکومت برطانیہ کی بے پناہ دولت وثروت سے ان جاسوسوں نے اپنے مشن کو اس طرح کامیاب کیا کہ عرب کی مقدس سرزمین کئی حصّوں میں بٹ کر ظاہراً عربوں کے ہاتھوں اور عملاً انگریزوں کے اقتدار میں چلی گئی۔

فلسطین پر شریف مکہ اور شاہ سعود کا کردار۔

شریف حسین (۱۸۵۲ تا ۱۹۳۱) جسے شریف مکّہ بھی کہا جاتا ہے اس نے انگریزوں کے دام تزویر میں پھنس کر عثمانی سلطنت سے بغاوت تو کر دی مگر جب ۱۹۲۱ء میں برطانیہ نے فلسطین کے تعلق سے ایک معاہدہ کا مسودہ دے کر کرنل لارنس آف عربیہ کو شاہ حسین کے پاس جدہ بھیجا تا کہ وہ عربوں کے تعلق سے برطانوی منصوبوں کو تسلیم کرتے ہوئے فلسطینی کو یہودی وطن بنانے کے برطانوی اور

صیہونی سازش میں شریک ہوجائے۔مگر شریف حسین نے اپنی ساری کمزوریوں کے باوجود غلامی کے اس دستاویز پر دستخط سے صاف انکار کر دیا۔اس کے انکار پر لارنس آف عربیہ نجدیوں کی طرف متوجہ ہوا۔جلد ہی اسے ان کی شکل میں ایک مضبوط معاون مل گیا جنہوں نے نہ صرف فلسطین کی تقسیم اور یہودیوں کی آبادی کی منظوری دے دی بلکہ انگریزوں کو ہر ممکن تعاون کا اطمینان بھی دلایا۔جس کی وجہ سے شریف حسین کی حکومت کا خاتمہ اور نجدیوں کے اقتدار کی تاریخ نے جنم لیا جس کے صلہ میں انگریزوں نے ایک طرف فلسطین کو یہودی مملکت بنانے میں بنیادی کردار ادا کیا تو دوسری طرف سعودی مملکت کی بنیاد مضبوط کرنے میں زبردست تعاون کیا۔اس طرح یہودیوں کو ارض موعود۔ ارض میراث۔اور قومی ریاست۔کی وراثت ملی تو سعودیوں نے انگریزوں کی دوستی اور ان کے مشن کے تقویت کے بدلے لارنس آف عربیہ کی سرپرستی میں نجد و حجاز کی وراثت پائی۔

ارض میراث پر یہودی سعودی کردار۔

اب دونوں کے دونوں اپنے اپنے ۔موروثی ۔زمین پر اسلام کے شاندار ماضی سے وابستہ رکھنے والے مآثر و مقابر کو ڈھانے اسلام کی عظمتوں کا خطبہ پڑھنے والے نشانیوں کو مٹانے او اسلام کے تقدس کا گیت گانے والے نشانی کو برباد کرنے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے اور بازی مار لے جانے کی فکر میں پریشان ہیں ۔یہودیوں کے بالمقابل نجدیوں نے تو دو قدم اور آگے بڑھ کر نہ صرف مآثر و مقابر اور مساجد تک مسمار کیا بلکہ حکومت سنبھالنے کے بعد ایک طرف المملکۃ العربیہ اسلامیہ کا نام اپنی خاندانی ملکیت کی بنیاد پر سعودیہ عربیہ رکھا تو دوسری طرف مسلم بادشاہوں کے نام جو خط لکھا اس میں اس بات پر خاص طور پر زور دیا گیا کہ

''اللہ ایک ہے اور محمد اس کے بندے اور رسول ہیں مگر محمد کی تعریف کرنا یا
ان کی تعظیم کرنا کوئی ضروری نہیں (خاک حجاز کے نگہباں صفحہ ۱۷ تاریخ نجد و حجاز)

قابل غور بات یہ ہے کہ مسلمان حضرت عیسیٰ، حضرت موسیٰ اور حضرت ابراھیم علیہ السلام کی بھی حد درجہ تعظیم کرتے ہیں، انہیں خدا کا مقدس رسول مانتے ہیں اور رسول ہونے کی حیثیت سے ان کی تعریف و تعظیم بھی کرتے ہیں۔ دوسری طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عیسائی، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ابراھیم علیہ الصلوۃ والسلام کو یہودی بھی مانتے ہیں۔ چونکہ سعودی حکومت انہیں کے تعاون سے اور لارنس آف عربیہ کے پروگرام کے تحت قائم ہوئی تھی اس لئے یہود و نصاریٰ کے خوف سے ان کی تو یہ ہمت ہی نہیں ہو سکی کہ وہ ان کے تعلق سے کہہ سکیں کہ ان کی تعریف کرنا اور ان کی تعظیم کرنا کوئی ضروری نہیں ہے مگر رسول پاک ﷺ کے تعلق سے ہر سعودی یہ راگ مسلسل الاپے جا رہا ہے۔ اس سے سعودیوں کے جزبۂ احسان شناسی اور حق نمک کی ادائیگی کا ناقابل فراموش بلکہ تاریخ سازا کارنامہ بھی سامنے آتا ہے اور حکومت برطانیہ و امریکہ سے بھرپور تعاون کا سہارا بھی ملتا ہے۔

انہدام مزارآت اور آثار قدیمہ۔

ماضی میں مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ میں شرک و بت پرستی کے نام پر عشق و عرفاں کے کیسے کیسے مراکز ڈھائے گئے اس سے ساری دنیا اچھی طرح واقف ہے اور اب خود سیّد عالم ﷺ کے پیاری والدۂ مکرمہ سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر کفر و شرک کا فتویٰ لگا نجدی حکومت نے ان کے مزار مقدس کے ساتھ جو گستاخی کی ہے اس نے سارے عالم اسلام کو تڑپا دیا۔ یہ وہ مقدس مزار تھا جس کی زیارت خود رسول پاک ﷺ نے کی اور تنہا نہیں کی کہ اکیلے خود جا کر زیارت فرما کر واپس تشریف لے آئے ہوں بلکہ اپنے ساتھ صحابہ کرام کی مقدس جماعت کو بھی لے گئے اور وہاں پہونچ کر خود بھی زیارت کی اور انہیں بھی زیارت کروائی۔ جس کی تفصیل مسلم شریف میں آج بھی دیکھی جا سکتی ہے۔

سیدہ آمنہ کا ایمانی پیغام اپنے شہزادے کے نام۔

سیّدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وہ شعر جس کی تجلیات سے دلوں کے آفاق پر توحید کا جالا پھیلتا ہے اور جس کی تنویر سے قلب و جگر میں خدا کی عظمت و جلال کا نور برستا ہے وہ آج بھی ہمیں دعوت فکر دے رہا ہے۔ آپ اپنے ننھے شہزادے کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرماتی ہیں۔

تبعث فی التحقیق و الاسلام (ترجمہ) اگر وہ ٹھیک اترا جو میں نے خواب دیکھا ہے تو
دین ابیك البرّ ابراهام — یقیناً اسلام کے سلسلے میں بحیثیت نبی اپنی ذمہ داری
فالله انهاك عن الاصنام — نبھاؤ گے جو تمہارے باپ حضرت ابراھیم علیہ السلام کا
ان لا تو الیها مع الاقوام — دین ہے۔ اللہ کی قسم دے کر تجھے بتوں سے منع کرتی ہوں
کہ قوم کے ساتھ ان کی دوستی نہ کرنا۔ (دلائل النبوۃ امام ابو نعیم)

جس وقت قبیلہ نبی طے کی دایہ حضرت حلیمہ نے آپ کو گود میں اٹھایا۔ اس وقت عرب والے دیوی دیوتا اور لات وعزی کی پناہ مانگا کرتے تھے مگر سیّدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جزبۂ توحید نے اور خدائے واحد کی ذات پر ایمان کامل اور یقین و اعتماد نے جو پناہ طلب کی اس میں نہ صرف آسمانی توحید کا جلال برس رہا ہے بلکہ اس کی دھمک سے لات وعزی کا سنگھاسن بھی ڈول رہا ہے۔ آپ فرماتی ہیں۔

اعیذ بالله ذی الجلال — من شر ما مر علی الجبال

میں اللہ ذوالجلال کی پناہ طلب کرتی ہوں اس شر سے جو پہاڑوں پر چلتا ہے۔ آہ! یہ کیسا ایمان ہے کہ جس پاک ہستی نے دور جاہلیت میں بھی خدائے واحد کی وحدانیت کا ڈنکا پیٹا آج ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۹۹۹ء میں اس کی نشانی کو نہ صرف مٹا دیا گیا بلکہ چشم دید لوگوں کا بیان ہے کہ صدیوں بعد صحیح و سالم نکلنے والی اس لاش کو بھی وہاں سے غائب کر دیا گیا۔

صدیوں بعد صحابہ کی زندہ لاش۔

۱۹۳۳ء میں عراق میں صحابیٔ رسول حضرت حذیفہ اور حضرت جابر ابن عبداللہ کی چودہ سو سال بعد نکلنے والی صحیح وسالم لاش نے سائنس اور ڈاکٹری کی دنیا میں انقلاب برپا کر کے اسلام کے صداقت کا عملی ثبوت پیش کیا تھا جسے دیکھ کر ہزاروں غیر مسلموں نے بھی اسلام کی عظمتوں کا اعتراف کرتے ہوئے کلمہ توحید پڑھا تھا۔کتنی عجیب بات ہے کہ اسلام کو مٹانے والے غیر مسلم کلمہ پڑھ کر اسلام کے پاسباں بن گئے ۔مگر نجدی شقاوت و بربریت کی انتہا دیکھئے کہ صدیوں پرانی لاش کی محفوظ صورت دیکھ کر بھی ان کے دل کی سیاہی نہیں مٹی۔

نجدی حکومت نے خدائے واحد کے اس پرستار اور توحید کے علمبردار کے مزار کے ساتھ جو ناپاک حرکت کی اس نے نہ صرف عالم اسلام کو دہلا دیا بلکہ اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹانے والے برطانوی مشن کو بھی اپنے اس کردار سے زبردست تقویت پہونچائی۔

پوجا یا احترام۔

ان کے اس لرزہ خیز مظالم پر جب ہر طرف سے چیخ و پکار شروع ہوئی تو گھبرا کر ان کے کچھ زر خرید غلاموں نے یہ افواہ اڑا دی کہ وہاں مزار کی پوجا ہو رہی تھی جس کی وجہ سے حکومت کو یہ شرمناک قدم اٹھانا پڑا۔جس دھرتی پر حکومت کے خلاف سوچنے پر بھی کوڑے برستے ہوں، جہاں قدم قدم پر سعودی ایجنٹ فرضی توحید کا کوڑا لیتے پھرتے ہوں وہاں اس طرح کی ہوا اڑانا اور افواہ کا بازار گرم کرنا نجدیوں ہی کی اُپج ہو سکتی ہے۔ساری دنیا اس حقیقت سے اچھی طرح واقف ہے کہ چودہ سو سال سے آج تک جن کی پوجا نہیں ہوئی۔حد تو یہ ہے کہ سعودی حکومت کے پچھتر سالہ دور میں بھی، شاہ سعود سے لے کر شاہ فیصل تک جنکی پوجا کسی نے بھی نہیں کی۔آج یہ اچانک ۱۴۱۹ھ میں شاہ فہد کے دور میں ان کی پرستش کیسے شروع ہوگئی؟۔جن لوگوں نے وہاں کے حالات کا تحقیقی جائزہ لیا ہے ان کا کہنا

ہے کہ جس طرح یہودی حکومت جب کسی اسلامی آثار اور اسلامی نشانی کو مٹانا چاہتی ہے تو پہلے خود آگ لگاتی ہے پھر بعد میں لوگوں کے ردعمل سے بچنے کے لئے کسی پاگل کو سامنے کھڑا کر کے خود کو معصوم ثابت کرنے لگتی ہے۔اس طرح اب سعودی حکومت بھی ان کی اقتدا اور ان کی پیروی میں کسی پاگل کی تلاش میں دردر کی خاک چھان رہی ہے۔کچھ لوگوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ سعودی حکومت جب کبھی کوئی ایسا کام کرنا چاہتی ہے تو کچھ لوگوں کو ایجنٹ بنا کر خود ہی ان سے اس طرح کی حرکت کروا دیتی ہے تاکہ اس کے لئے جواز کی کوئی صورت پیدا ہو سکے اور کبھی خود ہی فرضی الزام لگا کر اپنے پروگرام کو آگے بڑھاتی ہے جیسا کہ یکم محرم ۱۴۰۰ھ مطابق ۲۰ نومبر ۱۹۷۹ء میں حجاز کے کچھ اصلاح پسندوں پر مہدی موعود کا الزام لگا کر اور مہدی موعود کا مدعی بنا کر انہیں قتل کروا دیا اور پھر اپنے زر خرید غلاموں کے ذریعہ ساری دنیا کو سمجھایا گیا کہ یہ لوگ دعویٰ مہدیت کر رہے تھے۔جس کی بنیاد پر انہیں قتل کروایا گیا جبکہ وہ سعودیوں کی غلط روش پر انہیں روکنا چاہتے تھے مگر ان پر مہدیت کا جھوٹا لزام لگا کر تہہ تیغ کر دیا گیا۔ان کے اس فرضی الزام کی تشہیر میں ندویوں اور مودودیوں سے لے کر اہل حدیث اور تبلیغی جماعت تک ایک دوسرے سے بازی یوں مار لے جانے کے لئے آج تک دست بگریباں ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ دنیا میں کسی بھی دانشور اور عقل مند نے ان کی ان باتوں پر کبھی کوئی دھیان نہیں دیا۔ساری دنیا اس حقیقت سے اچھی طرح واقف کہ جو مسلماں زندگی بھر خانہ کعبہ کے طرف رخ کر کے دن میں پانچ بار نماز ادا کرتا ہے مگر اس کے باوجود وہ اس کی پرستش نہیں کرتا، جو عاشق رسول گنبد خضریٰ کی پرنور فضاؤں میں پہونچ کر بھی اس کی پوجا نہیں کرتا وہ رسول پاک ﷺ کی والدہ مکرمہ کے مزار کے ساتھ ایسا کیسے کر سکتا ہے۔اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ اگر اسی بنیاد پر رسول پاک کی والدۂ مکرمہ کے ساتھ گستاخی کی جا سکتی ہے تو بتایا جائے کہ اگر کوئی شخص

قرآن پوجنے لگ جائے تو کیا قرآن جلا دیا جائے گا؟ کوئی خانہ کعبہ کی پرستش کرنے لگ جائے تو کیا خانہ کعبہ ڈھا دیا جائے گا؟ کوئی حجر اسود کو سجدہ کرنے لگ جائے تو کیا حجر اسود اکھاڑ دیا جائے گا؟

مسجد اقصیٰ اور گنبد خضریٰ کے لئے متحدہ پروگرام۔

حقیقت تو یہ ہے کہ مسجد اقصیٰ ڈھانے کے لئے جس طرح یہودیوں نے طویل المیعاد منصوبہ تیار کر رکھا ہے اسی طرح انہوں نے حرمین طیبین کی ہر نشانی کو مٹانے اور گنبد خضریٰ کو ڈھانے کا بھی خفیہ منصوبہ بنا رکھا ہے۔اس کے لئے کبھی انگریز نواز اڈیٹر سعد الحرمین (ا) کے ذریعہ ماحول بنایا جاتا ہے تو کبھی مزارات مقدسہ اور اسلام کی نشانیوں کی پامالی کا طریقہ اپنایا جا رہا ہے۔

دوپہر کی دھوپ کی طرح ساری دنیا اس حقیقت سے باخبر ہے کہ جس دن جنت المعلیٰ اور جنت البقیع کی نشانیوں کو مٹایا گیا اس دن سے آج تک سعودی حکومت دنیا کی سب سے بڑی دولت رکھنے کے باوجود انگریزوں کی غلامی کا پٹہ گردن میں لٹکائے لعنت کا شکار ہے

حجاز مقدس کو اپنے خاندانی جاگیر سعودی حکومت'' میں بدل دینے کے باوجود ان کا مقدر نہیں بدلا۔عظیم الشان حکومت کے تخت پر بیٹھنے کے باوجود ان کی شہ رگ پنجۂ یہود میں ہے اور طوق غلامی ان کا مقدر بن کر اہل بصیرت کے لئے نشانِ عبرت بنا نشانی توڑنے والوں کے دردناک انجام کا اعلان کر رہا ہے۔اہل بصیرت اس حقیقت سے اچھی طرح واقف ہیں کہ جس

دن گنبد خضریٰ توڑا جائے گا۔اس دن صرف گنبد خضریٰ ہی نہیں شہید ہوگا بلکہ خانہ کعبہ کا غلاف بھی ان کے ناپاک ہاتھوں جلنے لگے گا۔مسجد اقصیٰ کی عظمت بھی پامال ہونے لگے گی۔قرآنی عظمتوں پر بھی حرف آنے لگے گا اور قومِ مسلم کا مستقبل بھی تاریکیوں میں گم ہونے لگے گا لگے گا (ا)

....

(ا) حاشیہ۔(اڈیٹر الدعوۃ ریاض نجد جس نے حکومت سعودیہ کو مشورہ دیا تھا کہ گنبد خضریٰ معاذ اللہ سب سے بڑا بت خانہ ہے اسے مسجد نبوی سے ہٹایا جائے۔دیکھئے اخبار پیام رحمت اور بلٹز بمبئی ۴؍ مارچ ۱۹۷۸ء

اسلامی نشانیون کی بربادی،سعودی نشانیون کی حفاظت۔

یہ بھی بڑی عجیب ٹریجڈی اور وقت کا عجیب المیہ ہے کہ ایک طرف اسلام کے تاریخ ساز اور انقلاب انگیز آثار و تبرکات کو کفر و شرک کے نام پر مٹانے کا منظّم پلان تیار کیا جا رہا ہے۔اس کے لئے لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں کا بجٹ پاس کیا جا رہا ہے،اس کے لئے مختلف ہتھکنڈے استعمال کئے جا رہے ہیں۔کبھی اسے فلسطین کی دھرتی پر ہیکل سلیمانی کی تلاش کا نام دیا جاتا ہے اور کبھی دیوار گریہ کا سہارا لے کر بیت المقدس،قبۃ الصخریٰ،مسجد خلیل،مسجد عمر اور مسجد اقصیٰ وغیرہ پر حملہ کیا جاتا ہے کبھی حرمین شریفین کی دھرتی پر شرک و بت پرستی کا نام لے کر اسلامی مقامات پر بلڈوزر چلائے جاتے ہیں کبھی ہندوستان میں بابری مسجد وغیرہ پر حملہ کیا جاتا ہے اور مسلم دور کی نشانیوں پر جھوٹے الزامات لگائے جاتے ہیں،کبھی اندلس (اسپین) میں اسلامی آثار اور ان کے تبرکات کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر مٹانے کا پروگرام بنایا جاتا ہے تو دوسری طرف دنیا کے من گھڑہت،فرضی،غیر تاریخی اور غیر مصدقہ آثار کو نئی زندگی دی جا رہی ہے۔،اسے زندہ کرنے اور دلوں میں اس کی عظمت اور اس کی اہمیت بیٹھانے کے لئے کانفرنس کی جا رہی ہیں،بین الاقوامی سطح پر ان کے تحفظ و بقا اور ان کے ادب احترام کے لئے تحریکیں چلائی جا رہی ہیں،

....

(ا) **سلطان صلاح الدین کی کامیابی کا راز۔** مورخین نے سلطان صلاح الدین ایوبی کی کامیابیوں کے مختلف اسباب میں ایک سبب یہ بھی تحریر کیا ہے کہ آپ دینی شعائر کی بہت تعظیم کیا کرتے تھے (۷ہ؁ فلسطین سازشوں کے نرغے میں) اسلام کے بطل جلیل سلطان صلاح الدین ایوبی نے دینی شعائر کی تعظیم پر فتح بیت المقدس کا پلان بنایا اور وہ کامیاب بھی ہوگئے۔ نجدی دینی شعائر کی توہین پر فتح کا خواب دیکھ رہے ہیں۔ایسی حالت میں فتح کیا نصیب ہوگی فاتحہ تک سے محروم کر دیئے گئے۔ محمد علی

ان کی عظمتوں سے دنیا والوں کو واقف کرانے کے لئے میڈیا، انٹرنیٹ وغیرہ کا سہارا لیا جا رہا ہے، اہل دانش اور ارباب فکر کو متوجہ کرنے کے لئے سیمینار منعقد کئے جا رہے ہیں۔ درحقیقت یہ بھی ایک سیاسی حربہ ہے۔ جس کے پس پشت اسلام دشمن نظریہ اور ملّت اسلامیہ کے خلاف خوفناک سازش چھپی ہے جو وقت کا انتظار کر رہی ہے۔ آج انہیں غیر مصدقہ آثار اور فرضی داستانوں کے ذریعہ قوم پرستی کو ابھارا جا رہا ہے۔ علاقائی تحفظ کی دعوت دی جا رہی ہے، قومی عصبیت کو پروان چڑھایا جا رہا ہے اور دنیا کو علاقائی بنیاد پر تقسیم کرنے کا منصوبہ تیار کیا جا رہا ہے یہی وجہ ہے کہ آج دنیا کو قبل اسلام کے آثار اور نشانیوں کی جو فکر ہے وہ اسلامی آثار اور اسلامی نشانی کی نہیں۔ جس کی وجہ سے آج ہمارا ایک عظیم طبقہ اپنے علاقائی آثار کے تحفظ کے لئے جس طرح جوش و جذبہ دکھاتا ہے وہ جوش اور وہ جذبہ خود اسلامی آثار و تبرکات اور اسلامی نشانی کے لئے نظر نہیں آتا۔

عالمی سطح پر ہر اسلامی نشانیوں پر یہودی سایہ۔۔

سرزمین مصر میں فرعونوں کے آثار کو زندہ کرنا، ایران میں اسلامی تہذیب کے مقابلے میں ایرانی تہذیب کو نئی زندگی دینا، یہاں تک کہ ۱۹۳۵ء میں ایک ادبی مجلس کو صرف اس لئے قائم کرنا تاکہ وہ فارسی زباں کو عربی زباں سے ''پاک'' کر سکے (تاریخ ملّت اسلامیہ جلد سوم صفحہ ۲۰۲) عربی سے رشتہ اور تعلق ختم کرنے کے لئے فارسی رسم الخط کو تبدیل کرنے کے لئے تحریکیں چلانے، ہندوستان میں اردو کو مٹانے کے لئے نت نئے ہتھ کنڈے استعمال کرنا، اس کے رسم الخط کو بدل کر دیوناگری رسم الخط اپنانے کی تحریک چلانا، پاکستان میں موہن جو دڑد، ہڑپا، ٹیکسلا، موہر گڑھ (بلوچستاں) وغیرہ کو ابھار کر اسلامی نظریات کو دفن کرنے کی سازشیں تیار کرنا، تیونس میں مغربی نظریات کے تحفظ کے لئے مساجد میں قائم لائبریریوں کو بدعت قرار دے کر انہیں ختم کرنا، اموی گورنر عبدابن الحجاب (۱۱۴ھ ۷۳۲ء) کی قائم کردہ اور عالم اسلام کی قدیم و تاریخ ساز یونیورسٹی جامعہ الزیتونیہ کے

تشخص اور پہچان کو ختم کر کے اسے لادینی مرکز بنانا، روس میں اسلامی مدارس اور مساجد کو مقفل کر کے غیر اسلامی رسم و رواج کو فروغ دینا یہ سب ایک منظّم اور ٹھوس منصوبے کے تحت کیا جا رہا ہے۔ ترکی جو کل تک مسلمانوں کی دل کی دھڑکن تھا یہودی فکر و نظر کی سیاہی لئے کمالی فکر و نظر کی وجہ سے وہ آج یورپ کی غلامی میں دن کاٹ رہا ہے۔ یہ بھی کیسا عجیب اتفاق ہے اور وقت کا کیسا المیہ ہے کہ جس شخص نے میدان کارزار میں انگریزوں کے جدید اسلحے سے لیس فوج کو بھاگنے پر مجبور کیا وہی مصطفےٰ کمال فکر و نظر کی دنیا میں انگریزوں کی غلامی کو سرمایہ افتخار سمجھنے لگا۔ میدان جنگ کا فاتح فکری دنیا میں اپنے زبردست حکومت اسلامی آثار و تبرکات سے دور اور قومی عصبیت کے نشے میں چور، جاہلی حمیت، لسانی تفریق، جغرافیائی حد بندی کرنے والے اسلام کے ماقبل کی غیر مصدقہ تاریخ کے پرستار اور غیر سند یافتہ آثار قدیمہ کے دلدادہ نظر آ رہے ہیں۔ وہاں عربی رسم الخط سے رشتہ توڑ کر لاطینی رسم الخط کو فروغ دیا جا رہا ہے۔ دور مسلم کی عظیم یادگار اور تاریخ ساز مسجد جامعہ ابا صوفیہ کو عجائب گھر میں تبدیل کرنا دراصل اسی فکر و نظر کا ترجمان ہے۔ جس میں اسلام کے عالمگیر روح پرور اور انسانیت نواز مشن کو مٹا کر علاقائی تعصب اور قومی عصبیت کو پروان چڑھایا جاتا ہے۔

خود سعودی عربیہ جو اسلامی آثار و تبرکات سے شرک و کفر کے نام پر سخت خوف زدہ اور انتہائی دہشت زدہ نظر آتا ہے۔ وہاں صرف مقابر و مآثر ہی پر حملہ نہیں کیا گیا بلکہ خدا کے نام پر بنائی گئی مساجد و مدارس تک مٹا دیئے گئے، مسجد بوقبیس مسجد ثنایا، مسجد مائدہ یہاں تک کہ اسلام کا سب سے پہلا مدرسہ دار بنی ارقم جہاں توحید کا پیغام دینے والے افراد ڈھالے گئے تھے۔ وہ ساری نشانیاں اس طرح مٹا دی گئیں کہ آج ان کا نام و نشاں تک ڈھونڈنے سے نہیں ملتا۔

نجدی وراثت کی حفاظت۔

ایک طرف شرک و بدعت کے نام پر دہشت گردی کا یہ عالم کہ مقابر و مزارات ہی نہیں

بلکہ مساجد و مدارس تک سے انہیں دہشت ہونے لگی دوسری طرف خود کا یہ کردار کہ اپنے تاریخی ورثہ کو، اپنے آبائی تبرکات کو، اپنے خاندانی آثار و نشانی کو محفوظ رکھنے کے لئے اور لوگوں کے دلوں میں اس کی عظمت وعقیدت بیٹھانے کے لئے کیسے کیسے ہتھ کنڈے استعمال کئے جا رہے ہیں اس کا اندازہ کرنا ہو تو ذیل کے ان واقعات کو پڑھیئے جس نے کفر وشرک اور بدعت وحرام کے ساری مصنوعی پردے اٹھا کر دنیا کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ انگریزوں کی سازشوں نے، ان کے مایۂ ناز جاسوس ہمفرے کی زبردست محنت نے، لارنس آف عربیہ کی شب وروز کی کوششوں نے، اور بیت المقدس کی اسلامی نشانیوں کو آگ لگانے والے صیہونیت نے، خادم الحرمین'' کو آج کس مقام پر پہونچا دیا؟

۲۹ر جولائی ۱۹۸۶ء کو سعودی شہزادہ سلمان بن ملک عبدالعزیز نے لندن کے اولیمپیا سنٹر میں سات کروڑ اور پچاس لاکھ پاؤنڈ سے ایک عظیم الشان نمائش لگائی۔ اس نمائش میں جہاں ایک طرف بے شمار سعودی تبرکات اور ان کے خاندانی آثار نیز ان کی پشتینی یادگار اور روایتی نشانیاں جمع کی گئیں تھیں وہیں شیشے کی ایک صندوق میں سعودی عربیہ کے بانی شاہ عبدالعزیز کا کُرتا بھی تھا۔ جسے بڑے ادب واحترام کے ساتھ سجا کر رکھا گیا تھا اور لوگوں کو اس کی زیارت کی ترغیب بھی دی جا رہی تھی۔ ساتھ ہی ساتھ برطانوی حکمت عملی کے تحت اور لارنس آف عربیہ وغیرہ جاسوسوں کی تربیت کے تحت اسلامی مملکت کے عظیم پاسبانوں کی پیٹھ پر بھونکا جانے والا وہ خنجر بھی نہایت قرینے کے ساتھ سجا ہوا تھا جسے ملک عبدالعزیز کے ہاتھوں نے مقدس بنا دیا تھا۔ یہی نہیں بلکہ اسی نجد کی دھرتی پر وہ محل بھی بطور تبرک محفوظ کر لیا گیا ہے جسے وہ آج تک اپنی خاندانی عظمت کی عظیم انشانی قرار دیتے ہیں۔ جس کے دیدار اور جس کے تصّور سے آج بھی ہر سعودی جھوم اٹھتا ہے اور اس پر عقیدت ومحبت کے موتی لٹانا اپنا اہم فریضہ سمجھتا ہے۔ کہاں کفر وشرک کی وہ دہشت گردی کہ اسلامی آثار و تبرکات کو چن چن کر مٹانا ان کا سب سے بڑا فریضہ بن چکا ہے اور کہاں خاندانی عظمت کی یہ وارفتگی کہ نجد سے ہزاروں میل دور انگلینڈ کی دھرتی پر خاندانی آثار و تبرکات کی زیارت کے لئے قوم کی عظیم دولت پانی کے طرح بہائی جا رہی ہے۔

پاکستان میں شاہ فیصل مسجد کا پس منظر۔

اسلام آباد (پاکستان) میں ایک بار حرم شریف کے سعودی امام نے نماز پڑھائی تو اس کی یاد میں کروڑوں روپیہ پانی کے طرح خرچ کر کے شاہ فیصل مسجد تعمیر کر دی گئی۔ اپنے ڈزائن اور بناوٹ کے اعتبار سے یورپین طرز اور چرچ نمونے پر بنی وہ مسجد آج بھی امام حرم کی نماز کی یاد دلا رہی ہے۔ مگر رسول پاک ﷺ کے نام پر بنی مسجد، ثنایا، مسجد بوقبیس وغیرہ کب کی مٹائی جا چکی ہے۔

مکہ شریف کے ایک محلّہ ام الجود میں ۱۳۰۰ مربع میٹر پر پھیلا ہوا امام کعبہ شیخ محمد السبیل کی نظامت میں۔ حرم شریف میوزیم۔ قائم کیا گیا ہے۔ جس میں حرمین شریفین کے مختلف نوادرات وغیرہ کے ساتھ ملک عبدالعزیز کا بنوایا ہوا باب کعبہ، اسی کے حکم سے محلّہ اجیاد کی سرکاری عمارت میں سعودیوں کے ذریعہ لگائی گئی گھڑی تک آج محفوظ کر لی گئی ہے۔

ایک طرف رسول پاک کے نام پر بنی مساجد، صحابہؓ کرام کی طرف منسوب مقامات مقدسہ اہلبیت عظام سے نسبت رکھنے والی چیزوں کو ڈھونڈ کر مٹانے والی قوم اپنے بزرگوں کے آثار، اپنے خاندان کے نشانات اور اپنے موروثی تبرکات کی حفاظت کے لئے کتنی بے چینی و بے قرار رہے۔ قدم قدم پر شرک کی دہشت گردی اور لمحہ لمحہ کفر کا فتویٰ لگانے والی قوم کے اس کردار پر آواز اٹھانا تو درکنار، اسی پر ناگواری کا اظہار کرنے کی بھی ان کے زرخرید غلاموں کو آج تک توفیق نہیں ہوئی۔

ہائے رے شقاوت و بربریت کی بوالعجی! نبی کا کلمہ پڑھنے کے باوجود نبی کے تبرکات، اسلامی آثار، ایمانی نشانی اور مقدس صحابہ کرام کے مزارات سے اتنی نفرت کہ بلڈوزر چلا کر بھی شقاوتوں کی آگ نہیں بجھی، دوسری طرف انگلینڈ کی دھرتی پر نمائش کے نام پر زیارت کروائی جانے والی سعودی آثار اور شاہ سعود ملک عبدالعزیز وغیرہ کے تبرکات پر لاکھوں کروڑوں روپیہ خرچ کرنے کے باوجود اس کا قلق کہ ہم خاطر خواہ اس کی زیارت بھی نہیں کروا سکے اور نہ ہی فتویٰ لگانے والے

یہاں زبان ہلا سکے پتہ نہیں انہوں نے نبی کا کلمہ پڑھا ہے یا لارنس آف عربیہ اور ہمفرے کا

انکا ایک کردار وہ ہے، جو حرمین شریفین کے مقامات مقدسہ کے تعلق سے ظاہر ہوا۔

دوسری طرف خود اپنے بزرگوں کی نشانیوں کے تحفظ کے لئے انھوں نے جو رویہ اختیار کیا اسے دیکھیے۔ تیسری طرف بیت المقدس اور فلسطین میں یہودیوں کا مقامات مقدسہ کے تعلق سے ظلم وستم پر نظر دوڑائیے اور پھر اس رپورٹ پر غور کریئے جوان کے مشن کو فروغ دینے والے اخبار سہ روزہ دعوت میں ۷ دسمبر ۲۰۱۵ کو شائع ہوا۔ جس کی تفصیل خود اخبار کے زبانی پڑھیئے۔

ریاض سعودی عرب کی کابینہ نے فلسطین میں اسرائیل فوج کی منظّم ریاستی دہشت گردی کی شدید مذمت کی۔ کابینہ نے ایک بیان کہا ہے کہ قابض اسرائیلی فوج کے ہاتھوں نہتھے اور معصوم فلسطینیوں کا قتل عام، مقدس مقامات کی بے حرمتی دہشت گردی کی بدترین شکلیں ہیں (سہ روزہ دعوت ۷ دسمبر ۲۰۱۵ء)

یہودی مقامات مقدسہ کی توہین کریں تو دہشت گردی کی بدترین شکل سمجھی جائیں اور سعودی مقامات مقدسہ کی بے حرمتی کریں تو ایمان کی بہترین شکل مانی جائے۔ ان کے ٹکڑوں پر پلنے والے اور ان کے اگلتے ہوئے نوالے کھا کر اپنی صحت بنانے والے اس راز سے پردہ اٹھائیں تو بہتر ہوگا۔ اج سارا سنسار جانتا ہے کہ اس طرح کے واقعات اسرائیل میں سالوں سے مسلسل سامنے آرہے ہیں۔ اس اقدام کی انھیں تقویت سعودیوں کے اسی کردار سے ملی جو وہ شروع سے حرم مقدس کے تاریخی مقامات اور عظیم نشانیوں کے ساتھ مسلسل کرتے چلے آرہے ہیں۔ جس کا سلسلہ نہ اسرائیل میں روکنے والا ہے اور نہ ہی سعودی عرب میں! کاش عالم اسلام اب بھی جاگ جائے تو اسرائیلی ظلم پر روک لگائی جاسکتی ہے۔

ورنہ ایجنڈے پاس ہوتے رہینگے، تجویزیں آتی رہینگی، کانفرنسیں ہوتی رہینگی مگر آگے بھی اس کا وہی نتیجہ نکلے گا جو آج تک نکلتا آیا ہے۔

اسلامی شعار یہودیت کی زد میں۔

اسپین سے لے کر روس تک، بلغاریہ سے لے کر ہندوستان تک اور بیت المقدس سے لے کر حرمین طیبین تک ہر جگہ اسلامی آثار و تبرکات اور اسلامی نشانیوں کی بربادی دراصل اسی یہودی سازش کا ایک حصّہ ہے جسے ہمفرے نے اپنی کتاب میں تحریر کیا۔ جس کا منظّم پلان اور جس کا خفیہ نقشہ حکومت برطانیہ نے تیار کیا۔ جسے لارنس آف عربیہ نے قومی عصبیت کے زہر کے ساتھ دلوں میں اتارا، پھر ترکیوں سے بغاوت کا ذہن دے کر دماغوں میں بیٹھایا اور یہودیوں نے صدیوں پہلے جسے اپنا منزل مقصود قرار دیا۔ شام فلسطین کی تقسیم، بیت المقدس میں مسجد اقصیٰ کی بے حرمتی، صدیوں پہلے بسے ہوئے عربوں کا قتل عام، عربوں کی عورتوں، بیٹیوں کا برہنہ جلوس اور حجاز کی دھرتی پر جنت ا لمعلیٰ اور جنت البقیع کی بربادی سے جس پلان کی شروعات ہوئی اور گنبد خضریٰ کی پامالی اور مسجد اقصیٰ ، قبۃ الصخری کی مسماری پر جس کی انتہا ہے۔ جس کے پس پردہ برطانوی مشن کی تکمیل، جس کے پس منظر میں برطانوی جاسوس ہمفرے اور لارنس آف عربیہ کے لئے قلبی تسکین اور جس کے پس پشت یہودی پارلیمنٹ میں لکھی عبارت ’’اے اسرائیل تری سرحد نیل سے فرات تک ہے‘‘ کی عملی تصویر ہے۔

اسلامی شعار کے لئے دشمن طاقتوں کا پلان۔

اسلام دشمن طاقتوں نے اپنے مشن کو فروغ دینے کے لئے کبھی اسلام پر حملہ کیا، کبھی مسلمانوں کو فرقہ پرست، رجعت پسند، دہشت گرد اور ٹیرورسٹ بتایا، کبھی عشق رسول، عظمت اسلام، عقیدت اولیا پر فنڈا منٹلسٹ، بنیاد پرست اور رجعت پسندی کا الزام لگایا، کبھی بزعم خویش رسول پاک ﷺ کو منصب نبوت سے ہٹا کر عام آدمی، گاؤں کا چودھری اور خاکم بدہن اپنے جسے

گنہگار بشر کی صف میں کھڑا کرنا چاہا اور کبھی اسلامی آثار، نبوی تبرکات اور ایمانی نشانیوں کو تباہ کرنے کا سسازشی پلان بنایا۔ پھر وہ جیسے جیسے اپنے مشن میں کامیاب ہوتے گئے ویسے ویسے ہم تباہی و بربادی کے غار مزلت میں گرتے گئے۔ نہ صرف ہمارا اتفاق واتحاد بکھر گیا، نہ صرف خدا کے مقدس ولیوں سے اور اسلام کے قابل فخر ہستیوں سے ہم دور ہوتے چلے گئے بلکہ دھیرے دھیرے ہم ان کی فکر غلامی اور عملی بھکاری بنتے گئے۔ آج ان کی غلامی، یورپ کی بھونڈی نقالی، اپنے تابناک، ماضی سے بیزاری اور آثار مقدسہ سے دوری دراصل اسی سازش کا نتیجہ ہے جس نے آسمان کی رفعتوں پر اپنی عظمتوں کا پرچم لہرانے والی قوم کو دھرتی کے پستیوں میں بھی بسنے کے لائق نہیں رہنے دیا۔

دعوت فکر۔

یہ بربادی اور یہ پستی، یہ فکری تنزلی اور عملی تباہی، یہ عشق رسول سے محرومی اور اسلام کے مایۂ ناز ولیوں سے دوری، یہ اسلامی آثار وتبرکات سے بغاوت اور مذہبی نشانیوں سے نفرت، یہ فکر و نظر کو کہکشاں کا جمال دینے والے اور عقیدہ وعمل کو تقویٰ وطہارت کی نکہتوں سے معطر ومنور کرنے والے شعار اللہ کی حقارت، یہ باوقار تاریخ ساز ماضی سے جوڑنے والے اور مستقبل کو روشن وتابناک بنانے کا حوصلہ بخشنے والے طاقتوں سے دہشت ہمیں دعوت فکر دے رہے ہیں کہ دنیا میں ایک ارب سے بھی زیادہ ہونے کے باوجود، جغرافیہ کے کاغذ پر ۵۲ ملکوں سے بھی زیادہ نقشہ رکھنے کے باوجود اور زمیں کے بے شمار قیمتی وسائل پر قبضہ کے باوجود ہماری یہ ناکامی، ہماری یہ بربادی اور ہماری یہ پستی ہمیں اپنی خاموش زبان سے پیغام دے رہی ہے کہ ہم اس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتے جب تک عظمت اسلام، عشق رسول اور محبت اولیاء سے قلوب منور نہ ہوجائیں۔ اسلامی تبرکات اور آثار مقدسہ کی عطر بیز نکہتوں سے ہمارے دل ودماغ معطر نہ ہوجائیں۔ اس کی طلعتوں، عظمتوں اور رفعتوں نے کل بھی قوم مسلم کی پاسبانی کی تھی، انہیں بلندیوں کی معراج عطا کی تھی اور آج بھی اس کی

شوکتِ کمال اور اس کے جاہ جلال ہمارے مستقبل کو روشن وتابناک بناسکتے ہیں۔

سعودی سرزمیں پر حضرت محسن ملت کا اعلان۔

جنگ آزادی کے عظیم مجاہد، خلیفہ اعلیٰ حضرت، محسن ملّت حضرت مولانا محمد حامد علی صاحب فاروقی علیہ الرحمۃ بانی مدرسہ اصلاح المسلمین ودارالیتامیٰ رائے پور نے ۱۹۶۷ کے حج کے موقع پر ہندوستانی سفارت خانہ مکّہ معظّمہ کی ایک تقریب میں جس میں نجد وحجاز کے ذمہ دار افراد بھی شامل تھے وقت کی نباضی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ عشق رسول کے قوتوں نے اہل عرب کو اقوام عالم کا پیشوا بنایا تھا جس پہ حضرت عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ بیان گواہ ہے۔ جسے آپ نے صلح حدیبیہ کے وقت قریش کے سامنے دیا تھا۔ اور بعد میں دنیا نے اپنی آنکھوں سے اس کی عملی تصویر بھی دیکھی تھی۔ کاش آپ لوگ آج بھی یہود ونصاریٰ کی طرف دیکھنے کے بجائے اور امریکہ وردس اور انگلینڈ کا منہ تکنے کے بجائے محمد عربی ﷺ کو اپنا رہبر ورہنما مان لیں اور ان کی محبت کو سرمایۂ افتخار سمجھ لیں تو آج بھی دنیا وآخرت کی کامیابی آپ کے قدموں پر نچھار ہوسکتی ہے ورنہ دشمنان اسلام کی غلامی نے آج تک آپ لوگوں کو برباد کیا اور آئندہ بھی ان کی غلامی میں سوائے بربادی کے کچھ نہیں ہے۔

دنیا نے فرضی وغیر مصدقہ اور غیر تاریخی آثار سے تعصب کو جنم دیا، فرقہ پرستی کو بڑھاوا دیا، قوم پرستی اور نفرت وحقارت کا طوفاں اٹھایا۔ جبکہ...... اسلامی آثار تبرکات اور اس کی نشانیوں نے دنیا میں خدائی مشن کو پروان چڑھایا، انسانوں کی غلامی سے لوگوں کو نکال کر دلوں میں خدا کی بندگی کا جذبہ پیدا کیا، بھٹکی ہوئی انسانی روحوں کو خدائی آغوش سے نوازا۔ پتھرائے ہوئے سینوں میں عبدیت کا چشمہ جاری کیا۔ بے نور آنکھوں کو خدا کی تجلیات سے روشن ومنور کیا۔ اس نے فرقہ پرستی، رجعت پسندی، علاقائی تعصب اور جاہلی عصیب کے دلدل سے انسانوں کو نکال کر اس کے دلوں میں عالمی اخوت ومروت اور اتحاد واتفاق کا وہ مشن قائم کیا جس نے نفرت وحقارت کی

آندھیوں میں خلوص ومحبت کا، امن وشانتی کا، پریم ومحبت کا اور عقیدہ وایماں کا ایسا چراغ جلایا جو تاریکیوں کے قلزم رواں میں بھی، مینارۂ نور بن کر قیامت تک کاروان رشد وہدایت کی راہوں میں اجالا بکھیرتا رہے گا۔

تابوت سکینہ سے صفا ومروہ تک۔

تابوت سکینہ سے لے کر صفا ومروہ تک۔ خانہ کعبہ سے لے کر مسجد اقصیٰ تک۔ اصحاب کہف کے کتا سے لے کر رسول پاک ﷺ کی اونٹنی تک۔ جبل طور سینا اور وادیٔ زیتون سے لے کر جبل رحمت اور میدان عرفات تک۔ حجر اسود سے لے کر رسول پاک ﷺ کے موئے مبارک تک۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ مکرمہ حضرت مریم سے لے کر رسول پاک ﷺ کی والدہ مکرمہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما تک۔ ہر جگہ ایک ہی پیغام ہے، ہر مقام پر ایک ہی مدعا ہے، ہر سمت ایک صدا ہے، اور ہر طرف ایک ہی آواز ہے۔ جو پژمردہ روحوں کو تازگی، مردہ دلوں کو زندگی اور پریشاں دماغ کو ایمانی روشنی سے منور کرتی ہے۔ تاریک فکروں کو اسلامی تنویر سے جگمگاتی ہے اور اپنے خاموش زباں سے انقلابی دعوت اور تاریخ ساز فکر دے کر مومن کو مجاہدانہ کردار وعمل کا پیکر بناتی ہے۔ یہ دراصل حجری حروف میں۔ صوری زباں میں۔ اور مادّی تحریر میں خدائی پیغام ہے۔ اسلامی مشن ہے اور دینی تحریک ہے جو زباں حال سے پکار رہی ہے۔

ومن یعظم شعائر اللّٰہ فانھا من تقویٰ القلوب

ارض فلسطین کس کا وطن؟

مشہور یہودی پیشوا ابی یسرائیل ڈیوڈ ویس نے ۱۴ مئی ۲۰۱۲ء کو بیروت میں اسرائیلی ریاست کے قیام کے تعلق سے ایک ایسا بیان دیا جس نے دنیا کو حیرت زدہ کر دیا اور اسرائیلی ریاست کے تعلق سے یہودیوں کی قلعی کھول دیا اس کا کہنا ہے کہ

یہودی ریاست کا وجود توراۃ کی تعلیمات کے برعکس بالکل غلط ہے اور خدا کے ساتھ بغاوت ہے۔ توراۃ کے مطابق زمین کا ایک انچ بھی یہودی ریاست کے نام پر حاصل کرنا سخت منع ہے۔

یہودی بی یسرائیل ڈیوڈ ویس کے اس بیان کے بعد یہودیوں کے اس دعویٰ کی کیا حقیقت رہ جاتی ہے کہ خدا نے یہ ملک میراث میں انھیں دیا ہے۔

تاریخ گواہ ہے کہ یہودی نہ کبھی اس کے اصل باشندہ تھے اور نہ انھیں یہ ملک کسی وراثت میں ملا۔

ملک میراث کی حقیقت۔

حقیقت یہ ہے کہ خود بائیبل کی تفصیل کے مطابق تیرہ سو سال قبل وہاں عرب کنعانی اور فلستی بودوباش اختیار کئے ہوئے تھے۔ جو درحقیقت وہاں کے اصلی باشندے اور اس زمین کے اصلی حقدار ہیں۔ یہودیوں نے وہاں کے اصلی باشندوں پر حملہ کر کے اور انکے شہروں کو تہس نہس کر کے اس طرح سے وہاں قبضہ جمایا، جس طرح سے گورے انگریزوں نے امریکہ کے اصلی باشندے اور وہاں کے اصلی حقدار (Redintians) کا قتل عام کر کے اور انھیں تباہ وبرباد کر کے اسے قبضہ کر لیا۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے، جسکا تمام انصاف پسند مورخوں کو اعتراف ہے۔

تیرھویں صدی قبل مسیح یہودیوں نے اصل باشندوں کے قتل وغارت گری کے بعد اس ملک پر قبضہ جمایا اور اس کے تقریباً تین سو سال بعد دسویں صدی قبل مسیح میں حضرت سلیمان علیہ

اسلام کے والد گرامی سیدنا داوٗد علیہ اسلام نے وہاں ایک عظیم الشان عبادت خانہ کے تعمیر کا پروگرام بنایا، جوان کی زندگی میں پورا نہ ہوسکا،مگر انکے بعد ان کے صاحبزادے حضرت سلیمان علیہ السلام نے وہاں ایک عظیم الشان ہیکل کی تعمیر کی ۔جو تاریخ میں ہیکل سلیمانی (TEMPLEO OF SOLOMON)کے نام سے مشہور ہے۔

ارض فلسطین میں یہودیوں کا جانے سے انکار۔

آٹھویں صدی قبل مسیح شمالی فلسطین میں آشوریوں کے ذریعے اسرائیلیوں کا قتل عام ہوا۔ انھوں نے ان کا قلعہ قمع کر کے ان کی جگہ اس کے پرانے باشندوں کو لا بسایا، جو عربی انسل تھے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہودیوں کو فرعون کے ظلم وستم سے نجات دلائی اور انھیں لے کر ارض فلسطین کی طرف لوٹے ۔ اس وقت وہاں عمالقہ کی حکمرانی تھی ۔ جن کی بلند قامتی اور درازقدی کی وجہ سے یہودیوں پر ان کی ایسی دہشت طاری ہوئی کہ انھوں نے نہ صرف اس سے مقابلہ کی ہمّت کھودی، بلکہ حضرت موسیٰ کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے بدتمیزی بھی کی جس کا ذکر قرآن میں اس طرح ہے۔

قالوایموسیٰ ان لن ندخلھاابداماداموافیھا فاذھب انت وربك فقاتلاان ھھناقاعدون (سورہ مائدہ آیت ۲۱ تا ۲٤)

کہنے لگے اے موسیٰ ہم تو اس میں اس وقت تک ہرگز داخل نہیں ہونگے جب تک وہ وہاں ہیں۔پس تم اور تمہارا رب وہاں جا کر لڑلو۔ہم تو یہی بیٹھینگے ۔

وادی تیہ کے قیدی۔

جس کے نتیجہ میں انھیں چالیس سال کے لئے وادی تیہ میں قید کر دیا گیا۔اس آیت میں اسی کا ذکر ہے۔اس دوران حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہ السلام دنیا سے رخصت ہو چکے

تھے۔ان کی جگہ یوشع بن نون کی معیت میں ان کی نئی نسل فلسطین میں داخل ہوئی۔

بخت نصر اور یہودی۔

وہاں پہونچنے کے کچھ زمانہ بعد ہی ان میں سرکشی اور بغاوت کے جذبات پھر پنپنے لگے۔ انھوں نے خشیت خداوندی اور تقویٰ وطہارت کے بجائے اپنے ہمسایوں پر ظلم وستم کا طوفان کھڑا کر دیا۔جس کے نتیجے میں خدا نے بابل کے بادشاہ بخت نصر کو ان پر مسلط فرمایا۔جس نے جنوبی فلسطین پر حملہ کر کے ہیکل سلیمانی کو جلا کر راکھ کے ڈھیر میں تبدیل کر دیا۔ یہودیوں کے بادشاہ ’’قیاہ‘‘ کو قیدی بنا کر تمام یہودیوں کے ساتھ انھیں بھی اپنے شہر بابل لے گیا۔اس وقت ہیکل سلیمانی کی تباہی کے ساتھ توریت اور تابوت سکینہ بھی دنیا سے ایسی غائب ہوئی کہ آج کے انٹرنیٹ اور سٹالائیٹ کے زمانے میں بھی اس کا سراخ پانا ناممکن ہوگیا۔

اس واقعہ کے تعلق سے بائبل میں جہاں بخت نصر کا نام تقریباً ۱۰۰ بار آیا ہے۔وہیں قرآن عظیم نے بھی اس کا نام لئے بغیر اس واقعہ کا تزکرہ سورہ بنی اسرائیل آیت ۵ میں اس طرح کیا ہے۔ فاذاجآء وعداولی ھما بعثناعلیکم عبادالنااولی باس شدیدفجاسواخلل الدیاروکان وعدامفعولا (سورہ بنی اسرائیل آیت۵)

پس جب آ گیا پہلا وعدہ ان دنوں وعدوں سے تو ہمنے (تمہاری سرکوبی کے لئے)بھجدیئے اپنے چند بندے،جو بڑے کرخت (اور) سخت تھے۔ پس وہ گھس گئے (تمھاری) آبادیوں میں اور جو وعدہ اللہ تعالی نے کیا تھا اسے تو پورا ہو کر رہنا ہے۔

یہ عذاب الٰہی ان کی سرکشی کا نتیجہ تھا اور یہ ان کا دوسروں پر ظلم وستم کا ثمرہ تھا۔جس نے انھیں طویل مدّت تک غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دیا۔

اگر چہ موجودہ بائبل محرّف ہے۔ابھی بھی ہر سال اس میں تحریفیں ہو رہی ہیں انجیل آج

بھی منزل کی تلاش میں بھٹک رہی ہے، مگراس کے باوجودقرآنی دعویٰ کی صداقت کے لئے آج بھی اس میں بے شمار ایسے شواہد موجود ہیں جونہ صرف قرآن کے خدائی کتاب ہونے کا اعلان کررہے ہیں بلکہ موجودہ یہودیت کی بدکرداری کو ماضی سے بھی جوڑ رہی ہے۔

ذیل میں اس کے چند شواہد ملاحظ فرمائیں اور اندازہ لگائیں یہ ماضی کے واقعات ہیں یا موجودہ یہودیت کا آئینہ ہے۔

ایک جگہ حضرت موسیٰ علیہ السلام احکام شریعت کی تبلیغ اوراس پرعمل پیرا ہونے کی تاکید کرنے کے بعدارشادفرماتے ہیں کہ خداوندقدوس کا فرمان ہے کہ اگرتمنے سرکشی اختیارکی توتم کوزبردست عذاب سے دوچار ہونا پڑے گا۔

اورمیں تمہارے پرستش کے بلند مقاموں کوڈھادونگااورتمہاری سورج کی مورتوں کوکاٹ ڈالونگااورتمہاری لاشیں تمہارے شکستہ بتوں پرڈالدونگااورمیری روح کوتم سے نفرت ہوجائے گی اور میں تمہارے شہروں کوویران کرڈالونگااورتمہارے مقدسوں کواجاڑبنادونگا۔۔ اورمیں تمھیں غیرقوموں میں پراگندہ کردونگا۔ (کتاب احبار باب ۲۶ آیت ۳۰،۳۱،۳۴،)

خدائی قہر پرنبیوں کا اضطراب۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد جتنے انبیاء کرام کی تشریف آوری ہوئی سبھی اپنی پرسوزانداز میں دردمندانہ طریقے پرعذاب الٰہی سے انھیں مسلسل ڈراتے رہے۔اس سلسلے میں حضرت یرمیاہ نبی کے دل میں جواضطراب پایاجاتاہے، ان کے قلب میں جو بے چینی پائی جاتی ہے،ان کے لہجہ میں جوسوزوگداز ملتاہےاوران کی گفتگو سے جویاس اورحسرت ٹپکتی ہے، بلکہ ان کے آنکھوں سے آنسوؤں کا جوسیلاب امنڈتا ہے وہ اس بات کی غمازی کررہاہے کہ اس خوفناک، ہلاکت خیز اوراس دردناک عذاب کاوقت بالکل قریب آپہونچاہے، جسے وہ اس وقت اپنے چشم

نبوت سے دیکھ رہے تھے۔

مسلسل سمجھانے کے باوجوداور باربار دردناک عذاب سے متنبہ کرنے کے باوجود جب یہودی قوم اپنے کرتوتوں سے بازنہ آئی تو بے اختیار آپ کی زبان پراس وقت جوالفاظ جاری ہوتے ہیں۔اسے پڑھ کرآج بھی دل تھرّا اٹھتے ہیں۔وہ اس وقت جوفرماتے ہیں،اسے پڑھ کرتوایسا لگتاہے کہ جیسے وہ اس وقت کے یہودیوں سے نہیں، بلکہ کے آج کے یہودیوں سے خطاب فرما رہے ہیں۔

خداوندفرماتاہے، پہاڑوں کی طرف اپنی آنکھیں اٹھااوردیکھ کونسی جگہ ہے، جہاں تونے بدکاری نہیں کی۔۔۔۔تونے اپنی بدکاری اورشرارت سے زمین کوناپاک کرایا۔۔۔خداوندنے مجھ سے فرمایا۔کیاتونے دیکھا، برگشتہ اسرائیل نے کیاکیا۔وہ ہرایک اونچے پہاڑ پراور ہرایک ہرے درخت کے نیچے گئی اوروہاں بدکاری کی۔اوراس کی بے وفا بہن یہودانے یہ حال دیکھا۔۔۔۔۔وہ بھی نہ ڈری بلکہ اس نے بھی جاکربدکاری کی اورایساہواکہ اس نے اپنی بدکاری کی برائی سے زمین کوناپاک کیااورپتھّر اورلکڑی کے ساتھ زناکاری کی۔(کتاب یرمیاہ باب ۳ آیت ۶،۷،۸،۹،)

اس وقت کی ان کی سرکشی اوران کے اس باغیانہ روش پرقہرخداوندی کس طرح انھیں للکاررہاہے۔اسی کتاب کاباب ۴ ملاحظہ فرمائیں۔

دیکھووہ گھٹا کی طرح چڑھ آئے گا۔اس کے رتھ گردوبار کے مانند اوراس کے گھوڑے عقابوں سے تیزترہیں۔ہم پرافسوس کہ ہائے ہم غارت ہوگئے۔(کتاب یرمیاہ باب ۴ آیت ۱۲)

ان اقتباسات سے واضح ہوتاہے کہ گزرتے ہوئے وقت کے ساتھ اس وقت کے یہودیوں نے شریعت موسوی سے کس طرح اپنارشتہ منقطع کرلیاتھااورکس طرح وہ اخلاقی پستی میں اورگناہوں کے دلدل میں دن بدن پھنستے چلے جارہے تھے۔

کتاب احبار کے چھتیسویں آیت پر بھی ایک نظر ڈالتے چلئے ۔ تا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بغاوت وسرکشی کے جس انجام سے انھیں ڈرایا تھا۔اس کی کچھ مزید تفصیل سامنے آجائے۔

اور جوتم سے بچ جائینگے اوراپنے دشمنوں کے ملک میں ہونگے۔ان کے دل کے اندر بے ہمتی پیدا کر دونگا اوراڑتی ہوئی پتی کی آواز انھیں کھدیڑے گی۔

اسی موقع پر کتاب استشنا کی یہ پیشنگوئی بھی پڑھتے چلیئے۔

خداوند دور سے بلکہ زمین کے کنارے سے ایک قوم کو تجھ پر چڑھالائے گا، جیسے عقاب ٹوٹ کر آتا ہے۔اس قوم کی زبان کو تو نہیں سمجھے گا۔اس قوم کے لوگ ترش رو ہونگے۔جو نہ بڈھوں کالحاظ کرینگے نہ جوانوں پر ترس کھائینگے۔ (کتاب استشنا باب ۲۸ آیت ۴۹، ۵۰)

اسی کتاب میں ایک جگہ خدائی انعامات کے ساتھ ان کے نافرمان بنے کی پیشن گوئی بھی ملتی ہے۔

اس لئے کہ جب میں ان کو اس ملک میں جس کی قسم میں نے ان کے باپ دادا سے کھائی اور جہاں دودھ اور شہد بہتا ہے اور وہ خوب کھا کھا کر موٹے ہوجائینگے۔تب وہ اور معبودوں کی طرف پھر جائینگے اور ان کی عبادت کرینگے اور مجھے حقیر جانینگے اور میرا عہد توڑ ڈالینگے۔

(کتاب استشنا باب ۳۱ آیت ۲۰)

اسی موقع پر کتاب یرمیاں کے باب ۵ کا بھی مطالعہ کرتے چلیں۔

میں تجھے کیونکر معاف کروں۔تیرے فرزندوں نے مجھے چھوڑا اوران کی قسم کھائی جو خدا نہیں ہیں۔جب میں نے ان کو سیر کیا تو انھوں نے بدکاری کی اور پرے باندھ کر قحبہ خانوں میں اکٹھا ہوئے۔ وہ پیٹ بھرے گھوڑوں کے مانند ہوگئے۔ ہرایک صبح کے وقت اپنے پڑوسی کی بیوی پر ہنہنانے لگے۔خداوند فرماتا ہے کہ کیا میں ان باتوں کے لئے سزا نہ دونگا؟ اور کیا میری روح ایسی قوم سے انتقام نہیں لے گی؟ (کتاب یرمیاہ باب ۵ آیت ۷، ۸، ۹)

اے اسرائیل کے گھرانے دیکھ میں ایک قوم کو دور سے تجھ پر چڑھالاؤنگا۔خداوند فرماتا ہے،

وہ زبردست قوم ہے۔وہ قدیم قوم ہے۔وہ ایسی قوم ہے جس کی زبان تو نہیں جانتا اوران کی بات کو تو نہیں سمجھتا۔ان کے ترکش کھلی قبریں ہیں۔وہ سب بہادر مرد ہیں۔

(یرمیاہ باب ۵ آیت ۱۵، ۱۶، ۱۷)

خداوند یوں فرماتا ہے کہ دیکھ شمال ملک سے ایک گروہ آتا ہے اور انتہائی زمین سے ایک قوم برانگیختہ کی جائے گی۔وہ تیرانداز، نیزہ باز ہیں۔وہ سنگ دل اور بے رحم ہیں۔ان کے نعرہ کی صدا سمندر کی سی ہے۔

باب ٦ کی آیت ٦، ۷، ۸ بھی ملاخطہ فرمائیں تاکہ مزید انشراح صدر حاصل ہوسکے۔

کیونکہ رب الافوج یوں فرماتا ہے کہ درخت کاٹ ڈالو اور یروشلم کے مقابل دمدمہ باندھو۔ یہ شہر سزا کا سزاوار ہے۔اس میں ظلم ہی ظلم ہے۔جس طرح پانی چشمہ سے پھوٹ نکلتا ہے۔اسی طرح شرارت اسی سے جاری ہے۔ظلم اور ستم کی صدا اسی میں سنی جاتی ہے۔ ہردم میرے سامنے دکھ، درد اور زخم ہیں۔اے یرشلم تربیت پزیر ہو۔تا نہ ہو کہ میرا دل تجھ سے ہٹ جائے۔ نہ ہو کہ میں تجھے ویران اور غیر آباد زمین بنادوں۔ (کتاب یرمیاہ باب ٦، آیت ٦، ۷، ۸)

ان اقتباسات سے واضح ہوتا ہے کہ گزرتے ہوئے وقت کے ساتھ بنی اسرائیل شریعت موسوی سے کیسے دور ہوتے چلے گئے۔اخلاقی بلندی اور معاملات میں صداقت، دیانت تو دور رہی بلکہ عقیدہ توحید، جو سارے انبیاء کرام کی آمد کا مقصد اصلی، تھا وہ بھی ان میں محفوظ نہیں رہا۔ دوسری قوموں کے اثرات ان پر اس تیزی سے پڑنے لگے کہ وہ اپنے مقصد اصلی کو بھی بھلا بیٹھے۔

مثال کے طور پر قنوطیت، تقدیر پرستی اوراساطیر پسندی، انھوں نے کلدانیوں سے سکھیں۔تاریخ بتاتی ہے، قنوطی اور تقدیر پرستی کے فلسفے کا بانی زینو تھا جو سامی نسل تھا اور فونیقیا کا رہنے والا تھا۔جب یونانی تہذیب نے عروج حاصل کیا تو یونانیوں میں رواقیت کا فلسفہ عام تھا۔جس نے

تقدیر پرستی اور قنوطیت کا باقاعدہ درس دیا۔ پھر وہ کلدانیوں ہی سے یونان پہونچا۔ ان کے سارے اثرات دیگر قوموں کی طرح یہودیوں نے بھی قبول کئے۔ جب کہ وہ اپنے کو دین موسوی کا علمبردار سمجھتے تھے اور توحید کا نعرہ بلند کیا کرتے تھے۔

موحد قوم کی پستی۔

اس جگہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک موحد قوم کا، جس کے پاس نبیوں کا فیضان ہو۔ آسمانی کتاب توراۃ کی شکل میں محفوظ ہو۔ پھر وہ اس بلندی سے اس پستی میں کیسے گرگئی۔

اس کی حقیقت سمجھنے کے لئے تاریخ کے ان اوراق کا مطالعہ ضروری ہے۔ جس میں بنی اسرائیل کا مصر سے نکلنا اور پھر ان کے بعد مختلف حالات سے گزرنا اور مرور زمانہ کے ساتھ دیگر اقوام کے اثرات میں ڈوبنا پایا جاتا ہے۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے نکل کر اور بحر احمر سے گزر کر، وادی سینا پر قدم رنجہ فرمایا تو حکم خداوندی ہوا کہ آگے بڑھو اور فلسطین میں شرک اور گمراہی کا طوفان بدتمیز اٹھانے والی قوم سے مقابلہ کر کے انھیں پسپا کرو۔ تاکہ وہ علاقہ پھر سے صدائے توحید سے گونج اٹھے اور توحیدی نور سے پھر جگمگانے لگے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اس کے لئے وہ سب حضرت موسیٰ کی سربراہی میں فلسطین کا رخ کرتے اور اسے نور توحید سے منور کرتے مگر مصر میں غلامانہ زندگی گزارنے کی وجہ سے ان میں اتنی بزدلی پیدا ہو چکی تھی کہ بجائے اس کے کہ وہ اپنے نبی کے فرمان پر یقین کر کے آگے بڑھتے اور وہاں پر قبضہ کرتے، اس کے بجائے انھوں نے نہایت بزدلانہ طریقہ اختیار کیا اور خود اپنے ہی پیشوا اور اپنے ہی مقدس نبی سے گستاخی کرتے ہوئے کہنے لگے جس کا ذکر سورۂ مائدہ کی آیت ۲۱ تا ۲۴ میں اس طرح ہے۔

یاموسیٰ انالن ندخلھاابداًماداموافیھا فاذھب انت وربك فقاتلاانا

اس بزدلی اور نافرمانی کی انھیں یہ سزا ملی کہ وہ وادئ تیہ میں چالیس سال کے لئے قید کر دیئے گئے۔ یہاں تک کہ مصر میں غلامانہ زندگی گزارنے والے جب سبھی افراد اس دنیا سے چل بسے اور ان کی جگہ ان کی وہ اولاد پروان چڑھی، جس نے آزادانہ فضا میں آنکھیں کھولیں۔ تو پھر ان کے ذریعہ فلسطین کو عمالقہ سے پاک کیا گیا اور انھیں فلسطین میں بسنے کا پھر سے موقع دیا گیا۔

جب بنی اسرائیل فلسطین پہونچے، اس وقت وہ علاقہ شرک اور بت پرستی کی آماجگاہ بنا، متعدد حصّوں میں بٹا ہوا تھا۔ وہاں آباد قومیں جیسے فونیقی، آرمینی، سیتھیائی، اموری، حطی، کنعانی، فریزی اور فلستی وغیرہ نے پورے علاقے کو متعدد حصّوں میں بانٹ کر اپنی اپنی الگ الگ ریاستیں قائم کر کے، اپنے اپنے علاقوں میں مسلسل شرک و بت پرستی کو عروج دے رہی تھیں۔

ان کے سب سے بڑے بت کا نام ایل تھا جسے وہ لوگ دیوتاؤں کا باپ سمجھتے تھے اور اسے عموماً سانڈ سے تشبیہ دیا کرتے تھے۔ اس کی بیوں کا نام عشتار تھا۔ جس سے خداؤں اور خدانیوں کی ایسی نسل چلی جو تقریباً ۷۰ خداؤں تک پہونچ گئی۔ ان کی اولادوں میں سب سے طاقتور بعل تھا جسے بارش کا اور روئیدگی کے ساتھ زمین و آسمان کا مالک سمجھا جاتا تھا۔ یہی عشتار (ISHTAR) ہے جسے مختلف ملکوں میں مختلف ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ مثلاً (۱۸۹۴ تا ۱۹۹۵ ق م) بابل میں اسے عشتار (ISHTAR) کہتے ہیں تو وہ سومیر (۳۴۰۰ تا ۲۰۰۰ ق م) میں انا کے نام سے جانی جاتی ہے۔ اسی کو مصر میں ازلیس کے نام سے پکارا جاتا ہے تو فلسطین میں وہی ''انات'' بن جاتی ہے۔ ایران میں ''شالا'' سے موسوم ہے تو بھارت میں گوری، اوشا اور سرسوتی کے روپ میں وہ دکھتی ہے، یونان میں ایفرودتی ہے تو عربوں کے نزدیک وہی زہرہ ہے۔ جس کے بارے میں ایک غیر مصدقہ کہانی بھی بہت مشہور ہے کہ اس نے ہاروت و ماروت کو اپنے دام محبت میں گرفتار

کر کے ان سے اہم راز حاصل کر لیئے اور خود ستارہ بن کر آسمان پر چلی گئی۔اس طرح ایک ایل تھا جو عشار (ISHTAR) کا شوہر تھا۔یہی وہ بت ہے جو حجاز پہونچ کر بعل کی شکل اختیار کر لیتا ہے جس کا ذکر قرآن مجید کی سورۂ صافات میں آیا ہے۔

ان نقلی خداؤں کے درمیاں باہمی عشق بازی اور فسق و فجور کے ایسے ایسے شرمناک قصّے پائے جاتے ہیں، جنھیں سنکر عیاش طبعیت انسان بھی شرم سے سر جھکا لے۔

اب جب بنی اسرائیل اس مشرکانہ ماحول میں پہونچے تو انھیں چاہئے تھا کہ خدا کی انعامات کی حفاظت کرتے اور توحید کی تجلیات سے اس علاقے کو جگمگاتے۔کفر و شرک کے سارے سوتوں کو بند کرتے۔مگر وہ جلد ہی اپنے منصب و مرتبہ کو بھول کر انھیں عیاش اور مشرک قوم کے پیچھے چل پڑے۔قریب تھا کہ وہاں کی مشرک قومیں خصوصاً کنعانی انھیں نگل جاتے اور ان کی تہذیب وتمدّن اور ان کی ثقافت کا وجود مٹ جاتا مگر ثالث اچانک سمندر کی طرف سے اٹھے اور انھوں نے کنعاینوں کو منتشر و پراگندہ کر دیا جس سے یہ قوم مٹتے مٹتے بچ گئی۔ بالآخر طالوت کی سرکردگی میں ۱۰۲۰ء ق م میں ان کی حکومت پھر سے بن گئی۔اس کے بعد حضرت داؤد (۱۰۰۰ تا ۹۶۱ء ق م) نے حکومت سنبھلی۔مگر ان کے دنیا سے رخصت ہوتے ہی یہ قوم آپس میں خود لڑ پڑی اور متعدد فرقوں میں بٹتی چل گئی۔حضرت موسیٰ، حضرت یرمیاۂ حضرت ذکریا، حضرت یحیٰ حضرت حزقائیل وغیرہ جیسے خدا کے مقدس پیغمبروں اور ان کے عظیم المرتبت بندوں نے انھیں راہ راست پر لانے کی بھرپور کوشش کی۔خدا کے قہر کو یاد دلایا۔عذاب الٰہی سے ڈرایا۔مگر ان کی سرکشی اور ان کے باغیانہ روش میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔بالآخر ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے اور شرمناک کرتوتوں کی بنیاد پر عذاب الٰہی پھر حرکت میں آیا ۵۹۸ء اور ۵۹۹ء ق م بابلیوں نے ایک زبردست حملہ کر کے پورے شہر کو نیست و نابود کر دیا۔اس کے بعد اگست ۵۸۷ء قبل مسیح میں بخت نصر کا حملہ ہوا جس نے نہ صرف انھیں بھیڑ اور بکریوں کی طرح ذبح کیا بلکہ ان کے محلّات تک کو کھنڈر بنا دیا یہاں تک کہ ہیکل سلیمانی

(TEMPLEOOF SOLOMON) کو بھی جڑ بنیاد سے اکھاڑ پھنکا۔سورۂ بنی اسرائیل کی آیت ۷ میں اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا گیا۔

وقضينا بنى اسرائيل فى الكتاب لتفسدن فى الارض مرتين ولتعلن علواكبيرا (سورئه بنى اسرائيل آيت ٤)

حضرت موسیٰ، حضرت یسعیاہ، حضرت یرمیاہ اور حزقائیل جیسے رسولوں، نبیوں اور پیشواؤں کے ذریعہ بار بار عذاب الٰہی سے انھیں ڈرایا گیا، مسلسل انھیں سمجھایا گیا، لیکن ان کی روش اور انکے کردار میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔بالآخر اس پہلے فساد کی پاداش میں ان کی مکمل بربادی کی جو پیشنگوئی انبیاء کرام کرتے چلے آرہے تھے وہ پوری ہو کر رہیں۔جس کا اس آیت کریمہ میں ذکر کیا گیا ہے۔

ان کے مہلت کی گھڑی ختم ہوتے ہی رب کائنات نے اپنا عذاب بابل کے جابر اور سفاک بادشاہوں کے حملوں کے ذریعہ اس طرح ظاہر فرمایا کہ ۵۹۸ء اور ۵۹۹ء قبل مسیح ان پر ایسی بھیانک اور ایسی خوفناک تباہی آئی کہ ان کے بڑے بڑے شہر نیست و نابود کر دیئے گئے۔ محلوں کو کھنڈروں میں تبدیلی کر دیا گیا۔یہاں تک کہ ۵۸۷ء قبل مسیح بخت نصر نامی بادشاہ آندھی اور طوفان کی طرح اٹھ کر اس نے ایسی تباہی مچائی کہ نہ صرف یروشلم کی اینٹ سے اینٹ بج گئی، بلکہ ہیکل سلیمانی (TEMPLEOOF SOLOMON) کو جڑ بنیاد سے اکھاڑ پھینکا۔بے شمار یہودیوں کو قتل کے بعد، ان میں جو بچے، انھیں بھی زنجیروں میں جکڑ کر بابل لایا اور غلاموں کی طرح انھیں لوگوں میں بانٹ دیا۔

اسی طرح ایک طویل عرصے تک غلامی کی زنجیروں میں جکڑے رہنے کے بعد اور ظلم و ستم کی بھٹی میں جلنے کے بعد مشتیت لٰہی ان کی طرف پھر ایک بار متوجہ ہوئی۔بخت نصر کی موت کے بعد بابل کی حکومت کمزور ہوتی چلی گئی۔جس کے نیچے میں فارس کے بادشاہ سیرس دوم (CYRUS

II) جسے بائبل میں خورس کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔اس نے لیڈیا اور بابل پر ۵۴۹ قبل مسیح حملہ کر کے وہاں پھر سے یہودا سلطنت کو بحال کرتے ہوئے ہیکل کی تعمیر کا فرمان صادر کیا۔ یہاں تک کہ جو جو یہودی منتشر ہو کر غلامی کی زندگی جہاں جہاں گزار رہے تھے ۔انھیں پھر سے یروشلم میں آباد ہونے کا اس نے اعلان کروایا۔کتاب عزرا کے باب کی اس آیت میں اسی کی طرح اشارہ کیا گیا ہے۔

شاہ فارس اور حضرت عزیر۔

اور شاہ فارس خورس کی سلطنت کے پہلے سال میں اس لئے کہ خداوند کا کلام جو یرمیاہ کے زبانی آیا تھا پورا ہوا۔خداوند نے شاہ فارس خورس کا دل ابھارا۔سو اس نے اپنی تمام مملکت میں منادی کرائی اور اس مضموں کا فرمان بھی لکھا کہ شاہ فارس خورس یوں فرماتا ہے کہ خداوند آسماں کے خدا نے زمین کی سب ممالکتیں مجھے بخشی ہیں۔اور مجھے تاکید کی ہے کہ میں یوشلم میں جو یہودا میں ہے۔اس کے لئے ایک مسکن بناؤں۔ پس تمہارے درمیاں جو کوئی اس کی ساری قوم میں سے ہو،اس کا خدا اسکے ساتھ ہو اور وہ یروشلم کو جو یہوداہ میں ہے، جائے اور خداوند اسرائیل کے خدا کا گھر جو یروشلم میں ہے بنائے۔(کتاب عزرٔا باب ا،آیت ا،۲،۳)

طویل عرصے تک جلاوطن کے بعد جب اسرائیل قوم وہاں پہونچی تو اس نے ہیکل سلیمانی (TEMPLEO OF SOLOMON) کی نئی تعمیر شروع کی۔جس پر مقام آبادی ان سے الجھ گئی جس کی وجہ سے اس کی تعمیر رک گئی۔مگر حضرت زکریا بنی اور حضرت حجّن بنی کی کوششوں سے دارواول (DARIUSI) شاہ فارس نے اس کی تعمیر کے لئے ایک شاہی فرمان جاری کیا جس کے نتیجہ میں ۵۱۵ ق م میں اس کی نئی تعمیر مکمل ہوئی۔اس کی تعمیر جدید کے باوجود بنی اسرائیل کے لئے وہ علاقہ غیر مامون رہا یہاں تک کہ ۴۴۵ ق م شاہ فارس نے حضرت عزیر علیہ

السلام کے ہمراہ ایک وفد وہاں بھیجا۔آپ نے اپنی قوم میں نئی روح پھونکی خشیت الٰہی سے ان کے قلوب کو جگمگایا۔شرک و بت پرستی کے زیر اثر پھنسے ہوئے اثرات سے ان کے دلوں کو پاک کیا۔جس کے نتیجے میں بنی اسرائیل کو چین کی سانس لینے کا پھر ایک طویل موقع ملا۔(تفصیلات کے لئے دیکھئے انسائیکلو پیڑیا برمائ نیکا صفحہ جلد ۷ صفحہ ۱۲۶ تا ۱۲۷)

شاہ فارس ارتخششتا نے جب حضرت عزیر کو یروشلم روانہ کیا تو ان کے الوداعی کلمات کا تزکرہ بائبل میں اس طرح ہے

اے عزیرا تو اپنے خدا کی اس دانش کے مطابق جو تجھ کو عنایت ہوئی۔ حاکمران اور قاضیوں کو مقرر کر۔دریا پار کے سب لوگوں کا جو تیرے خدا کی شریعت کو جانتے ہیں انصاف کریں اور تم اس کو جو نہ جانتا ہو سکھاؤ اور جو کوئی تیرے خدا کی شریعت پر اور بادشاہ کے فرمان پر عمل نہ کرے اس کو بلاتوقف قانونی سزا دی جائے۔خواہ موت یا جلاوطن یا مال کی ضبطی یا قید کی

(کتاب عزیرا باب ۷ آیت ۲۵،۲۶)

اس طرح حضرت عزیر علیہ السلام نے ایک دربدر ٹھوکر کھانے والی قوم کو پھر انعامات الٰہی کا مستحق بنادیا۔جس کا ذکر سورۂ بنی اسرائیل کی آیت ۶ میں اس طرح آتا ہے۔

ثم رددنالکم الکرہ علیھم وامددناکم باموال وبنین وجعلناکم اکثرا نفیرا۔

(پھر ہمنے الٹ کر تمھارا حملہ کر دیا اور تم کو مالوں اور بیٹوں سے مدد دیں اور تمھارا جتھا بڑھایا۔

حضرت عزیر علیہ السلام نے جس قوم کو عروج و ترقی کے بام تک پہونچایا وہ قوم ان کے دنیا سے رخصت ہوتے ہی پھر شرک و بت پرستی کی طرف لوٹ پڑی یہاں تک کہ خود حضرت عزیر کو ابن اللہ کہتے ہوئے پوجنے لگی۔

سکندر یونانی کا ظلم۔

جس کے نتیجے میں یونانی بادشاہ سکندر اعظم نے ان پر چڑھائی کردی اور فلسطین پر اپنا قبضہ جمالیا۔ چونکہ سکندر اعظم یونانی عقیدہ کے لحاظ سے بدترین قسم کے شرک میں مبتلا تھا۔ اس لئے اس نے اپنے زمانہ اقتدار میں مادر و پدر سے آزاد تہذیب و تمدّن کو اس طرح فروغ دیا جس نے بے راہ روی کو زبردست طریقے پر آگے بڑھایا، اس نے عیاشی اور شراب نوشی کو گھروں گھر پہونچایا۔ جس کے نتیجے میں یہودیوں کا بااثر طبقہ خصوصاً دولت مند افراد اس کا دلدادہ بن گیا۔ اس کی وجہ سے وہ ساری خرابیاں ان کے یہاں پھر لوٹ آئیں، جس نے پہلے فساد کو جنم دے کر قہر خداوندی کو اپنے اوپر لازم کرلیا تھا۔

شروع میں فلسطین کا درجہ ایک الگ ریاست کا درجہ تھا۔ جس میں کسی یہودی ہی کو سردار بنایا جاتا تھا۔ اور انتظامی نقطہ نظر سے وہ شام میں شامل تھا۔ جہاں کوئی یونان گورنر منتخب کیا جاتا تھا۔

سکندر خود بھی اباحیت پسند اور بے راہ روی کا شکار تھا اس لئے اس نے اس تہذیب کو فلسطین میں بھی رائج کروایا یہاں تک کہ یہودیوں کا متمول اور دولت مند طبقہ خود اس کا ولدادہ بن گیا۔ دھیرے دھیرے یونانی تہذیب نے اسرائیل تقویٰ وطہارت کو اس طرح نگلا کہ ۱۶۸ ق م یونانی گورنر اینٹی اوکس چہارم (ANTIOEKUS) نے یونانی تہذیب اور یونانی عیاشی کو اتنا عروج دیا کہ ہیکل سلیمانی میں شریعت موسوی کے مطابق جہاں سوختنی قربانی دی جاتی تھی ٹھیک اس کے اوپر ایک یونانی دیومالائی قصوں کے ایک دیوتا زیس (ZEUS) کے لئے قربان گاہ تیار کروایا جو کوہ اولمپس کے دیوتاؤں کا سردار سمجھا جاتا تھا۔ اس نے نہ صرف ہیکل سلمانی کے اوپر اس کی قربان گاہ بنائی بلکہ پورے علاقے میں جگہ جگہ ایسی قربان گاہ کی تعمیر کا حکم دیا جہاں یونانی دیوی

دیوتاؤں کے نام قربانیاں دی جانے لگیں۔ اور پھر اسے عملی شکل میں لانے کے لئے جگہ جگہ آفیسر کھڑے کئے، جنھوں نے لوگوں کو جبر و قہر اور تشدد کے ساتھ اس کی قربانی پر مجبور کیا۔

مکابی تحریک کا پس منظر۔

۔ اس ظلم و تشدد اور اس ظالمانہ نظام نے ایک ایسی تحریک کو جنم دیا جو تاریخ میں مکابی تحریک (MACCABEES) کے نام سے جانی پہچانی جاتی ہے۔

یروشلم کے قریب موڈین (MODIN) نامی قصبہ میں رہنے والے ایک بوڑھے یہودی مذہبی رہنما (MATTA THIS) کو جب قربانی کا حکم دیا گیا تو نہ صرف اس نے انکار کیا بلکہ اپنے ایک مرتد یہودی کو بھی قتل کردیا جو ان دیوتاؤں کی قربانی کے لئے آگے بڑھ رہا تھا۔ یہی نہیں بلکہ گرولیر انسائیکلو پیڈیا (GROLLIR ENCY) کے مطابق اس نے گورنر کو بھی قتل کر کے اپنے پانچوں لڑکے جوں، سیمن، یہوداہ، الیعر اور جونتھاں کو لے کر پہاڑ پر جابسا۔ جس کے نتیجے میں کثیر تعداد میں ایماندار یہودی اس کے ارد گرد جمع ہوگئے۔ جسے لے کر اس نے باقاعدہ ایک آزاد یہودی ریاست کی بنیاد ڈالدی (انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۱۴ صفحہ ۵۴۹)

اس تحریک نے ایمانی دنیا میں بڑا کام کیا۔ سکندر اعظم کی مشرکانہ حکومت کا زبردست مقابلہ کیا۔ یہودیوں کو ان کے اصل دین کے طرف لوٹایا مگر پھر جلدی ہی یہ تحریک بھی اقتدار کی جنگ میں تبدیل ہوگئی۔ چنانچہ اقتدار کی اسی جنگ کے نتیجہ میں اسی تحریک کے ایک شخص انٹی پیٹر (ANTI PATER) نے رومی بادشاہ پومپی (POMPEY) کے نمائندہ سکارس (SCAURUS) سے مل کر یہودیوں پر حملہ کروادیا۔ جس سے خود انٹی پیٹر (ANTI PATER) کو تو رومی سلطنت میں بلند مرتبہ مل گیا مگر اس کی قوم پھر سے غلامانہ زندگی گزارنے پر مجبور ہوگئی۔ بالآخر اس غداری کی وجہ سے ایک مذہبی رہنما نے اسے زہر دے کر ہمیشہ کے لئے

سلادیا۔خوداس کالڑکا ہیروڈ (HEROD) کواپنی جان بچا کرروم بھاگنا پڑا۔مگرشاہ روم اینٹونی (ANTONY) کی مدد سے ۴۰ ق م وہ یہودہ سلطنت کا بادشاہ بن گیا۔اس کے بعد اس کا لڑکا ہیروڈ اینٹی پاس (HEROD ANTI PAS) بھی وہاں کے تخت پر بیٹھا اوراس کے زمانہ حکومت (۴ق م تا ۳۹ ء) میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جلوہ گری ہوئی ۔آپ نے اپنے پرسوز خطبوں اورناصحانہ انداز سےقوم کوپھرایک بارغارمزلت سے نکالنا چاہا۔

حضرت عیسیٰ اورحضرت یحیٰ پرظلم۔

مگراس وقت کاماحول اتنا بگڑ چکا تھا اور یہودیوں میں دنیاداری اتنی بس چکی تھی کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تبلیغ برداشت نہ کرسکے اوررومی گورنر پیلاطس کی عدالت میں ان کے خلاف کفروالحاد کے ساتھ انھوں نے بغاوت کا مقدمہ بھی دائر کردیا جیسے کے نتیجے میں آپ کوسولی کی سزا سنائی گئی۔مگرآخری وقت قدرت خداوندی نے اپنا کرشمہ دکھایا اورآپ کوظالموں کے چنگل سے بچا کرآپ کی جگہ آپ کے ایک حواری کو پھانسی پرلٹکوادیا۔جس کا نام یہودہ تھا جومنافقت کے ساتھ آپ کے ساتھیوں میں شامل ہوگیا تھا اورصرف تیس روپیہ کے لالچ میں آکر آپ کے بارے میں اس نے مخبری کردی تھی۔مگرنہ اس کا تیس روپیہ کام آیا اورنہ ہی مخبری کرنا اس کے کام آیا۔بلکہ الٹا وہ خود پھانسی پرلٹک کرہمیشہ کے لئے جہنم رسید ہوگیا۔

اس وقت یہودیوں کے اخلاقی پستی کا اندازہ اس سے لگائیے کہ ان کا بادشاہ جب روم گیا تواس کی نظراس کے بھائی فلپ کی بیوی ہیرودیاس (HERO DIAS) پرپڑی اوروہ اس پردل دے بیٹھا۔یہاں تک کہ اسے اپنے گھرلا ڈالا۔جس پرحضرت یحیٰ علیہ السلام نے شدید احتجاج کیا۔اس کی اس حرام کاری پراسے لعنت وملامت کی اوراسے راہ راست پرلانے کی بھرپورکوشش کی۔اس پربجائے یہ کہ وہ شرمندہ ہوتا،الٹا غضب ناک ہوکرغصہ میں شعلہ جوالا بنکراپنی داشتہ کے خوشی کے

لئے سرعام انھیں شہید کروادیا۔ (انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا جلد ۱۱ صفحہ ۵۱۱)

ہیروڑانٹی پاس (HEROD ANTI PAS) کے مرنے پراس بیٹا ہیروڑ اگرپاردوم (HEROD AGRIPPA!!) تخت پربیٹھا۔یہ اپنے باپ سے بھی دوقدم آگے نکلا۔باوجود کہ یہ خاندانی حکومت کے ساتھ ہی ساتھ مذہبی سربراہی بھی رکھتا تھا بڑے بڑے مذہبی پیشواؤں کا انتخاب ان کے ہاتھوں ہوتا تھا۔مگرخود گناہوں کے دلدل میں کیسا پھنسا تھا۔اس کا اندازہ اس سے لگائیے کہ باپ نے تو بھائی کی بیوی کوداشتہ بنایا۔اس نے خود اپنی بہن سے ناجائز تعلقات قائم کرلئے۔

جس قوم کی آوارہ گردی کا یہ عالم ہو۔وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کوتبلیغ کی کیسے اجازت مل سکتی ہے۔مگرپھربھی آپ اپنی ذمہ داریوں کوبرابرنبھاتے رہے اورقوم کوخدائی عذاب سے مسلسل ڈراتے بھی رہے ایک جگہ قوم کوان کی بدکرداری اوران کی آوارگی پرمتنبہ کرتے ہوئے انہیں حولناک انجام سے آگاہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔اس موقع پرحضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ان خطبوں کا حوالہ دیتا چلوں جس سے اندازہ ہوگا کہ اس وقت کے یہودیوں کا وہ طبقہ گناہوں کے دلدل میں کتنا پھنسا ہوا تھا اورمکروفریب کی دنیا کی وہ کیسی سرپرستی کررہے تھے۔آپ فرماتے ہیں۔

اے ریا کارفقیہو! اورفرّیسیو!تم پرافسوس، اے اندھے راہ بتانے والوں،اے سانپوں ،اےافعی کے بچّوں (ایک خبیث قسم کا نہایت زہریلا سانپ)

(کتاب متی باب ۲۳)

ایک جگہ قوم کوان کی بدکرداری پراوران کی آوارگی پرتنبہ کرتے ہوئے ہولناک انجام سے آگاہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔آپ کے اس آگاہی میں کتنا درد ہے،کتنی بےقراری ہے اور کیسی بےچینی ہے اس کا اندازہ پڑھ کرہی لگایا جاسکتا ہے۔

اے یروشلم ! اے یروشلم ! تو جو بیٹیوں کو قتل کرتی اور جو تیرے پاس بچے گئے ،ان کو سنگسار کرتی ہے۔ کتنی بار میں نے چاہا کہ جس طرح مرغی اپنے بچوں کو پروں تلے جمع کر لیتی ہے، اسی طرح میں بھی تیرے لڑکوں کو جمع کرلوں مگر تمنے نہ چاہا۔ دیکھو تمھارا گھر تمہارے لئے ویران چھوڑا جاتا ہے۔ (متی باب ۲۳ آیت ۳۷،۳۸)

قرآن عظیم اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سورۂ مائدہ آیت ۷۸ میں فرماتا ہے۔

لعن الذین کفروا من بنی اسرآئیل علی لسان دائود وعیسی بن مریم ذالك بما عصوا وکانوا یعتدون (المائدهآیت ۷۸)

بالآخر قہر خداوندی دوسری بار پھر حرکت میں آیا اور ۶۷ء میں ولی عہد حکومت (TITUS) ۶۰ ہزار رومی لشکر لے کر فلسطین پر حملہ آور ہوا اور گالی کو فتح کرتے ہوئے ۷۰ء میں یرموشلم پر قابض ہو گیا۔ اس نے یہودیوں کی سرکشی اور بغاوت کے جرم میں نہ صرف ۱۰ لاکھ یہودیوں کو تہہ تیغ کیا بلکہ ایک لاکھ یہودیوں کو غلام اور لونڈی بنا کر بازاروں میں فروخت کرایا۔ ہیکل سلیمانی (TEMPLE OF SOLOMON) کے ساتھ ان کے سارے معبدوں کو ایسا مسمار کیا کہ پھر آج تک اس کی تعمیر نہیں ہوسکی۔

اسی فتح عظیم کی یاد میں روم میں قوس ٹیٹس تعمیر ہوئی (گرولیر انسائیکلوپیڈیا جلد ۱۹ صفحہ ۱۵۶)

جنرل طیطس (TITUS) نے نہ صرف سارے یہودیوں کو وہاں سے کھدیڑ دیا بلکہ ان کی جگہ وہاں کے اصل باشندے فلسطینی کو لا بسایا جو وہاں کے اصل حقدار تھے اور جنھیں کبھی یہودیوں نے اپنے ظلم وستم کا نشانہ بنا کر وہاں سے بھگا دیا تھا۔ انھیں کی طرف نسبت کرتے ہوئے اس علاقے کو فلسطین کہا جاتا ہے۔

پیغمبروں پر ان کے ظلم کا اندازہ اس سے لگایئے کہ حق بولنے کے جرم میں انھوں نے حضرت زکریا علیہ السلام کو آری سے کاٹوا دیا تھا اور حرام کاری کے خلاف آواز اٹھانے پر انھوں نے

سرعام ایک جم غفیر کے سامنے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو تہہ تیغ کروا دیا تھا۔

جنرل طیطس (TITUS) اور یہودی۔

جنرل طیطس (TITUS) کے بعد ۱۳۵ء میں بت پرست رومیوں نے بھی بچے کچے یہودیوں کو وہاں سے پھر مار بھگایا۔ اس کے بعد سے وہ ہمیشہ ہی در بدر کی ٹھوکریں کھاتے ہی رہے۔ انھیں مسلم ممالک کے علاوہ پھر کہیں چین نصیب نہیں ہوا۔

ظہور اسلام کے وقت وہاں عربی النسل قبائل اور ان کے ساتھ فلسطین عیسائی آباد تھے۔ جنھوں نے بعد میں اسلام قبول کرلیا۔

لگاتار اٹھارہ سو سال تک در بدر بھٹکنے کے بعد، برطانیہ کے ایک خفیہ پلانگ کے تحت جنگ عظیم اول کے بعد یہودیوں کو وہاں بسانے کا ایک خطرناک منصوبہ بنایا گیا۔ جو آگے چل کر مذہبی نسل پرست ریاست بنکر آج ساری دنیا کے امن وشانتی کے لئے چیلنج بنا ہوا ہے۔ جس طرح انھوں نے محرف شدہ توریت کا سہارا لے کر اسے خدائی میراث قرار دیا۔ اسی طرح اپنے کو مظلوم بتانے کے لئے جرمنی ڈکٹیٹر ہٹلر کا سہارا لیکر اور ہولوکاسٹ (HOLOKAUST) کا ڈھنڈھورا پیٹ کر یہاں تک کہ اقوام متحدہ کو بلیک میل کر کے اپنے وجود کو منوانے کا ہر روز ایک نیا پیترا اچل رہے ہیں۔

ہندوستان کے بغل میں ایک چھوٹا کمزور ملک بنگلہ دیش بنا اور ساری دنیا نے اسے فوراً تسلیم کرلیا۔ مگر یہودی ریاست آج تک زبردست طاقت رکھنے کے باوجود۔ اقوام متحدہ پر مکمل شکنجہ کسنے کے باوجود، امریکہ جیسے دیش کو اپنا غلام بنانے کے باوجود، ورلڈ بینک اور دنیا کے فنڈ پر پورا پورا قبضہ جمانے کے باوجود آج بھی یہودی اپنے وجود کو منوانے کے لئے ہاتھ پیر پٹخ رہے ہیں اور شب وروز چیخ رہے ہیں۔

اسرائیلی لیڈر میں کون ہے اسرائیلی۔

یہاں اس حقیقت پر بھی ایک نظر ڈالتے چلیئے کہ آج فلسطین میں پائے جانے والے اسرائیلی لیڈروں میں سے کسی بھی لیڈر کا تعلق ارض فلسطین سے نہیں ہے۔

خود اسرائیلی لیڈروں کی تاریخ دیکھئے تو یہ حقیقت منہ بولتی نظر آئے گی کہ ان میں سے کسی کا کبھی بھی فلسطین سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ دیکھا جائے تو وہ سب کی سب باہر سے آئے ہیں اور ان سبھوں نے پہلے تو وہاں کے اصل باشندوں کا قتل عام کیا پھر ان کی جگھوں پر غاصبانہ قبضہ کئے بیٹھ گئے۔

تھیوڈور ہرتز ل (THEODOR HERZL) جس نے سب سے پہلے ۱۸۹۷ء میں یہودی ریاست کا تصور پیش کیا، وہ خود ہنگری کا رہنے والا تھا۔ بن گوریں (BEN GURION) پولینڈ کے ایک شہر پولانسک کا باشندہ تھا۔ گولڈ میئر (Gold MEIR) یوکرین میں کے ایک علاقے کیو سے آکر فلسطین میں بسا تھا۔ ناجائز صیہونی ریاست کا پہلا صدر وائز میں (CHAIM WEIZMANN) موٹولو پولینڈ کی پیداوار ہے۔ اسی طرح اسحاق شمیر (YITZHAK SHMIR) بھی پولینڈ سے آیا تھا۔ آگے بڑھیئے اور دیکھیئے بیگن (MENACHEM BEGIN) پریسٹ لٹواسک روس سے آیا تھا

یہ سارے حقائق واضح کررہے ہیں کہ فلسطین نہ کبھی یہویوں کا تھا، اور نہ کبھی اسرائیلیوں کا ہوگا۔ یہ اسی وقت تک وہاں قابض ہیں جب تک ان کی دادا گیری برقرار ہے۔ جب تک ان کی دہشت گردی چل رہی ہے اور جب تک امریکہ برطانیہ کی پشت تباہی اور اقوام متحدہ کی غلامی برقرار ہے

اب اس جگہ قرآن کی اس پیشن گوئی پر بھی نظر ڈالتے چلئے۔ جو اس کے خدائی کتاب ہونے کے

ساتھ یہودیوں کی ذلّت وخواری پر خدائی مہر لگا رہی ہے۔

ضُرِبَتۡ عَلَيۡهِمُ الذِّلَّةُ اَيۡنَ مَا ثُقِفُوۡۤا اِلَّا بِحَبۡلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ حَبۡلٍ مِّنَ النَّاسِ ۔

ان پر جمادی گئی خواری جہاں ہوا مان نہ پائیں مگر اللہ کی ڈور اور آدمیوں کے ڈور سے۔(سورۂ آل عمران آیت نمبر۱۱۲)

اس کے اصل باشندے عرب النسل فلستی ہیں۔ جنھیں کبھی انھوں نے وہاں سے کھدیڑ دیا تھا اور پھر جسے جنرل ٹیٹس (TITUS) نے ان لوگو کے ظلم وستم سے نجات دلا کر دوبارہ انھیں وہاں لا بسایا تھا۔ ظہور اسلام کے بعد انہیں لوگوں نے اسلام قبول کرکے ہمیشہ کے لئے اپنا مقدر عربوں کے ساتھ وابستہ کرلیا تھا۔ اور آج جن پر وہ ہر روز ظلم وستم کا نیا پہاڑ توڑتے رہتے ہیں اور ہر وقت دہشت گردی کا طوفان اٹھاتے رہتے ہیں۔ حقیقت میں وہی مظلوم اور وہی ستم رسیدہ لوگ اس کے اصل باشندے ہیں اور وہی دن ورات مصیبت جھیلنے والے اس کے اصل حقدار ہیں۔

۲۷ صفر ۱۴۳۸ھ، مطابق ۲۹۔ نومبر ۲۰۱۶ ع،

(اس کی تلخیص ماہنامہ اشرفیہ جنوری ۲۰۱۷ میں شائع ہوچکی ہے)

گنبدحضریٰ اور یہودی مشن

گنبدخضریٰ اورمزاراقدس کے ساتھ سعودیوں کے کھلواڑ کی خبر نے پھرایک بار عالم اسلام میں اضطراب کی لہر دوڑادی اور مسلمانوں کے قلوب کومجروح کرنے اور دشمنان اسلام کے قہقہہ بلند کرنے کا ایک نیاسلسلہ پھر چل پڑا۔ یہ کھیلواڑ کوئی نیا نہیں ہے بلکہ یہودیوں کی اور دشمنان اسلام کی صدیوں پرانی تمنّاؤں اوران کی آرزؤں کا ایک نمونہ ہے۔ ہر یہودی، ہرعیسائی اور ہر باطل پرست اس آرزو کواوراس تمنّا کوصدیوں سے اپنے سینے میں پالے چلاآ رہاہے کہ کس طرح قبراطہر کے ساتھ بے حرمتی کی جائے اورکسی طرح آپ کے نام ونشان کومٹا کرہم اپنے قلب وجگرکوٹھنڈا کریں۔اس سلسلے میں تقریباً آٹھ بارانگلینڈ، جرمنی اورفرانس نے مل کر ۱۱۴۷ء سے ۱۲۷۰ء تک لگاتار اور مسلسل جنگیں لڑیں اور ہمیشہ وہ شکست کھا کر بھاگنے پر مجبور ہوئے۔تاریخ میں یہ صلیبی جنگ کہلاتی ہیں۔

صلیبی جنگوں کی تاریخ۔

موقع کی مناسبت سے ان جنگوں کی کچھ تفصیلات بھی تحریر کرتا چلوں تاکہ لوگوں کے دماغ میں اس کی کچھ تفصیل بھی محفوظ ہو جائے۔ بیت المقدس جس طرح سے مسلمانوں کے لئے مقدس اوراہم ہے۔اسی طرح یہودی اورعیسائیوں کے لئے بھی وہ خصوصی اہمیت رکھتا ہے۔حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیھم السلام جیسی عظیم ہستیاں اسی علاقے سے وابستہ ہیں۔مسلمانوں کے لئے اس کی اہمیت اس لئے بھی ہے کہ وہ ۱۷ مہینے تک مسلمانوں کا قبلہ رہا ہےاورآج بھی وہ قبلۂ اول کے نام سے جانا پہچانا جاتا ہے۔رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج وہیں جملہ انبیاء کرام کی امامت فرمائی اورقرآن عظیم نے پندرھویں پارہ میں سورۂ اسریٰ کی شروعات ہی

میں معراج کے ذکر کے ساتھ اس کی برکتوں اوراس کی عظمتوں پر بھی اس طرح روشنی ڈالی کہ قیامت تک ایک مومن کے دل ودماغ میں اس کی رفعت وعظمت کا جھنڈا لہرتا رہے گا۔امیر المومنین سیّدنا عمرفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں بغیر کسی لڑائی کے صلح کے ذریعے مسلمانوں کا اس پر قبضہ ہوگیا تھا۔ یہ قبضہ سلجوقیوں کے زمانے تک قائم رہا۔لیکن ملک شاہ (۴۶۵ھ مطابق ۱۰۷۲ء تا ۴۸۵ھ مطابق ۱۰۹۲ء) کے انتقال کے بعد آپسی انتشار کی وجہ سے سلجوقیوں کوزوال ہوا تو شام اورایشائے کوچک ایک بار پھر چھوٹی چھوتی حکومتوں میں بٹ گیا۔جس کی وجہ سے عیسائیوں نے فلسطین پر قبضہ کا منصوبہ تیار کیا۔ چونکہ اس وقت عیسائیوں کی حکومت صرف یورپ پرمحدود تھی۔مگرسلجوقیوں کے زوال کے بعد جرمنی، فرانس، اٹلی، اور یورپ کے دیگر ممالک نے بیت المقدس کی باریابی کے لئے زبر دست فوج روانہ کی۔ان میں پہلی فوج کوسلجوقی ترکوں نے شکست دے کرختم کردیا۔لیکن دوسری فوج مسلمانوں کی آپسی نااتفاقی کی وجہ شکست کھا گئی اورعیسائیوں نے ۴۹۲ھ میں بیت المقدس پر قبضہ کر کے مسلمانوں کا وہ قتل عام کیا کہ جسے سن کر آج بھی رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔تاریخ بتاتی ہے کہ تقریباً ستر ہزار مسلمان شہید ہوئے۔ یہاں تک کہ جن لوگوں نے مسجد اقصیٰ میں پناہ لی تھی انہیں بھی شہید ہونا پڑا۔ یہ صلیبی جنگوں میں پہلی جنگ تھی جو ۱۰۹۴ سے ۱۰۹۹ تک تھی۔جس میں یورپ کی متحدہ فوجوں نے بیت المقدس اورساحل شام کے علاقوں پر قبضہ کرلیا۔

دوسری جنگ ۱۱۴۷ء سے ۱۱۴۹ء تک لڑی گئی۔ جو عمادالدین زنگی کی کامیابیوں کوروکنے کے لئے ہوئی۔جس کی قیادت جرمنی کے شہنشاہ کونرڈ اسوم اورفرانس کے بادشاہ لوئی سوم کررہے تھے۔دوران جنگ عمادالدین زنگی کی وفات ہوگئی اس لئے اس کے لڑکے نورالدین زنگی نے اس کا مقابلہ کیا۔صلیبیوں کواس جنگ میں شدید نقصان اٹھانا پڑا۔

تیسری صلیبی جنگ ۱۱۸۹ء سے ۱۱۹۲ء تک سب سے بڑی اورمعرکۃ الآرا جنگ تھی۔ یہ

جنگ اس وقت شروع ہوئی جب صلاح الدین ایوبی نے بیت المقدس پر اسلامی جھنڈا گاڑ دیا تھا۔اس وقت رچرڈ شیر دل برطانیہ، بادشاہ فلب فرانس اور شہنشاہ فریڈرک باربروسہ نے مشترکہ فوج کے ساتھ حملہ کا منصوبہ بنایا مگر جرمنی شہنشاہ فریڈرک باربروسہ ایشائے کوچک کے ایک دریا میں ڈوب کر مر گیا۔رچرڈ شیر دل اور فلب کو بھی ناکام و نامراد لوٹنا پڑا۔

چوتھی جنگ ۱۲۰۲ء سے ۱۲۰۴ء تک لڑی گئی۔جس میں صلیبی فوج آپس ہی میں لڑ پڑی اور متعدد شہروں میں لوٹ مار مچاتے ہوئے بیت المقدس کے بجائے قسطنطنیہ تک جا پہونچی اور پھر اسی کو وہ فتح کر بیٹھی۔

پانچویں صلیبی جنگ ۱۲۱۲ سے ۱۲۲۱ تک لڑی گئی۔اس لشکر نے مصر پر حملہ کیا مگر ملک کامل ایوبی سے شکست کھا کر راہ فرار اختیار کیا۔

چھٹی جنگ جو ۱۲۲۸ء سے ۱۲۲۹ء تک ہوئی۔جس کا قائد شہنشاہ جرمنی فریڈرک دوم تھا۔اس لئے نہایت حکمت سے بغیر جنگ کے ملک کامل سے بیت المقدس حاصل کر لیا۔مگر مسلمانوں پر یہ بہت گراں گزرا۔اس لئے ملک کامل کے بعد لوگوں نے جرمنی شہنشاہ سے شہر واپس لے لیا۔

ساتوین صلیبی جنگ ۱۲۴۸ء سے ۱۲۴۹ء تک ہوئی۔جس کا قائد فرانس کا بادشاہ لوئی نہم تھا۔اس نے مصر پر حملہ کیا۔ملک الصالح ایوبی نے اسے گرفتار کر کے فدیہ لے کر چھوڑ دیا۔

آٹھویں جنگ صلیبی ۱۲۷۰ء سے ۱۲۷۱ء تک ہوئی۔ملک الصالح سے فدیہ دے کر چھٹکارا پانے والا شاہ فرانس لوئی نہم شاہ انگلینڈ، ایڈورڈ کو ساتھ لے کر تیونس کا رخ کیا مگر وہ وہاں پہونچ کر مر گیا اور یہ آخری صلیبی جنگ بھی اپنی ناکامی پر ختم ہوئی۔

ان لڑائیوں کے علاوہ ایک اور صلیبی جنگ ہوئی۔جو بچوں کی صلیبی جنگ کہلاتی ہے۔جس سے یورپ کی ذہنی پستی کا اندازہ ہوتا ہے۔پچھلی جنگوں میں مسلسل ہزیمت اٹھانے اور شکست کھانے کی

وجہ سے پورا یورپ ایک طرح سے ذہنی مریض بن کر سہڑ یائی کیفیت میں ڈوب گیا۔اب کی بار انہوں نے خیال کیا کہ بڑے لوگ چونکہ گناہگار ہوتے ہیں۔اس لئے خدائی مدد ان سے روٹھ گئی اور مسلمانوں کے ساتھ ہو گئی۔لھذا بیت المقدس کو ان گنہگاروں کی فوجوں کے بل بوتے پر فتح نہیں کیا جا سکتا۔اگر ان کی جگہ بچوں کی فوج تیار کی جائے۔جو معصوم اور نابالغ ہونے کی وجہ سے خدائی مدد کے حقدار ہونگے۔ان کے سہارے ہم بیت المقدس کے حصول میں ضرور کامیاب ہونگے۔لھذا پادریوں نے پورے یورپ پر گھوم گھوم کر واعظ کر کے اور بچوں کی ایک فوج تیار کر کے فرانس سے روانہ کیا۔مگر مارسلز کی بندرگاہ تک پہونچتے پہونچتے یہ فوج تتیر بتر ہو گئی۔عیسائیوں نے ان کے ساتھ بدسلوکی کی اور عیاشی کا بازار گرم کر دیا۔یہاں تک کہ انہیں غلام بنا کر بازارون میں بیچ ڈالا۔

اس طرح شروع ہی سے ان لوگوں کا مشن اسلامی عظمتوں کو مٹانا، اسے ختم کرنا، ملّت اسلامیہ کو تباہ و برباد کرنا اور بیت المقدس پر قبضہ کا نت نئے پلاں بنانا رہا ہے۔نہ صرف بیت المقدس پر ان کے حملے جاری رہے بلکہ مسجد نبوی اور رسول خدا ﷺ کا مزار پر بھی ان کی سازشی نظریں رہی ہیں جیسا کہ اس کی کچھ تفصیل آگے آپ پڑھینگے۔

انہدام مزار شریف یہودیوں کا صدیوں پرانہ خواب۔

آج رسول پاک ﷺ کے مزار شریف کے ساتھ بے حرمتی کا سعودی مشن حقیقت میں یہودیوں کا صدیوں پرانہ خواب اور ان کے دلی تمناؤں کا ترجمان ہے۔جو خدا کے خصوصی مشیت کے تحت کبھی بھی پورا نہیں ہو سکتا۔یہاں تک کہ دجّال جیسا فتنہ بھی جو انتہائی سخت، ایمان کش اور خونخوار ہونے کے باوجود آپ کے مزار اقدس کے ساتھ کچھ نہ کر پائے گا۔اس وقت جب کہ ساری دنیا کے صاحب ایمان قید و بند اور جیل کی سنگلاخ دیوار میں ڈھکیل دیئے جائیں گے۔یا پھر حرمین طیبین کی دھرتی پر سیمٹ جائینگے۔ہر جگہ، ہر شہر، ہر گاؤں کھیڑے پر اس وقت دجال کا دبدبہ ہوگا اور

اسی کے شروفساد کا قہر برپا ہوگا۔ جب وہ دجّال جس کے شروفساد سے ہر نبی نے اپنے امتی کو ڈرایا اور اس سے محفوظ رہنے کے لئے دعائیں کیں۔ یہاں تک کہ رسول پاک ﷺ نے تو اس کے سارے کرتوتوں کو اور اس کے سارے طلسماتی کشش کے ایک ایک حصّے کو اس طرح کھول کھول کر بتادیا کہ ایک مومن کے سامنے اس کے سارے خدوخال، اس کا سارا جادوئی کارنامہ اور اس کا سارا مشن اس طرح نظروں کے سامنے گھوم جاتا ہے کہ عالم تصور میں صدیوں بعد پیش آنے والے واقعات کو ہم آج ہی اپنی آنکھوں کے سامنے چلتا پھرتا محسوس کرنے لگتے ہیں۔ مگر اتنا سخت، ایسا خطرناک ، ایماں کش اور خونخوار فتنہ بھی آپ کے مزار اقدس کا کچھ نہ بگاڑ پائے گا تو سعودیوں کا وقت وقت پر اٹھایا جانے والا یہ فتنہ آپ کا کیا کرسکتا ہے۔ قرآن عظیم نے صدیوں پہلے اعلان فرما دیا تھا کہ واللہ یعصمک من الناس ۔لوگوں کے شروفساد سے، ان کے لرزا دینے والے فتنوں سے اور ان کی خطرناک سازشوں سے اللہ رب العزت ہمیشہ آپ کی حفاظت فرماتا رہا ہے اور ہمیشہ فرماتا رہے گا ۔مشیت الٰہی نے ماضی میں بھی آپ کے تحفظ کا انتظام فرمایا اور اس کی طرف سے اب بھی ہر دور میں آپ کی حفاظت کا غیبی انتظام ہوتا رہے گا۔

سعودی اڈیٹر سعد الحرمین کا صنم اکبر۔

اس سے پہلے 1978ء میں سعودی اڈیٹر سعد الحرمین نے اپنے بدنام زمانہ اخبار ''الدعوۃ'' کے ذریعہ یہ تجویز پیش کی تھی کہ گنبد خضریٰ اور روضہ رسول کو مسجد نبوی سے الگ کر دیا جائے۔ کیونکہ ''یہ صنم اکبر'' (سب سے بڑا بت خانہ) ہے۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ اس پر کبھی بھی عمل نہیں ہوسکتا۔ پھر بھی اس نے یہودی مشن کے فروغ کے لئے یہ تجویز صرف اس لئے رکھی تاکہ دنیا بھر میں پھر سے تناؤ پیدا ہوجائے۔۔ پھر لوگوں میں ٹینشن آجائے اور پھر دہشت گردی کے نام پر مسلمانوں کو بدنام کرنے کی سازش کو نئی زندگی مل جائے۔ اور پھر یہی ہوا بھی۔ دنیا بھر کے مسلمان بیدار ہوگئے۔ ہر

جگہ ان کے خلاف تجاویز پاس ہونے لگیں، جلسہ وجلوس کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ چل پڑا۔ رائے پور میں بھی مدرسہ اصلاح المسلمین ودار الیتامیٰ کے پلیٹ فارم سے زبردست احتجاج کیا گیا۔ جس میں مدھیہ پردیش اور اڑیسہ کے ہزاروں عاشقان رسول مدرسہ میں جمع ہوگئے اور سبھوں نے بیک زبان اس کی ناپاک تجویز کی زبردست مخالفت کی، خود راقم الحروف کی قیادت میں مہاسمند، بسنہ، چانپا، بلاسپور وغیرہ میں احتجاجی جلسہ وجلوس کا اہتمام کیا گیا۔ اسی طرح پورے ملک میں بلکہ دنیا بھر میں غم و غصہ کا طوفان امنڈ پڑا اور اس طوفان بلاخیز کو ٹھنڈا کرنا سعودیوں کا سب سے بڑا مسئلہ بن گیا۔ بالآخر ایک فرضی لیٹر پیڈ کے ذریعہ بغیر سیل مہر اور نقلی دستخط کے سعودی ایمبیسی نے اس خبر کی فرضی تردید کی اور پھر اس کے پس خوردہ پر جینے والوں نے اس کا سہارا لے کر امت مسلمہ کے امنڈتے ہوئے جزبات کو ٹھنڈا کرنے کی مہم شروع کردی۔ جس کی وجہ سے ان کے خلاف اٹھنے والا یہ انقلابی طوفان تھمنے لگا اور، ان کے خلاف نفرتوں کی آنچ سرد ہونے لگی اور لوگوں کے غیظ وغضب کا ابلتا ہوا لاوا ٹھنڈا پڑنے لگا۔

تحفظ مزار شریف کا خدائی انتظام۔

تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ ۱۸۰۳ء میں بھی ان لوگوں نے گنبد خضریٰ اور مزار اقدس کی بے حرمتی کی۔ یہاں تک کہ ایک شقی القلب، بدبخت قبہ شریف کی توہین کے لئے اوپر تک جا پہونچا۔ مگر مشیت الٰہی آڑے آئی اور وہ نیچے گرا اور مرگیا۔ جس کی تفصیل سیّد محمد رشید رضا اڈیٹر المنار مصر اور تاریخ نجد وحجاز کے صفحہ 175 سے 178 تک میں دیکھی جاسکتی ہے۔

تاریخ کے اوراق الٹئے تو ۵۵۷ھ کا بھی ایک واقعہ اس میں محفوظ ہے جبکہ ایک سازش کے تحت یہودیوں اور عیسائیوں نے آپ کے جسد اطہر کو چرانے کا منصوبہ تیار کیا۔ پھر دو عیسائی عابدوں اور زاہدوں کا چہرہ بنا کر حاجیوں کے بھیس میں مسجد نبوی کے پاس ایک کرایہ کا کمرہ لے

کررات کے اندھیرے میں سرنگ کھودنے لگے۔ یہاں تک کے وہ لوگ اسے کھودتے کھودتے عین مزار شریف کے قریب تک جاپہونچے۔مگر عین وقت پر بادشاہ اسلام نورالدین محمود زنگی (۵۴۱ھ تا ۵۶۹ھ) کو آپ نے خواب میں خبر دار فرمایا اور پھر انہوں نے موقع پر پہونچ کر حاجیوں کے بھیس میں چھپے ان دشمنوں کو جادبوچا۔اس طرح اسلام دشمن طاقتوں کی وہ سازش قبل از وقت طشت از بام ہوگئی اور زندہ رسول نے اپنی زندگی کا ایک اور جلوہ دکھا کر نہ صرف باطل پرستون کی سازشوں کی نقاب کشائی فرمائی بلکہ اہل سنّت کے عقیدہ کو بھی استحکام عطا فرمایا۔مجدد اعظم سرکار اعلی حضرت فا ضل بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان ارشاد فرماتے ہیں۔

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
میرے چشم عالم سے چھپ جانے والے

اسی طرح مصر کا شیعی حکمراں الحاکم بامراللہ (۳۸۴ھ تا ۴۱۱ھ) کے دور حکومت میں بھی کچھ لوگوں نے سازش رچ کر امیر المومنین سیّدنا ابوبکر اور امیر المومنین سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنھما کے جسم مبارک کو چرانے کا منصوبہ تیار کیا اور یہاں تک کہ مدینہ کے شیعی گورنر کو رشوت دے کر اپنا ہمنوا بنالیا۔پھر ایک رات چالیس افراد مل کر کدال اور پھاوڑا لئے رات کے سناٹے میں مسجد نبوی کا تالا کھول کر اندر گھس آئے مگر جیسے ہی وہ چند قدم آگے بڑھے کہ اچانک زمین پھٹی اور وہ اس میں اس طرح دھنس گئے کہ ان کا ایک آدمی بھی نہیں بچ پایا۔سب کے سب دھرتی میں اس طرح سما گئے کہ آج تک ان کا کوئی پتہ نہیں چلا۔

اس سال بھی مئی کے مہینہ میں واٹس ایپ WHAT APP اور فیس بک FACEBOOK کے ذریعہ ساری دنیا نے وہ دردناک منظر بھی دیکھا کہ کس طرح حجر اسود کے پاس ایک سعودی پولیس مین (PolicMan) اپنے جوتے کو خانہ کعبہ سے ٹکائے کھڑا اپنی اس ناپاک حرکت پر مسکرا رہا ہے۔اس منظر نے جہاں اہل ایمان کے قلوب کو لرزا دیا وہیں اسلام دشمن

طاقتیں بھی کھلکھلا اٹھیں۔

اس طرح کی حرکتیں اس وقت سے کچھ زیادہ ہی بڑھ گئیں جب سے فلسطینیوں پر اور غزہ کے بے قصور کمزور اور نہتے مظلوم عورتوں، بچوں اور مردوں پر یہودیوں نے بمباری کر کے دہشت گردی مچا رکھی ہے۔عین ان کے بمباری کے وقت خانہ کعبہ اور گنبد خضریٰ کے تعلق سے اس طرح کی حرکتیں بتا رہی ہیں کہ یہودی مظالم اور ان کی دہشت گردی سے مسلمانوں کے دل و دماغ کو پھیرنے کے لئے یہ سارے ناٹک کئے جارہے ہیں۔آج علی بن عبدالعزیز الشعباں جو محمد بن سعود یونیورسٹی کا پروفیسر ہے۔اس نے 61 صفحہ کی یہ تجویز مسجد نبوی میں لوگوں کے درمیان تقسیم کر کے یہودی دہشت گردی سے لوگوں کا رخ موڑنے کی جو کوشش کی اس کے پیچھے اسلام دشمن طاقتوں کی وہی پرانی سازش ہے جو صدیوں سے چلی آرہی ہے۔مگر جب دجّالی فتنہ بھی اپنے اس مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔تو آج کے اسلام دشمن طاقتوں کے ایجینٹ بنے لوگوں کی کیا گنتی ہے۔جو اس ذات مقدس کے ساتھ کھلواڑ کرسکے۔

آج دشمنان اسلام اس غم میں بھی گھلے جارہے ہیں کہ دنیا میں تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبران اسلام تشریف لائے مگر ان میں کسی کا بھی مزار مستند نہیں ہے۔جبکہ رسول پاک ﷺ کا ہی ایک مزار مقدس ایسا ہے جو ان سبھوں میں سب سے مستند ہے۔جو آج بھی مکمل دلائل و براہین اور پوری شواہد کے ساتھ ایسا محفوظ ہے کہ تاریخی اعتبار سے اسے دیکھئے یا فقہی ضابطہ کے تحت اس پر غور کریئے یا پھر احادیث کریمہ اور اقوال صحابہ کی روشنی میں اس کا جائزہ لیجئے۔ساری دنیا میں یہی وہ ذات اقدس ہے جس کی نہ صرف ہر ہر بات محفوظ ہے بلکہ ان کی ذات بھی مکمل طور پر صحیح و سلامت ہے ، یہاں تک کہ ان کا مزار شریف بھی ہر شک وشبہ سے بلند ہے۔یہ خدائی انتظام صرف اس لئے ہے کہ قیامت تک جہاں دین مصطفیٰ رہے گا، وہیں ذات مصطفیٰ بھی رہے گی اور ساتھ ہی ساتھ مزار

مصطفیٰ بھی سلامت رہے گا۔

مگر پھر بھی ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اصل دشمن کو سمجھیں اوران کی سازشوں سے خود بھی محفوظ رہیں اور ملّت اسلامیہ کو بھی خبردار کریں۔آج ائمئہ مساجداور علمائے ملّت اسلامیہ کی اہم ذمہ داری ہے کہ وہ وقتاً فوقتاً اپنی تقریروں کے ذریعے اس صدیوں پرانی یہودی سازشوں اور نصرانی چال بازیوں کے ساتھ سعودی منصوبوں سے بھی لوگوں کوخبردار کرتے رہیں،۔

مدرسہ اصلاح المسلمین و دارالیتامیٰ (مسلم یتیم خانہ) رائے پور چھتیس گڑھ نے ہمیشہ لوگوں کی رہنمائی کی ہے۔عارف باللہ، ولئ کامل حضرت محسن ملّت مولانا شاہ حامدعلی فاروقی علیہ الرّحمہ والرضوان نے اپنی پوری زندگی قوم کی فلاح و بہبودی میں صرف کی اور آج یہ ادارہ انہیں کی مشن کو لے کرآگے بڑھ رہا ہے۔اس سلسلے میں پورے چھتیس گڑھ کے مسلمانوں کی ایک میٹینگ 3/ نومبر 2014ء کومدرسہ میں ہوچکی ہے جس میں چھتیس گڑھ،اڑیسہ،مدھیہ پردیش سے آئے لوگوں نے اس کی ایک آواز پر لبیک کہہ کراس مشن کو آگے بڑھانے کا وعدہ کیا جوقومی بیداری اورملّی زندگی کا اظہار ہے۔

اندھیری رات ہے اٹھو خلوص دل لیکر
کوئی پکار رہا ہے تمہیں اجالوں سے

(شائع شدہ ماھنامہ اعلیٰحضرت ۲۰۱۵)

سقوط بغداد۔ ہلاکواور بش کے دور میں

آخری عباسی خلیفہ ابواحمد عبداللہ جوتاریخ میں مستعصم باللہ بن مستنصر باللہ (۱۲۴۲ تا ۱۲۵۸) کے نام سے مشہور ہے۔وہ ام ولد ہاجرہ کی بطن سے تھا۔اپنے باپ مستنصر باللہ کے مرنے کے بعد ۶۴۱ھ میں تخت نشین ہوا۔اس میں حکومتی صلاحتیں بالکل نہیں تھیں۔وہ ہمیشہ عیش وعشرت کا دلدادہ رہا کرتا تھا۔دولتوں کا حریص، جواہرات کا شوقین عیاشیوں میں مست رہنے والا شخص تھا۔اس کے تکبر کا اندازہ صرف اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس کے دربار میں بڑے بڑے ملکوں کے بادشاہوں کو باریابی کی اجازت نہیں تھی۔اس نے شاہی محل کے قبوں کے سامنے ایک پتھر حجراسود کی طرح رکھوادیا تھااور سیاہ اطلس کا ایک تھان کھڑکی سے آستین کی طرح اسے چھوتے رہتا تھا۔سلاطین وقت میں جوکوئی بادشاہ سے ملنے آتا وہ صرف پردے کی زیارت کرتا اور پتھر کو بوسہ دے کر روانہ ہو جاتا۔

چین کے پہاڑی علاقے طمغاچ میں رہنے والے تاتاریوں نے ۶۱۶ھ میں اپنے سردار چنگیز خان کے ساتھ پہاڑوں سے نکل کر ایک مضبوط حکومت قائم کرلی تھی۔جس نے خوارزم شاہ کی سلطنت وسط ایشیاء اور ایران کو مکمل برباد کردیا۔چنگیز خان اسے برباد کرنے کے بعد واپس منگولیا لوٹ گیا۔جہاں ۱۲۲۷ء میں وہ مرگیا۔مگراسی کا اٹھایا ہوا طوفان آگے چل کر ہلاکو خان کے وجود میں خوفناک آندھی کی شکل اختیار کرگیا۔

تاریخ بتاتی ہے کہ ہلاکو خان کی ایک چہیتی بیوی عیسائی تھی۔جس کی دلی خواہش تھی کہ ہلاکو خان مسلمانوں سے انتقام لے۔اسی لئے ہلاکو خان کے بغداد پر حملہ کے وقت اس وقت کے پاپائے اعظم کی فوج بھی تاتاریوں کے شانہ بشانہ مسلمانوں کے قتل عام میں اور بغداد کے لوٹ مار میں برابر کے شریک تھی۔

مورخین لکھتے ہیں کہ خلیفہ مستعصم باللہ کا وزیر ابن علقمی بڑا چالاک اور منقولات ومعقولات میں یگانہ روزگار ہونے کے ساتھ سخت متعصب شیعہ تھا۔جس کی دلی خواہش تھی کہ خلافت عباسیہ کو ختم کر کے اسی کی جگہ کسی علوی کو خلیفہ بنا کر شیعی حکومت کی بنیاد ڈالی جائے۔

اسی لئے اس نے ہلاکو خان سے ساز و باز کر کے اسے بغداد پر حملہ کی دعوت دی۔بغداد میں کچھ سمجھدار لوگ اس کی چال سے واقف بھی تھے۔انھوں نے خلیفہ کو بار بار اس کی طرف متوجہ بھی کیا۔مگر ہر بار ابن علقمی خلیفہ کو اپنی وفاداری کا ثبوت دے کر اپنے معتقد ہونے کا یقین دلاتا رہا اور ساتھ اپنے مخالفین کو بھی قتل بھی کرواتا رہا۔

ادھر نصیر الدین طوسی کو ہلاکو خان کے دربار میں بڑا رسوخ حاصل تھا۔وہ بھی یہی چاہتا تھا کہ عباسی خلافت ختم ہو کر شیعی خلافت قائم ہو جائے۔لھذا اس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ابن علقمی نے اس کے ذریعہ بھی بار بار ہلاکو خان کو بغداد پر حملے کی دعوت دی۔مگر ہلاکو خان خلیفہ کی کثرت فوج، عربوں کی بہادری اور اہل بغداد کی شجاعت سے کافی مرعوب تھا۔ملک شام میں اس کے لشکر کو عربی قبائل نے شکست سے بھی دوچار کر دیا تھا۔اس لئے وہ ابن علقمی کے بار بار فرمائش پر بھی بغداد پر حملہ کرنے کی ہمّت نہیں کر پارہا تھا۔

ادھر ابن علقمی درپردہ ایک طرف ہلاکو کو بغداد کے لئے مسلسل دعوت دیتا رہا اور دوسری طرف خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ملکی محاصل کی کمی اور فوج کی تنخواہوں کی زیادتی پر شکایت کرتا رہا۔بالآخر اس کی سازش کامیاب ہوئی اور فوج کا ایک بڑا حصہ مختلف شہروں اور ولایتوں پر منتشر کر دیا گیا۔جس کی وجہ سے بغداد میں معمولی تعداد میں فوج کا صرف ایک حصّہ رہ گیا۔آخر کار اس کی خفیہ سازش رنگ لائی اور ہلاکو خان بغداد پر چڑھ دوڑا۔

عین اس وقت جبکہ بغداد فوجیوں سے خالی پڑا تھا اور ہلاکو خان کا محاصرہ دن بدن تنگ ہوتا جارہا تھا۔ابن علقمی نے پھر ایک چال چلی اور خلیفہ کو ہلاکو خاں کے مقابلہ پر اترنے کے بجائے

اس نے رشتہ مصاہرت کا جال پھینک کر خلیفہ کو منگولوں کے مقابلے پر جانے سے روک دیا۔

اس موقع پر ایک غیرت مند کرد امیر عزالدین نے خلیفہ کی بے حسی اور بزدلی دیکھ کر خود ہی بیس ہزار کی فوج تیار کی اور اسے ساتھ لے کر منگولوں کا شاندار مقابلہ کیا۔جس پر اسے یک گونہ کامیابی بھی ملی۔ چونکہ اسلامی فوج نے دریائے دجلہ کو عبور کر کے جس جگہ ڈالا رکھا تھا۔وہاں قریب ہی کچھ فاصلے پر اونچائی پر ایک نہر بہہ رہی تھی۔جو دریائے دجلہ سے نکل کر بغداد کی طرف جاتی تھی۔

ابن علقمی نے دیکھا کہ کرد امیر ملک عزالدین اس کی چالوں پر پانی پھیر رہا ہے اور ہلاکو خان کی فوج کو پیچھے ڈھکیل رہا ہے تو اس نے ایک رات شہر کا پانی اپنے آدمیوں کے ذریعہ اسلامی لشکر کی طرف چھوڑوا دیا جس سے سارا لشکر بدحال ہو گیا۔دوسری طرف منگولوں نے بھی ان پر پلٹ کر حملہ کر دیا۔جس سے وہ لشکر شکست کھا کر بغداد کی طرف لوٹ آیا۔

ملک عزالدین اور بعض مخلص امرأ نے پھر ایک بار کوشش کر کے بادشاہ تک رسائی حاصل کر کے اس کے سامنے ساری صورت حال رکھنے کے بعد اسے پھر مشورہ دیا کہ فی الحال دفاع کی ساری صورتیں ہمارے لئے ختم ہو چکی ہیں۔دوسری طرف منگولوں کا دو لاکھ کا ٹڈی دل لشکر قلعہ کے دروازے تک آپہونچا ہے۔اس لئے حکمت و مصلحت کو بروئے کار لاتے ہوئے امیر المومنین کو چاہئے کہ مع اپنے اہل وعیال اور جملہ اسباب وسامان کے ساتھ کشتی کے ذریعہ یہاں سے نکل چلیں اور بصرہ کے قریب پہونچ کر خدائی مدد کا انتظار کریں۔ممکن ہے کہ کوئی مدد آجائے اور ہم تاتاریوں کو مغلوب کر سکیں۔

خلیفہ ابن علقمی کے سازشی جال میں اس قدر پھنس چکا تھا کہ اس نے یہ سارے مشورے اس کے سامنے رکھ دیئے۔ابن علقمی نے جب دیکھا کہ ان امرأ کی وجہ سے بنا بنایا کھیل بگڑ رہا ہے تو

اس نے پیترا بدلتے ہوئے کہا کہ امیر المومنین کو کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمنے تا تاریوں سے صلح کرلی ہے۔ اگر میری بات پے آپ کو بھروسہ نہ ہو تو اپنے شہزادے ابو بکر کو ہلاکو کے پاس بھیج دیں اور انکے ذریعہ خود معلوم کرلیں کہ تا تاری آپ کے شہزادے کی کتنی تعظیم وتکریم کرتے ہیں۔ سازش کے مطابق جب امیر ابو بکر منگولوں کے پاس پہونچا، توانھوں نے اس کا ایسا زبردست استقبال کیا کہ خود شہزادہ بھی حیران ومبہوت وششدر رہ گیا۔ مشہور مورخ منہاج سراج الدین اپنی مشہور کتاب طبقات ناصری میں لکھتے ہیں کہ

خلیفہ کا بیٹا امیر ابو بکر ہلاکو کے لشکر گاہ میں پہونچا تو تمام تا تاریوں نے اور اس کے ساتھ شامل غدّار مسلمانوں نے اس کا شاندار استقبال کیا۔ یہاں تک کہ خود ہلاکو خان چالیس قدم آگے بڑھ کر اس کی پیشوائی کر کے اسے اپنی جگہ بٹھایا اور خود اس کے سامنے بڑے ادب سے دوزانو ہوکر بیٹھ گیا۔ ہلاکو خان بیٹھتے ہی عرض گزار ہوا کہ میں تو خلیفہ کی خدمت میں صرف اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ فرمابرداری کا حلف اٹھاؤں۔ مجھے امراء نے بتایا کہ اس وقت روئے زمین پر سب سے بڑا مسلمان کوئی ہے تو وہ خود امیر المومنین ہیں۔ میری دلی تمنّا ہے کہ میں ان کے ہاتھوں اسلام قبول کروں۔

ابن علقمی کے مشورہ کی بنیاد پر ہلاکو نے کچھ اس طرح عقیدت ومحبت کا اظہار کیا کہ شہزادہ امیر ابو بکر اس کے دام تزویر میں پھنس کر خوشی ومسرت کا سہانہ خواب لئے خلیفہ کے پاس پہونچا اور وہاں پہونچ کر اس نے کچھ اس انداز میں ہلاکو کے قصیدے پڑھے کہ مخلصین کی ہزار فہمائش کے باوجود اور لاکھ سمجھانے کے باوجود خلیفہ اپنے کچھ امراء اور کچھ بیٹوں کے ساتھ ہلاکو سے ملنے چل پڑا۔ ہلاکو نے بڑے دانشمندی کا ثبوت دیتے ہوئے خلیفہ کے ذریعہ شہر کے تمام ذمہ دار علماء اور امراء کو اپنے پاس بلوا لیا اور پھر جیسے ہی یہ امرأوہاں پہونچے ان سبھوں کو اس نے قتل کروا دیا۔ یہاں تک انکے قتل کے بعد خلیفہ کے ذریعہ اس نے شہر میں یہ پیغام بھی بھیجوادیا کہ اہل شہر ہتھیار

پھینک کر خالی ہاتھ باہر آجائیں۔ اور پھر ان کا باہر آنا تھا کہ تا تاریوں نے ان پر جو ظلم کیا۔ اس کو نہ کوئی زبان بیان کرسکتی ہے اور نہ کوئی قلم لکھ سکتا ہے۔

شہر سے باہر نکلتے ہی سارے شرفا اور سوار و پیادے کھیرے اور ککڑی کی طرح کاٹ دیئے گئے۔ شہر کی خندقیں لاشوں سے بھر گئیں۔ جو بھی تا تاریوں کے سامنے آیا وہ خون میں نہا گیا۔ دھرتی پر خون کی ندیاں بہنے لگیں۔ عورت، مرد، بچّے بوڑھے سبھی تہہ تیغ کر دیئے گئے۔ شہر ہی نہیں بلکہ شہر کے آس پاس گاؤں دیہات تک تا تاری پہونچے اور بستی کی بستی اجاڑ اتے چلے گئے۔ انسانوں کے ساتھ ساتھ محلات اور عمارتوں میں آگ لگا کر وہ قہقہہ بلند کرتے اور تڑپتی لاش اور سسکتی زندگیوں پر رقص وسرور کی محفل سجاتے تھے۔ جس طرح ایک شرابی نشہ میں جھومتا ہے اسی طرح وہ آبادیوں سے اٹھتے دھواں میں مست ہو کر تھرکتے اور ناچتے۔

اگلے روز ۹، صفر ۶۵۶ھ مطابق ۱۲۵۸ء بروز جمعہ خلیفہ کو لئے ہوئے وہ قصر خلافت میں داخل ہوا اور اجلاس عام میں خلیفہ کو بلوا کر کہنے لگا، خلیفہ صاحب ہم تو تمہارے مہمان ہیں، ہمارے لئے کچھ حاضر کرو۔ خلیفہ دہشت سے کانپ رہا تھا۔ بالآخر ہلاکو کے حکم سے خزانے کے تالے توڑے گئے۔ وہاں سے دو ہزار نہایت نفیس پوشاکیں، ہزار دنیار اور سونے کے زیوارات نکلے جسے دیکھ کر ہلاکو کی آنکھیں چکا چوند ہو گئیں۔ پھر خلیفہ سے مدفون خزانوں کا پتہ معلوم کر کے ہلاکوں نے زمیں کھودوایا۔ جہاں سے جواہرات اور اشرفیوں سے بھرے تھیلیوں کے حوض نکلے۔ اس لوٹ مار اور قتل و غارت گری میں شہر اور اس کے مضافات میں مرنے والوں کی تعداد ایک کروڑ چھ لاکھ بتائی جاتی ہے۔

ہلاکو نے خلیفہ کو بے آب ودانہ نظر بند کردیا۔ جب کھانے کا وقت آیا تو ہلاکو نے خلیفہ کو دسترخوان پر بلوایا اور کھانے کی کوئی چیز دینے کے بجائے اس کے سامنے سونے چاندی کے ڈھیر

رکھ کر کہا لیجئے اسے تناول فرمائیے۔خلیفہ نے نہایت بے بسی کے ساتھ کہا کہ اسے کس طرح کھا سکتا ہوں؟ اس پر ہلاکو نے کہا تو پھر آپ نے اس سے اپنے لئے حفاظت کا اہتمام کیوں نہیں کیا؟ آپ نے ان زروجواہرات سے بھرے صندوقوں کے فولاد سے اپنی فوج کے لئے تیروں کے سوفار کیوں نہیں بنوائے؟ انھیں سپاہیوں میں تقسیم کیوں نہیں کیا؟ تاکہ وہ تمہاری طرف سے آکر مجھ سے لڑتے اور تمہارے موروثی ملک کو مجھ سے بچاتے؟ خلیفہ نے نہایت بے بسی کے عالم میں کہا مشیت ایزدی یہی تھی۔جس پر ہلاکو نے کہا اچھا تو اب ہم بھی تم سے جو سلوک کرینگے تم اسے بھی مشیت ایزدی ہی سمجھنا۔

اس کے بعد ہلاکو نے خلیفہ کے قتل کے سلسلے میں اپنے امرأ سے مشورہ کیا۔سبھوں نے اس کے قتل کا مشورہ دیا۔مگر نصیرالدین طوسی اور ابن علقمی جو شروع سے ہی خلافت عباسیہ کے چھپے دشمن تھے اور اس کی جگہ شیعہ ہونے کی بنیاد پر علوی حکمرانوں کا خواب دیکھ رہے تھے۔انھوں نے ہلاکو سے کہا کہ یہ مسلمانوں کا خلیفہ ہے۔اگر اس کا ایک قطرہ خون بھی زمین پر گرے گا تو آپ کی فتح کے لئے بدشگونی ہوگی۔اس لئے اسے تلوار سے قتل کرنے کے بجائے نمدے میں لپٹ کر مارا جائے۔ پھر تو کیا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے خلیفہ اور اس کے اولادوں کو نمدے میں لپیٹ کر مسل دیا گیا اور پھر لات وجوتوں سے اتنی ٹھوکائی ہوئی کہ ان کا اسی میں دم نکل گیا۔ان کے مرتے ہی ابن علقمی کے حکم سے گھوڑوں کے ٹاپوں سے اس طرح انھیں روندا گیا کہ ان کا پورا جسم ریزہ ریزہ اور پارہ پارہ ہوگیا۔

ان کی روندی ہوئی لاش اور پارہ پارہ ہوتے ہوئے جسم کو دیکھ کر ابن علقمی کی شیعی فطرت جاگ اٹھی اور وہ خوشی سے جھومنے لگا۔ایسا لگتا تھا جیسے وہ علویوں کے خون کا بدلہ لے رہا ہو۔اور سنیوں کی تڑپتی ہوئی لاش پر قہقہہ بلند کررہا ہو۔اس کے بعد سارے بغداد سے اصحاب علم وفکر کو چن چن کر قتل کیا گیا۔

مدرسہ مستنصریہ جسے مستنصر باللہ نے لگاتار سات سال کی محنت سے جس مدرسہ کی تعمیر کروائی تھی۔اس مدرسہ کا کتب خانہ اتنا بڑا تھا کہ ساٹھ اونٹوں پر لاد کر اس کی کتابیں لائیں گئیں تھیں۔اس طرح یہ لاکھوں کتابوں کا عظیم الشان مدرسہ دیکھتے ہی دیکھتے شعلوں کے نذر ہوگیا۔ اور پھر جلی ہوئی کتابوں کو جب دریائے دجلہ میں ڈالا گیا تو سارا پانی کالا ہوگیا۔کہاں تو مسلمانوں کے خون سے دریائے دجلہ سرخ تھا اور اب عظیم الشان لائبریریوں کی جلی ہوئی کتابوں سے سارا دریا کالا ہوگیا۔عرصہ دراز تک اسی کا پانی میلوں کالا ہوکر بہتا رہا۔کتابوں کی کثرت کا اندازہ اس سے لگائیے کہ کہیں کہیں کتابوں کے پشتارہ سے دجلہ میں باندھ سا بن گیا۔

اسی موقعہ پر بنوبویہ کا مشہور شفاخانہ بھی ختم ہوگیا۔جسے عضدالدولہ نے ۹۸۱ میں دریائے دجلہ کے کنارے قائم کیا تھا۔اس وقت ساری دنیا میں اس کی نظیر نہیں تھی۔اس میں ملک کے مایۂ ناز ۲۴ ماہر اطباء ہر وقت مریضوں کا علاج کیا کرتے تھے۔ان کے علاوہ سرجن، آنکھوں کے علاج کے ماہرین الگ تھے۔اس کے اخراجات کے لئے اسی وقت ساڑھے سات لاکھ کی جاگیر وقف تھی۔مگر اتنا عظیم الشان شفاخانہ بھی ہلاکو خان کی فوج کی دہشت انگیزی سے نہیں بچ سکا۔غرض کہ ایسی دہشت ناک اور کلیجہ دہلا دینے والی تباہی وبربادی تھی کہ اس کی نظیر تاریخ اسلام ہی نہیں بلکہ تاریخ عالم میں نہیں ملے گی۔مورخین نے اس تباہی کو قیامت صغریٰ کے نام سے یاد کیا ہے۔

سقوط بضداد کے لئے بن علقمی شیعی کی سازش۔

ابن علقمی جو شیعہ ہونے کی وجہ سے عباسیوں کا اندرونی مخالف اور سنیوں کا جانی دشمن تھا۔اسے امید تھی کہ خلیفہ کے بعد ہلاکو خان اس کے مشورے سے کسی علوی کے کسی فرد کو تخت نشین بنا کر خود ابن علقمی کو اس کا وزیر بنا دے گا۔جس کے ذریعہ وہ پورے مملکت اسلامیہ کو خون کی ندی میں نہلا کر شیعی فکر ونظر کو پروان چڑھائے گا۔مگر قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ بغداد کی تباہی کے بعد

ہلاکو نے اس کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں کیا بلکہ اس کی مرضی کے خلاف اپنا ایک عامل مقرر کر دیا۔ یہ دیکھ ابن علقمی کے ہاتھ کے طوطے اڑ گئے۔ وہ مقصد براری کے لئے لگاتار ہلاکو خان کے سامنے گڑگڑاتا رہا۔ تاتاریوں کی جوتیاں سیدھی کرتا رہا۔ بڑی بڑی چالیں چلتا رہا۔ مگر نہ اس کی خوشامد کام آئی اور نہ اس کا گڑگڑانا کام آیا۔ یہاں تک کہ ایک دھتکارے ہوئے کتے کی طرح وہ سسک سسک کر موت کے منہ میں چلا گیا۔

فتح کے بعد خلیفہ اور اس کے امراء کے قتل کے ساتھ، ایک طرف ہلاکو خان کی فوج مسلسل بغداد کو لوٹتی رہی۔ آگ کے شعلے اور دھواں کے مرغولے بغداد کے ہر چیز کو جلاتے رہے۔ تاتاریوں کو خونریزی اتنی پسند تھی کہ وہ آدمیوں کے سروں کا مینارہ بناتے اور اس کی گرد رقص کرتے، ناچتے گاتے اور خوشیوں میں تھرکتے۔ دوسری طرف ہلاکو خان اپنے غرور واقتدار میں جھوم جھوم کر مسلم بادشاہوں کو للکارتا رہا۔

اس سلسلے میں تاریخ الخلفاء میں علاّمہ جلال الدین سیوطی نے اس کا ایک خط نقل کیا ہے جو اس نے بغداد کے پہلے سقوط اور اس کے پہلے زوال ۱۲۵۸ء کے بعد شام کے حکمراں سلطان ناصر کے نام لکھا تھا۔ خط کا ایک ایک جملہ اس کے غرور وتکبر کی داستان سنا رہا ہے۔ وہ لکھتا ہے۔

ہلاکو کا خط سلطان ناصر کے نام۔

ملک الناصر! تمھیں معلوم ہونا چاہئے کہ ہم خدا کے لشکر ہیں۔ وہ ہمارے ہی ذریعہ گناہگاروں، خطاکاروں، ظالموں اور متکبروں سے انتقام لیتا ہے۔ ہم جو کچھ کرتے ہیں وہ خدا کے حکم سے کرتے ہیں۔ اگر ہم کو کبھی غصّہ آجاتا ہے تو ہم کایا پلٹ دیتے ہیں۔ ہم نے بہت سے شہروں کو برباد کیا۔ بندگان خدا کو ہلاک کیا۔ ہم عورتوں اور بچّوں پر بھی رحم نہیں کرتے۔ اس دنیا میں رہنے بسنے والے لوگوں۔ تمہارا حشر بھی یہی کچھ ہونے والا ہے۔ یاد رکھو۔ ہماری فوج رحم کھانے والی نہیں

، بلکہ برباد کرنے والی ہے۔ ہمیں ملک گیری کی خواہش نہیں، بلکہ ہماری تمنّا انتقام کی ہے۔ ہمارے تلوار کی مار سے کوئی نہیں بچ سکتا۔ ہم سے بھاگ کر کہاں جاؤ گے۔ بحر و بر پر ہمارا قبضہ ہے۔ ہماری ہیبت سے اور ہماری دہشت سے دنیا کانپ رہی ہے۔ ہمارے قبضہ میں تمام خلفاء اور تمام امرائیں۔ اب ہم تمہاری طرف بڑھ رہے ہیں۔ اب تم بھاگ سکتے ہو تو بھاگو، ہم تمہارا پیچھا کر رہے ہیں۔

بغداد کا سقوط بش کے دور میں۔

دور فاروقی میں جنگ قادسیہ ۶۳۶ء کے بعد عراق اسلامی مملکت کا ایک حصّہ بن گیا۔ فروری ۱۲۵۸ء میں خلافت عباسیہ کے خاتمے کے بعد عراق ۱۳۴۰ء تک منگولوں کے ایل اصل خاندان کے زیر اقتدار رہا۔ جس کا مرکز ایران تھا۔ ۱۳۴۰ء سے ۱۴۰۱ء تک ایک اور منگولی خاندان جو تاریخ میں جلائر کے نام سے مشہور ہے۔ اس کی وہاں حکومت قائم رہی۔ اس کے بعد ترک خاندانوں میں ایک خاندان قرہ قویونلو نے ۱۴۱۰ء سے لے کر ۱۴۶۹ء تک حکومت کی۔ پھر ترک خاندان کی ایک اور شاخ آق قویونلو (۱۴۶۹ء تا ۱۵۰۸ء) نے اسے اپنے زیر اقتدار رکھا۔ ان کا دارالسطنت آزربائیجان اور اناطولیہ تھا۔ ۱۵۰۸ء سے ۱۵۳۴ء تک ایران کے صفوی سلطنت نے اسے ایک صوبہ کی حیثیت سے اپنی حکومت میں شامل کیا۔ پھر ۱۵۳۴ء سے ۱۹۱۸ء تک تقریباً چار سو سال تک عراق خلافت عثمانیہ کے ایک صوبے کی حیثیت سے اپنا وجود منواتا رہا۔

خلافت عثمانیہ نے انتظامی حالات کے پیش نظر صوبہ عراق کو تین حصّوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ اس طرح بصر، موصل اور بغداد کا صوبہ وجود میں آیا۔

۱۹۰۸ء میں قوم پرستی کے بنیاد پر یہودیوں اور عیسائیوں کے سازشی جال میں پھنس کر ترکوں نے ایک تنظیم بنائی۔ جسے انجمن اتحاد ترقی کے نام سے لوگ جانتے ہیں۔ جس کا ظاہری مقصد سلطنت عثمانیہ کو ختم کرنا تھا مگر ان کا مقصد اصلی اسلام اور مسلمانوں کو برباد کرنا تھا۔ اسی کے

زیر اثر عراقی فوجیوں نے ایک خفیہ انقلاب سوسائٹی بنائی۔ تاکہ عرب علاقوں کو سلطنت عثمانیہ سے توڑ کر چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں انھیں بانٹا جا سکے۔

۱۹۱۶ء میں جب عثمانی حکومت کے خلاف عربوں نے بغاوت کی، تو اس میں وہی عراقی فوجی افسر آگے آگے تھے۔ جنھوں نے خفیہ انقلابی سوسائٹی بنا رکھی تھی جس کا نام العہد تھا۔

سعید نوری پاشا جو آگے چل کر عراق کے وزیر اعظم بنے۔ عثمانی فوجوں میں ان ہی عراقی افسروں میں سے ایک تھے جو عثمانی سلطنت سے عرب علاقوں کو توڑنا چاہتے تھے۔

۲۲ نومبر ۱۹۱۴ء کو انگریزی فوجوں نے بصرہ پر قبضہ کرلیا ۱۱ مارچ ۱۹۱۷ء کو بغداد پر ۱۹۱۸ء کو موصل پر بھی ان کا قبضہ ہوگیا۔ اس قبضہ نے پورے عراق کو انگریزوں کی نو آبادی کا لونی (COLOVIALISM) میں تبدیل کرلیا جسکے نتیجہ میں وہاں بار بار بغاوتیں ہوتی رہیں اور انگریز اسے مسلسل دباتے رہے مگر ۱۲۳ اکٹوبر ۱۹۳۲ء کو انھیں مجبوراً عراق کو آزاد کرنا پڑا۔

کویت جو کبھی ایک چھوٹی سی بستی تھی۔ ۱۸۹۷ء میں ترک سلطان نے کویت کے ایک شیخ مبارک الصباح کو اس بستی کا منتظم بنایا۔ اس طرح کویت کی تاریخ میں پہلی بار اس کی ایک نئی پہچان بنی۔ پھر بھی وہ ابھی تک عراق کا ہی ایک حصہ تھا۔ شیخ مبارک الصباح نے خفیہ طور پر انگریزوں سے ایک فوجی معاہدہ کرلیا۔ اس طرح پہلی بار کویت انگریزوں کے دام تزویر میں پھنس گیا۔ مگر ترک سلطان نے نہایت دانشمندی سے کام لیتے ہوئے اس معاہدہ کو منسوخ کر کے انگریزوں کے بڑھتے قدم پر روک لگا دی۔ شیخ الصباح بھی معافی مانگ کر سلطان ترکی کے وفاداری کا اعلان کرنے لگا۔ یہ ۱۹۰۱ء کی بات ہے۔ مگر برطانیہ بھی اپنی چال میں خاموش نہیں بیٹھا۔ جلد ہی پھر ایک خفیہ سازش کے تحت اس نے اسے عراق سے الگ کر کے اپنے انتداب میں لے لیا۔ اسی طرح عراق اپنے موجودہ جغرافیائی سرحدوں کے ساتھ ۱۹۲۱ء میں وجود میں آیا۔

اب کویت انگریزوں کے زیر اقتدار انگریزی کالونی (COLONI) کے روپ میں تھا

۔ دوسری طرف عراق بار بار اس کی واپسی کا مطالبہ دہراتا رہا۔ ادھر کویت بھی آزادی کے لئے ہاتھ پیر مارتا رہا۔ بالآخر ۱۹۶۱ء کو انگریز کویت کو آزاد کرنے پر مجبور ہوگئے۔ مگر عراق اب بھی برابر اسے اپنے ملک کا ایک حصّہ مانتا رہا۔

۲ اگست ۱۹۹۰ کو عراق کویت پر قابض ہو جاتا ہے۔ جس پر پورا یورپ، انگلینڈ اور امریکہ شور مچانے لگتے ہیں اور عراق کی فوج کو واپس بلانے کے لئے جناب صدام حسین پر دباؤ ڈالنے لگتے ہیں اور پھر اس کے نہ ماننے پر ۱۶ جنوری ۱۹۹۱ء کو اس پر حملہ کر دیا جاتا ہے، جو مسلسل چوالس دنوں تک جاری رہتا ہے۔ بالآخر ۲۸ فروری کو کویت عراق سے آزاد کرالیا جاتا ہے۔

حالانکہ ۱۹۶۷ء سے اسرائیل بھی جارحیت کا اظہار کرتے ہوئے عرب ممالک کے کئی حصّوں پر قابض ہو گیا اور وہ قبضہ آج تک برقرار ہے۔ اسے نہ تو اقوام متحدہ آزاد کرا سکا، نہ ہی امریکہ اور انگلینڈ کو وہاں مرتے بوڑھے، تڑپتے بچے اور سسکتی عورتیں نظر آئیں۔ اسرائیل کے ہزار ظلم وستم کے باوجود اور اس کی ہزار سفاکیوں کے باوجود نہ تو آج تک انھیں نہ تو انسانیت نظر آئی اور نہ ہی بے گناہوں کے بہتے ہوئے خون دکھائی دیئے۔ مگر کویت میں عراقی فوجیوں کا انھیں ایسا بھیانک ظلم نظر آیا کہ وہ بستر چھوڑ چھوڑ کر اٹھے اور چیخ چیخ کر انسانیت کی دہائی دینے لگے۔ بالآخر یہودیوں کی ایک خفیہ پلاننگ کے تحت اور صیہونیت کے پراسرار پروٹوکال کی بنیاد پر لاکھوں بے گناہوں کے خون سے عراق کی دھرتی کو رنگین بنا کر امریکی صدر مسٹر جونیئر بش نے اور برطانوی پرائمنسٹر ٹونی بلئیر نے ۲۸ فروری ۱۹۹۱ء کو اسے عراق سے آزاد کروالیا۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ اب جنگ ختم ہو جاتی امریکی فوج جو سعودیوں کے مہمانی میں پل رہی تھی، وہ اب رخصت ہو جاتی۔ مگر کویت تو صرف ایک بہانہ تھا۔ اصل نشانہ کچھ اور تھا۔ اسی لئے نہ امریکی فوج سعودی عربیہ کی دھرتی ہی سے گئی اور نہ کویت سے ہی ان کی رخصتی ہوئی۔ اس لئے کہ وہ اپنے آپ کو ایک مسیحا کے روپ میں مانتے ہیں اور عراقی عوام کو صدامی ظلم وجبر سے چھٹکارا دلانے کے ''نیک جذبے'' کے ساتھ وہاں پہونچے ہیں۔ ان

''مسیحاؤں'' کے ''نیک جذبے'' نے وہاں امن اور شانتی کا جو ریکارڈ بنایا اس میں تقریباً ۱۰ لاکھ انسانوں کے وجود سے مسٹر ٹونی (کے ٹونی ٹوٹکا) نے دھرتی کا بوجھ ہلکا کر دیا۔ بقول جنرل ٹومی فرینک، ہم لاشوں کو گنا نہیں کرتے۔

ان اتحادی فوجیوں نے وہاں پہونچتے ہی امن واماں اور نظم ونسق کے ساتھ خوں ریزی کا ایسا ریکارڈ بنایا کہ ہلاکو کی روح بھی جھک جھک کر انھیں خراج عقیدت پیش کرنے لگی۔ان کے آزاد کردہ عراق میں جس طرف دیکھئے قتل وغارت گری کا ایسا طوفان بدتمیز تھا، جو ایک طرف ہلاکو کی روح سے آشیر واد لے رہا تھا تو دوسری طرف ایسا کردار پیش کر رہا تھا جس نے دنیا کے سامنے ایک بار پھر ۶۵۶ھ (مطابق ۱۲۵۸ء) کی تاریخ دہرادی۔

۶۵۶ھ میں حملہ کرنے والے اجڈ تھے، جاہل تھے اور وحشی بھی تھے۔ جن کے پاس تہذیب وتمدّن کی کوئی کرن نہیں پہونچی تھی۔علم کا کوئی چراغ ان کے پاس نہیں تھا۔انسانیت کی کوئی روشنی ان کے یہاں نہیں تھی۔مگر ۱۹۹۱ء میں حملہ آوروں کا دعویٰ تھا کہ وہ دنیا کی سب سے مہذب اور ترقی یافتہ قوم ہے۔انسانیت کا جو جذبہ ان کے یہاں ہے، وہ کسی کے پاس نہیں ہے، تمدّن کا جو مینارہ ان کے یہاں روشن ہے، وہ دنیا میں اور کہیں نہیں ہے۔انسان تو انسان ہیں، کتے بھی مرتے ہیں تو اس کے غم میں ان کے صحت کمزور ہو جاتی ہے۔ بہتے ہوئے خون تو دور کی بات ہے، جسموں سے ٹپکتے ہوئے خون کے قطروں پر ان کے یہاں غموں کا طوفان امنڈ پڑتا ہے۔مظلوموں کے آنکھوں میں آنسوں دیکھ کر ان کا کلیجہ دہل جاتا ہے۔وہ ساری دنیا کو خوشی باٹنا چاہتے ہیں، ہر ملک کو مہذب بنانا چاہتے ہیں اور ہر قوم کو انسانیت کے زیور سے آراستہ کرنے کا منصوبہ رکھتے ہیں۔مگر جب امریکی صدر مسٹر جونیر بش اور برطانوی پرائیمنسٹر ٹونی بلیر کے آشرواد کے ساتھ ان کی فوجیں عراق کی دھرتی پر پہونچی تو انھوں نے ''انسانیت'' کو کتنا بلند مقام عطا کیا اور سسکتی ہوئی آہوں اور گھٹتی ہوئی فریادوں کی کیسی ''دادرسی'' کی اس کا اندازہ اس سے لگائیے۔

عراق کا نیشنل میوزیم (قومی عجائب گھر) جو ایک تاریخی ورثہ کی حیثیت سے دنیا بھر میں

مشہور تھا۔ جہاں تاریخ کے نوادرات اور قبل مسیح کے تاریخی واقعات کی تلاش میں دنیا بھر کے محققین کی جماعت ہمیشہ پڑی رہتی تھی اور اس کی بنیاد پر ریسرچ اسکالروں کی تحقیقات کو دنیا بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتی تھی۔ جہاں قدیم شہر بابل کی نادرو نایات چیزیں محفوظ تھیں، جو اپنی خاموش زبان سے ماضی کا رشتہ حال سے جوڑ رہی تھیں۔ جہاں ایک لاکھ ستر ہزار نادرو نایاب چیزوں کا ذخیرہ ہمیشہ محققین کو اور ریسرچ اسکالران کو دعوت فکر دیا کرتا تھا۔اہل تحقیق کا کہنا ہے کہ اس عجائب خانہ میں مشرقِ وسطیٰ کی ایسی تاریخ محفوظ تھی،جس کی مثال پوری دنیا میں ملنا مشکل ہے ۔جہاں چار ہزار سالہ قدیم تہذیب کے نوادرات نہایت حفاظت سے رکھے ہوئے تھے۔سومیری تہذیب (۳۴۰۰ تا ۲۰۰۰ ق م) عگادی تمدّن (۲۳۳۴ تا ۲۱۵۴ ق م) بابلی ثقافت (۱۹۹۵ تا ۱۸۹۴ ق م) آشوری فکر (۲۰۰ تا ۱۵۹۵ ق م) کسریٰ (۱۵۹۵ تا ۱۱۵۷ ق م) کلدانی (۶۲۵ تا ۵۳۹ ق م) جیسے اقوام ملک کی تاریخ کے ساتھ ساتھ حطی، قونیقی، آرمینی، سیتھیائی اور فرجیائی قوموں تک پہونچانے والے ایسے ایسے نوادرات کا وہ عجائب خانہ ایک بڑا عظیم مرکز تھا،جس کی وجہ سے وہ صرف ایک میوزیم ہی نہیں تھا، بلکہ گزشتہ سات ہزار سالہ تاریخ کا منہ بولتا اور جیتا جاگتا ایسا شاہکار تھا ،جہاں پہونچ کر محققین کا قلم نئی انگڑائی لینے لگتا تھا۔ریسرچ کرنے والوں کے سامنے ایک نئی دنیا مسکرانے لگتی تھی، تلاش وجستجو کرنے والوں کے دل ودماغ میں ایک نیا گلشن اپنی رعنائی بکھیرنے لگتا تھا اور ماضی سے حال کو جوڑنے والے بے شمار عجائبات ونوادرات کا ایک سنسار ان کا استقبال کرتے نظر آتا تھا۔دنیا کے عجائبات اور ملکوں کے میوزیم کی سیر کرنیوالوں کا کہنا ہے کہ شرق اوسط میں اس جیسا کوئی اور عجائب گھر نہیں پایا جاتا تھا۔قوموں کی زندگی میں تاریخ حوالوں کی کتنی اہمیت ہے اور یہ ورثے ماضی سے حال کا رشتہ جوڑنے میں کیا کردار ادا کرتے ہیں۔اسے بتانے کی ضرورت نہیں۔

لیکن بڑے دکھ اور بے حد افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ قوموں کی مستند تاریخ کا یہ جو ایک بہت بڑا ذریعہ تھا۔ٹونی بلیر اور جونیر بش کے آشرواد کے بعد مکمل طور پر تباہ وبرباد ہو گیا۔اب یہاں ریت اور پتھر کی دیواروں کے سوا کچھ نہیں۔ جیسا کہ ہلاکو خان کے وقت دنیا کی سب سے بڑی

لائبریری کوتباہ وبرباد کرکے منگولوں نے آگ لگادی تھی۔ ویسے ہی ''جناب بش'' کی امن وامان قائم کرنے والی فوج اور بغداد کوظلم وستم سے بچانے والے سپہ سالاروں نے اس تاریخی ورثہ کو برباد کرکے اعلان کردیا کہ ہم عراق کوآزادی دلانے اور یہاں امن وامان قائم کرنے آئے ہیں اور اب ہم نے اسے آزاد کرکے پوری دنیا پر احسان کردیا۔

اپنے زرخرید میڈیا کے ذریعہ انھوں نے دنیا کو یہ بار بار باور کرانا چاہا کہ یہاں کی عوام ہماری آمد سے بے حد خوش ہے۔ وہ صدام حسین کی آمریت سے بے حد خوف زدہ تھی اور اب انھیں جوآزادی ملی تو ہر جگہ ہمارے فوجیوں کا استقبال کیا جارہا ہے۔ دیدۂ ودل فرش راہ کئے جارہے ہیں اور قدم قدم پر مرحبا اھلاً وسہیلا کا نعرہ بلند کیا جارہا ہے مگران سارے خودستائی اور ساری خوش فہمی اور دنیا سے آشیرواد لینے کی آرزؤں کی قلعی اس وقت کھل گئی جب ایک عراقی نے جونیر بش پر جوتا پھینکا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس جوتے کی بولی ستر ہزار دنیار سے آگے بڑھ گئی۔

حضرت ابراھیم علیہ السلام کے وقت نمرود نے انھیں آگ کے لپکتے ہوئے شعلوں اور بھکتے ہوئے انگاروں میں ڈال کرخوشی ومسرت کا نعرہ لگایا تھا کہ آج ہم نے دنیا کے ایک بڑے دشمن کوختم کردیا۔ مگر دنیا نے چند ہی دنوں بعد دیکھا کہ حضرت ابراھیم گلشن سعادت میں مسکراتے رہے اور نمرود نہ صرف اپنی آتش شقاوت میں جلتا رہا بلکہ تخت شاہی پر بیٹھ کر بھی کھوپڑی کے علاج کے نام پر جوتے کھاتا رہا۔

بش پر بھی پڑنے والے جوتے نے ماضی کی تاریخ کو حال سے جوڑ کر جوتے کی بھی تاریخ محفوظ کردی اور جوتا خوری کی دنیا میں بھی ایک نئے نام کا اضافہ کردیا۔ اب عراق کی تاریخ اسی وقت تک نامکمل ہے جب تک اس میں نمرود، ہلاکو اور بش کے ساتھ نمرود کا جوتا اور بش کے جوتے کو بھی نہ جوڑا جائے۔ (تلخیص شائع شدہ ماہنامہ اشرفیہ ستمبر ۲۰۱۶ء)

تاریخ مسجد اقصیٰ

قرآن پاک میں مسجد اقصیٰ کا ذکر واقعہ معراج کے ضمن میں سورۂ اسریٰ کی پہلی آیت میں برکت کے تعلق سے آیا ہے۔ اس طرح قرآن میں متعدد جگہ وہاں کے برکتوں کے سلسلے میں متعدد بار بارکنا فرمایا گیا ہے۔ اور ثنا القوم الذین سورۂ اعراف آیت نمبر 137' سبحان الذی اسریٰ بعبدہ (سورۂ اسرا آیت نمبر ۱ ے و نجینٰہ لو طاآلی الارض (سورۂ انبیا آیت 69تا71) و لِسُلیمٰن الریح عاصفةً تجری بامر (سورہ الانبیا آیت 81) و جعلنا بینھم و بین القریٰ التی بارکنا فیھا ۔آیت ۸ ے ۔ یا قوم ادخلو الارض المقدسه التی (سورۂ مائدہ آیت نمبر 6ے)جب معراج میں رسول پاک ﷺ تشریف لے گئے تو آپ کی پہلی منزل یہی مسجد اقصیٰ تھی۔

وہاں کے کھنڈرات' وہاں کی اجڑی ہوئی بستیاں' وادیاں، پہاڑیاں، اور دریا غرض کہ ہر شئ اپنے دامن میں ایک مکمل تاریخ چھپائے ہوئے ہے اور ہر ہر ذرہ اپنے دامن میں برکتوں کو سمیٹے درس توحید دے رہا ہے۔ وہ ارض مقدس جیسے، مقدس اور القدس بھی کہتے ہیں۔ اس کا سب سے قدیم اور مشہور شہر بیت المقدس ہے جسے انگریزی میں یروشلم (YRUSALEM) کہا جاتا ہے۔

پس منظر:۔ حضرت ابراھیم علیہ السلام نے بحکم خدا تعمیر کعبہ کے ۴۰ سال بعد یروشلم میں بیت ایل (BETEYEL) کی بنیاد رکھی۔ یہ عبرانی لفظ ہے جس کا معنی خانہ خدا ہے۔ جب بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہمراہ وادئ تیہ میں مارے مارے پھر رہے تھے۔ اس زمانے میں حکم خداوندی سے انہوں نے ایک خیمہ عبادت تیار کیا۔ جسے وہ ہر جگہ اپنے ساتھ لئے پھرتے تھے۔ جو متعدد خانوں میں تقسیم تھا۔ جس میں عود، سوز، قیام عبادت اور تابوت سکینہ کی جگہ تھی۔ حضرت طالوت علیہ

السلام کے زمانے تک وہ خیمہ کپڑے کا تھا۔

پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے اس خیمہ کو یروشلم کے مشہور پہاڑ کوہ صیہون پر اس جگہ نصب فرمایا جہاں یعقوب علیہ السلام نے خواب میں خدا سے ہمکلامی کی تھی۔ آپ نے اسی جگہ ”بیت ایل“ خانہ خدا بنایا۔

ہیکل کی تعمیر:۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے بعد ان کے شاہزادے حضرت سلیمان علیہ السلام نے آپ کی وصیت کی بنیاد پر خیمۂ عبادت کے مقام پر ایک پختہ اور مستقبل عمارت کی بنیاد ڈالی جو بعد میں ہیکل سلیمانی (TEMPLE OF SULAIMAN) کے نام سے مشہور ہوئی۔ یہ دور تقریباً طوفان نوح کے ۴۰/سال بعد اور میلاد مسیح کے ۸۰/سال پہلے کا ہے۔

ایک روایت کے مطابق جب اسرائیلوں پر عذاب آیا جس میں ۷۰/ہزار افراد لقمۂ اجل ہوگئے تو اس سے نجات کے شکرانے میں حضرت داؤد علیہ السلام نے قومی مشورہ سے بیت المقدس یعنی مسجد اقصیٰ کی بنیاد ڈالی جو دور سلیمانی میں پایۂ تکمیل تک پہونچی۔ یہ شہر دو حصّوں میں منقسم ہے ایک پرانا شہر ہے دوسرا نیا شہر ہے۔ پرانے شہر کے اطراف میں چوطرفہ اونچی اونچی دیواریں ہیں جنہوں نے اس شہر کو اپنی پناہ میں لے رکھا ہے۔ تقریباً تمام مقدس مقامات اسی شہر میں پائے جاتے ہیں گنبدہ صخرہ، مسجد اقصیٰ اور قیام چرچ وغیرہ مسجد اقصیٰ کے اطراف میں ۱۶۰۰ میٹر لمبی پتھر کی دیوار ہے۔ جس میں نو دروازے ہیں (۱) باب رحمت (۲) باب حطہ (۳) باب فیصل (۴) باب غوانمہ (۵) باب ناظر (۶) باب حدید (۷) باب قطانیین (۸) باب سلسلہ (۹) باب مغاربہ۔

گنبد صخریٰ:۔ اس کی تعمیر پانچویں اموی خلیفہ عبد الملک بن مروان نے ۶۸ھ مطابق ۶۸۸ء میں شروع کی جہاں لگاتار چار سالوں تک کام چلتا رہا یہاں تک کہ ۷۲ھ مطابق ۶۹۱ء میں وہ مکمل ہوا۔ مشہور آثار قدیمہ داں پرجیم کے مطابق وہ سادہ انداز کی نہایت متوازن عمارت ہے جو یقیناً

اسلامی تعمیرات کا قابل فخر کارنامہ ہے۔ گنبد صخرہ کو ہی مسجد صخرہ بھی کہا جاتا ہے جو حرم قدس کی زمین سے ۳۰/میٹر بلند اور شہر کی سب سے بڑی نشانی ہے۔ یہ دو منزلہ عمارت جو آٹھ کونوں پر مشتمل ہے جس میں ایک گوشہ جسے دوسرے گوشہ تک ۲۰/میٹر لمبی ہے اور اس کی اونچائی ۱۵/میٹر ہے نچلی منزل کی دیوار پر نہایت حسین سفید سنگ مرمر لگا ہوا ہے اس پر فیروزے کلر کا ٹائلس بھی ہے اس میں سفید کلر میں سورۂ یٰس تحریر ہے۔ ان آٹھ گوشوں میں رنگین شیشے کی کھڑکیاں ہیں جس کی تعداد ۵۶ ہے اس صخرہ کے نیچے غار انبیا علیہم السلام بھی ہے۔ جہاں پہونچنے کے لئے ۱۱ سیڑھیاں طے کرنی پڑتی ہیں۔ مسجد کے اندر دو بٹ والے چار دروازے ہیں۔ جس میں ۱۶/ستون سنگ مرمر سے بنے ہوئے ہیں۔

مسجد اقصیٰ کی تعمیر:۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۴ھ مطابق ۶۳۶ء میں جب اپنے دور خلافت میں وہاں تشریف لائے اور رسول پاک ﷺ کے سفر معراج کی جگہ تلاش کر کے اپنے ہاتھوں وہاں کا کوڑا کرکٹ صاف فرمایا۔ جس میں دیگر موجود صحابہ کرام نے بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا پھر وہاں مسجد کی تعمیر کا حکم فرمایا۔ اس وقت حضرت بلال نے وہاں اذان دی اور پھر آپ نے امامت فرمائی تمام صحابہ نے آپ کی اقتداء میں وہاں نماز ادا کی۔ آپ کے حکم سے وہاں سادہ مستطیل لکڑی کی مسجد تعمیر کی گئی۔

گنبد صخریٰ کی دوسری بار تعمیر:۔ ۷۲ھ مطابق ۶۹۱ء میں اموی خلیفہ عبد الملک بن مروان نے دوبارہ اس کی تعمیر کا آغاز کیا۔ جس کی تکمیل اس کے فرزند ولید بن عبد الملک کے دور میں ہوئی۔ جس پر ولید کے دور حکمرانی کے ۷/سال کے محاصل (ٹیکس) کی عظیم وخطیر رقم خرچ ہوئی۔ اب اس کی لمبائی ۸۰/میٹر اور چوڑائی ۵۵/میٹر ہوگئی۔ ۳۳/مرمری اونچے ستونوں اور ۴۹/چوکور چھوٹے ستونوں میں کھڑی یہ عمارت ۷۰۵ء میں پایۂ تکمیل کو پہونچی۔ دروازوں پر سونے چاندی کی چادر

یں چڑھائی گئیں۔مسجد میں گیارہ گیٹ بنائے گئے۔اس کی اب تک پانچ بار تعمیر ہو چکی ہے۔موجودہ تعمیر ۱۰۳۵ء کی ہے جو آج یروشلم شہر کی سب سے بڑی مسجد کہلاتی ہے۔جس میں بیک وقت ۵۰۰۰۰/پچاس ہزار مسلمان نماز ادا کرسکتے ہیں۔

۱۵/جولائی ۱۰۹۹ء کو عیسائیوں نے اس پر حملہ کر کے ہزار ہا مسلمانوں کو قتل کر کے ساتھ میں عورتوں بچوں پر بھی بے پناہ ظلم ڈھاتے ہوئے اس پر قبضہ کر کے گرجا گھر میں تبدیل کر دیا۔اس کے تقدس کو ہر طرح سے پائمال کیا۔پھر ۱۷/اکتوبر ۱۱۸۷ء وہ مقدس دن آیا جبکہ عیسائی غاصبیں سے یہ مسجد آزاد ہوئی اور اسلام کے بطل جلیل سلطان صلاح الدین ایوبی کے ہاتھوں فتح ہو کر پھر اس کے در و دیوار اذاں کے صوت سرمدی سے گونج اٹھے۔اس موقع پر مسلمانوں نے مسلسل ایک ہفتہ تک اسے پانی اور عرق گلاب سے مسلسل غسل دیا۔منبر ایوبی۔اسی موقع پر ایک عظیم الشان منبر حلب میں تیار کروا کر سلطان نے اسے وہاں نصب فرمایا

جو ۱۴/اگست ۱۹۶۷ء تک وہاں نصب رہا پھر ۱۵/اگست کو ایک آسٹریلوی یہودی سیاح مائیکل روہن نے صیہونی سازش کے تحت اسرائیلی حکومت کا سہارا لے کر اسے نذر آتش کر دیا۔اس موقع پر ۴/گھنٹہ تک وہاں آگ بھڑکتی رہی۔جس نے پوری عمارت کو زبردست نقصان پہونچایا۔بعد میں منصوبہ بند طریقے پر روہن کو گرفتار کر کے معمولی سزا سنا کر رہا کر دیا گیا۔

مسلم قبرستان:۔ مسجد صخریٰ اور مسجد اقصیٰ کے پاس قدیم قبرستان بھی ہے۔جس کی زبردست اہمیت ہے مکہ و مدینہ کے قبرستان کے بعد وہاں دفن ہونا مقدر کی بات ہے آج کل اس کے دروازوں کو متنازع کہہ کر بند کر دیا گیا ہے۔یہودی عیسائی عقیدوں کے مطابق اسی دروازے سے حضرت مسیح علیہ السلام یروشلم میں داخل ہوں گے۔

جبل زیتون:۔ یہودی عقیدہ کے مطابق اللہ تعالیٰ آخرت میں وہاں دفن ہونے والوں کی مغفرت فرمادے گا۔اس لئے وہ قبرستان ان کے نزدیک بھی مقدس ہے کہتے ہیں کہ اس قبرستان کے

قریب کبھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے قیام فرمایا تھا۔انجیلی روایات کے مطابق کوہ موریا پر حضرت ابراھیم علیہ السلام نے خدائی آزمائش میں کامیابی حاصل کی تھی۔اس امتحان میں کامیاب ہونے کے بعد انہوں نے اپنے بیٹے حضرت اسحاق کی قربانی دی۔(قربانی حضرت اسحاق کی دی گئی یا حضرت اسماعیل کی آگے تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

صلیب گاہ:۔ یہاں اور بھی مقدس مقامات پائے جاتے ہیں۔عیسائیوں کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر وہیں چڑھایا گیا۔تلمود کی ایک روایت کے مطابق یہی وہ مقام ہے جہاں کی مٹی سے خدا نے حضرت آدم کی تخلیق فرمائی۔حضرت آدم نے وہیں قربانیاں پیش کی تھیں۔حضرت مسیح کی آمد کے موقع پر وہاں کے سبھی مردوں کو بخش دیا جائے گا۔

دیوار اگریہ:۔ یہاں کے ٹھیک ٹیلے کے نیچے مغربی دیوار ہے۔جس کو دیوار اگریہ کہا جاتا ہے۔جو یہودی عقیدوں کے مطابق یہ دیوار اس قدیم عمارت کا بچا حصّہ ہے۔اس لئے ان کے نزدیک یہ عمارت کی سب سے مقدس جگہ ہے۔ان کے نزدیک یہی ہیکل سلیمانی تھا جسے ۵۸۶ قبل بابل حکومت نے جڑ سمیٹ اکھاڑ پھینکا تھا۔جس کی تفصیل گذشتہ اوراق میں گزر چکی ہے۔اس دیوار سے لگ کر یہودی اپنی مقدس عبادت گاہ کی تباہی کے غم میں آج بھی آنسو بہاتے ہیں اور پچھلے دنوں کو یاد کر کے روتے ہیں ۔ اس دیوار کو عربی میں البکی اور انگریزی میں WAILINGWALL کہتے ہیں۔(حرم کی وسط میں ایک چبوترہ پر ایک مخروطی گنبدہ ہے جسے گنبد الصخریٰ کہتے ہیں۔اس کے چاروں طرف مختلف حجرے ہیں۔اس کے شمالی دیوار کی طرف کبھی عظیم الشان یونیورسٹی تھی۔اور جنوب میں ایک چھوٹا سا عجائب گھر تھا۔جس میں مختلف نوادرات کا بیش قیمت ذخیرہ تھا۔مغربی دیوار سے ملحق ایک حجرے میں شریف حسین شریف مکہ اور قریب میں پیشوا مجاہد آزادی مولانا محمد علی جوہر کی آرام گاہ ہے۔

یہ شریف حسین وہی شریف مکہ ہیں جن کا ذکر الدولۃ المکیہ کے تصنیف کے موقع پر امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی سوانحیات میں آتا ہے۔اس کے مغربی دیوار کے بیرونی حصّہ کا نام دیوار گریہ ہے۔جس کا طول ۶۰رفٹ ہے۔اس کے نچلے حصّہ میں بادشاہ ہیروڑ (تاسہ) کے زمانے کے بڑے بڑے پتھر لگے ہیں۔

اس دیوار کی یہودیوں کے یہاں بڑی اہمیت ہے وہ ہر سبت (سنیچر) کو اور ہر مذہبی تہواروں کے موقع پر اس کی زیارت کر کے اپنے پچھلے دنوں کی یاد تازہ کرتے ہیں۔خصوصا ۹راگست کو مہروں پر تابوت سکینہ اٹھائے جلوس کی شکل میں وہاں پہونچ کر گریہ وزاری اور دعا میں وقت گزار تے ہیں۔حقیقت میں یہ دیوار، حرم کی دیوار ہے جس کی تعمیر عہد فاروقی میں مسلمانوں نے کی تھی۔

ساڑھے تیرہ سو سال سے مسجد عمر، حرم اور اس کی تمام متعلقہ عمارتوں پر مسلمانوں کا قبضہ رہا۔جس وقت عالمی سازش کے تحت فلسطین برطانوی قبضہ اقتدار میں آیا۔اس وقت یہودیوں نے اس دیوار پر اپنی ملکیت کا دعویٰ ٹھوکا۔۱۹۲۹ء میں یہودیوں نے اقوام عالم انجمن اقوام متحدہ (League of Nozoin) میں جب اپنی ملکیت کا دعویٰ پیش کیا تو انجمن نے ایک کمیشن بنا دیا۔

دیوار گریہ پر کمیشن کا فیصلہ:۔دونوں فریقین کمیشن کے سامنے اپنے دعویٰ دلائل وشواہد کے ساتھ پیش کیا۔ بالآخر مکمل چھان بین کے بعد کمیشن کو یہ فیصلہ کرنا پڑا کہ تاریخی اعتبار سے دیوار گریہ حرم کا ہی ایک حصّہ ہے۔جس پر صدیوں سے مسلمانوں کا قبضہ چلا آرہا ہے اس اعتبار سے اس پر مالکانہ حقوق کے مسلمان ہی حقدار ہیں۔اگر یہودیوں کا اس پر کوئی حق ہے تو وہ صرف اتنا ہے کہ وہ صرف زیارت کے لئے وہاں جاسکتے ہیں۔

لیکن بعد مین ۱۴/۱۵رجولائی ۱۹۴۸ء میں ریاست اسرائیلی کے قیام کے اعلان کے ساتھ شہر بیت المقدس کے ایک حصّہ پر اس نام نہاد حکومت نے قبضہ کرلیا۔ جب تک وہ دیوار

مسلمانوں کے قبضہ میں رہی وہ یہودیوں کو اس کی زیارت کی اجازت برابر دیتے رہے۔یہاں تک کہ ۱۹۴۸ء کے جنگ کے دوراں بھی مسلمانوں نے عارضی جنگ بندی کے ذریعہ مکمل حفاظتی پہروں کے ساتھ اور ہر طرح کی تحفظ کی تراہمی کے ساتھ ان کی عبارت وزیارت کا بہتر سے بہتر انتظام کیا۔مگر جب یہودیوں کو اقتدار ملا تو مارچ ۱۹۸۳ء میں ایک دن اچانک چند سرپھرے یہودی دہشت گردنے حرم شریف پر زبردستی قبضہ کی ناپاک کوشش کی مگر فضل خداوندی سے وہ ناکام رہے۔

حالانکہ اسرائیلی فکر ونظر کے مطابق یہودیوں کو وہاں قدم رکھنا بھی جائز نہیں۔اس سلسلے میں ۱۴رمئی ۲۰۰۷ء کے اسرائیلی روزنامہ ہارئس کی خبر کے مطابق مسجد اقصیٰ کے صحن میں یہودیوں کا داخلہ ان کے مذہبی نقطۂ نظر سے غلط ہے۔ کیونکہ قدس الاقدس کی جگہ کونسی ہے۔یہ کسی یہودی کو معلوم نہیں۔اس لئے اس کا ہمیشہ خطرہ ہے کہ کہیں کسی کے پاؤں وہاں نہ پڑ جائیں جس سے اس کی بے حرمتی ہوگی۔ جو ان کے نزدیک سخت حرام ہے لیکن اب حالات بدل رہے ہیں۔اس لئے اس حرمت کو جواز میں بدلنے کے لئے حافانوں (یہودی مذہبی پیشوا) سے فتویٰ حاصل کیا جارہا ہے۔مرکزی صیہونی مذہبی تحریک سے وابستہ تین اہم حافانوں نے جن کا مذہبی درجہ نہایت اونچا ہے۔اس کے جواز کی وکالت کی ہے اور اسرائیل کے سب سے بڑے مرکزی حافام کے منصب کے دعویدار اور امیدوار نے بھی جواز کا فتویٰ دے کر اس کی حرمت کرا باحت میں تبدیل کردیا ہے۔اس سازش کو مقدس حوض کا نام دیا گیا۔اس کے تحت خیالی مذہبی مقدس مقامات قدیم شہر، وادی قدروں اور جبل زیتوں کے علاقہ میں ساڑھے بائیس کیلومیٹر رقبہ میں یہودی رنگ وروغن چڑھا دیا جائے گا جس کا مطلب یہ ہے کہ اسلامی آثار وتبرکات وہاں سے کھرچ کر اور چن چن کر نکالے جائیں گے۔

آج اسرائیلی دن بدن طاقتور ہوتا جارہا ہے۔اور وہ طاقت جس نے صدیوں پہلے عیسیٰ مسیح کو صلیب

پر چڑھانے کا منصوبہ بنایا تھا۔آج وہ عالم اسلام کو صلیب پر چڑھانے کا منصوبہ بنا رہا ہے۔

جبرالڈب کی مشہور کتاب،عیسائیت کے خلاف یہودی سازش میں وہ لکھتا ہے کہ

وہی طاقت جسنے انیس سو برس پہلے مسیح کو صلیب دیا تھا آج کلیسا کو صلیب پر چڑھانے کے لئے کوشاں ہے۔(عیسائیت کے خلاف یہودی سازش) (مسجد اقصیٰ سے گنبد خضریٰ تک صفہ۴۱)

ایک طرف آج وہی طاقت عیسائیوں کی پشت پناہی میں دن بدن مضبوط سے مضبوط تر ہوتی جا رہی ہے۔جس کا خمیازہ عیسائیت کو پہلے بھی بھگتنا پڑا اور آگے بھی اسے بھگتنا پڑے گا۔

دوسری طرح سارے کفار تماشائی بنے بغلے بجا رہے ہیں اور عالم اسلام کسمپرسی میں گریہ زاری کرر ہے ہیں۔

تیسری طرف عالم اسلام کے حکمراں اپنی کرسی بچانے کی فکر میں اندرونی طور پر یہودیوں کی ہمنوائی اختیار کرتے جا رہے ہیں۔اس کے باوجود فلسطین آج بھی بغیر ہتھیار کے نہتے مزاحمت و مقابلے میں کھڑے اس کی درندگی کا ڈٹ کر مقابلہ کرر ہے ہیں۔ دنیا کی ساری طاقت رکھنے کے باوجود اسرائیلی اس غم میں گھلا جا رہا ہے کہ دنیا کے ایک کمزور چھوٹے سے ملک بنگلہ دیش نے آزادی کے چند ہی ہفتہ میں ساری دنیا سے اپنا وجود منوالیا مگر آج امریکہ جسے ملک پر اپنا پنجہ جمائے اور اقوام متحدہ جیسے پلیٹ فارم پر قدم جمائے اسرائیلی کو اپنا وجود منوانے کے لئے آج بھی شب و روز محنت کرنی پڑ رہی ہے۔جو اس سے ملعون خداوندی ہونے کی واضح دلیل ہے۔

آج نیپال اور بھوٹان جیسے چھوٹے سے ملک کو کوئی دہشت گردی کا سامنا نہیں ہے مگر امریکہ، انگلیڈ، جرمن اور فرانس ہمیشہ دہشت گردی کے سایہ میں جی رہے ہیں۔اس سے آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے کہ دہشت گردی کا جنم داتا کون ہے۔؟

اعلان بالفور۔

اعلان (٦٧) الفاظ پر مشتمل ایک خط ہے جس نے مشرق وسطیٰ کا نقشہ بدل دیا اور سوا کروڑ فلسطینوں کو در بدر کی خاک چھاننے پر مجبور کردیا۔ آج سے سو سال پہلے ۲/نومبر ۱۹۱۷ کو برطانوں وزیر خارجہ آرتھر بلفور نے ایک اعلان کے ذریعہ ارض فلسطین پر یہودیوں سے ایک وطن کا وعدہ کیا۔ ۱۹۱۷ میں فلسطین سلطنت عثمانیہ کا ایک حصہ تھا۔ بعد میں اس پر برطانیہ کا ایک طرح غاصبانہ قبضہ ہو گیا۔اس وقت فلسطینی آبادی وہاں پر ۹۰ فی صد مسلم یا عرب عیسائیوں پر مشتمل تھی۔ اور ان میں تھوڑے بہت یہودی بھی بسے تھے۔اس وقت یہودیوں میں ایک نئی تحریک جنم لے رہی تھی۔ یہ صیہونی تھے جو فلسطین پر اپنی حکومت بنانے کے خواہشمند تھے۔اس پر اپنا آبائی حق جتانے کے لئے انہوں نے توراۃ کو ڈھال کے روپ میں اختیار کیا کہ یہ زمین خدائی فرمان کے مطابق انہیں وراثت میں دی گئی ہے۔بلفور سے اس وقت کے ایک مالدار ترین یہودی لارڈ راتھرس چائیلڈ (لارڈ والتھرس روتھشیلڈ) نے، پرامیسری نوٹ، جیسا خط لکھوایا۔جس میں فلسطین پر یہودی حکومت بنانے میں برطانیہ مدد کرے گا۔اس خط میں آرتھر جیمز بالفور لکھتا ہے، ہے۔ مجھے شاہ برطانیہ کی طرف سے آپ کو یہ بتاتے ہوئے بے حد خوشی ہو رہی ہے کہ درج ذیل اعلان صیہونی یہود کی امیدوں کے ساتھ اظہار ہمدردی ہے اور اس کی توثیق ہماری کابینہ بھی کرچکی ہے۔ وہ اعلان کیا ہے۔ بالفور کے مطابق شاہ معظم کی حکومت فلسطین میں ایک یہودی ریاست کے قیام کی حامی ہے۔ اس مقصد کو پانے کے لئے اپنی ہر ممکن صلاحیت بروئے کار لائے گی۔

یہ وہ دہشت گردنہ اعلان ہے جس نے سو سال سے مشرقی وسطیٰ کے امن و اماں کو غارت

کرر کھا ہے۔اور دنیا کو دہشت گردی کے سایہ میں جینے پر مجبور کر دیا ہے۔

اس اعلان کے ہوتے ہی یہودیوں کو بسانے کا کام نہایت تیزی سے ہونے لگا ۔ (مسجد اقصیٰ سے گنبد حضریٰ تک ص۳۰)

اسی کے ساتھ لارڈ بالفور کے ڈائری کی یہ تحریر بھی پڑھتے چلتے۔ وہ لکھتا ہے کہ ہمیں فلسطین کے تعلق سے کوئی بھی فیصلہ کرتے ہوئے وہاں کے موجودہ باشندوں سے کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ صیہونیت ہمارے لئے ان سات لاکھ عربوں کی خواہشات اور تعصّبات سے بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہے جو اس قدیم سرزمین میں اس وقت آباد ہیں۔

اس اعلان کے ساتھ ہی یہودیوں کے ظلم وستم اور مارکاٹ کی ایک نئی تاریخ نے جنم لیا جس نے فرعونیت کو شرما دیا۔ ایک انگریز مورخ آرنلڈ ٹائن بی اپنی کتاب study of histor میں لکھتا ہے کہ وہ مظالم کسی بھی طرح ان مظالم سے کم نہ تھے جو نازیوں نے خود یہودیوں پر کئے تھے۔اس کتاب میں دیریاسین میں ۹/اپریل ۱۹۴۸ء کے قتل عام کا خاص طور پر ذکر کیا تھا۔جس میں مسلمانوں کو بے دریغ قتل کیا گیا۔

یہاں ایک شبہ دل میں کھٹکتا ہے کہ قرآن کریم کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر فقر وتنگدستی مسلط کر دی۔

وضربت علیھم الذلة این ماثقفوا الا بحبل من الله و حبل من الناس وباؤ بغضب من الله وضربت علیھم المسکنه ذلك بانھم کانوا یکفرون بآ یات الله ویقتلون الانبیاء بغیر حق ذلك بما عصوا وکانوا یعتدون (سوره ال عمران آیت ۱۱۲)

حالانکہ یہودیوں کا شمار آج دنیا کی امیر تریں اقوام میں ہوتا ہے۔اس شبہ کو دور کرنے کے لئے جیوش انسائیکلوپیڈیا کے مندرجہ ذیل فقرات

ملاخط فرمائیں۔

گو یہود کا تموّل ضرب المثال کی حد تک شہرت پا چکا ہے۔لیکن اہل تحقیق کا اتفاق ہے کہ پورے یورپ کے جس جس ملک میں آباد ہیں۔ وہاں کی آبادی میں انکے مفلسوں کا تناسب بڑھا ہوا ہے۔سورۂ بقرآیت ۶۱ ضاالقرآن (جلد۱ صفحہ۱۵۱)

یہاں پھر اس امر کی وضاحت کرونگا کہ بنی اسرائیل پر ذلّت وافلاس کا جو عذاب مسلط کیا گیا تھا وہ بلاوجہ نہ تھا بلکہ ان کی اپنی نافرمانیوں کی وجہ سے اور ان کے کرتوتوں کی حقیقت میں وہ سزا تھی۔
پچھلے صفحات میں آپ ان کے جرائم پڑھ چکے ہیں مگر موقع کے مناسبت سے انکے کچھ جرائم کا پھر تزکرہ کرتا چلوں تا کہ ہم اپنے بھی گریباں میں کچھ جھانک کر دیکھ سکیں۔کہیں انکے وہ جرائم ہم میں بھی تو سرائیت نہیں کر رہے ہیں انکے یہ سارے جرائم خود بائیبل نے بیاں کیے ہیں۔

دریائے اردن کے مشرقی کنارے پر شطّیم شہر جو یرِیجو کے بلمقابل تھا۔ جسے انھوں نے حضرت موسیٰ کی زندگی کے آخری دور میں فتح کیا تھا۔وہاں انھوں نے بڑی بدکاریاں کیں۔جن کے نتیجے میں خدانے ان پر وبا بھیجی اور ۲۴ ہزار ہلاک کر دیے گئے ۔(گنتی باب ۲۵ آیت ۱۔۸)

حضرت سلیماں کے بعد بنی اسرائیل کی حکومت دو حصوں (دولت یہودیہ اور دولت سامریہ) میں بٹ گئی اور ان میں آپسی رقابت شروع ہوگئی۔جس سے ان میں آپسی لڑائی کا سلسلہ چل پڑا۔ان میں نفرت یہاں تک بڑہی کہ ریاست یہودیہ نے اپنے ہی بھائیوں کے خلاف دمشق کی آرامی سلطنت سے مدد مانگی اس پر خدا کے حکم سے حنانی نبی نے یہودیوں کے فرمانروا آسا کو سخت تنبیہ کی۔ مگر آسا نے اس تنبیہ کو قبول کرنے کے بجائے آپ کو ہی جیل میں بھیج دیا۔(تواریخ باب ۱۷۔آیت ۷۔۱۰)

حضرت الیاس (ایلیاہ ELLIAH) علیہ السّلام نے جب بعل کی پوجا پر یہودیوں کی ملامت کی

اور انھیں توحید کی طرف بلایا تو سامریہ کا اسرائیلی بادشاہ اخی اب نے اپنی مشرک بیوی کی خوشی کے لئے آپ کے پیچھے پڑ گیا یہاں تک کہ انھیں جزیرہ نمائے سینا کے پہاڑوں میں پناہ لینی پڑی۔اس موقع پر حضرت الیاس نے جو دعا مانگی۔اس کے الفاظ پر غور کریں "بنی اسرائیل نے تیرے عہد کو ترک کیا.... تیرے نبیوں کو تلوار سے قتل کیا۔اور ایک میں ہی اکیلا بچا ہوں... سو وہ میری جان لینے کے درپے ہیں۔،،(سلاطین باب ۱۹ آیت ۱۔۱۰)

جب سامریہ کی اسرائیلی ریاست اشوریوں کے ہاتھوں ختم ہوگئی اور یروشلم کی یہودی ریاست کے سر پر بلا آ کھڑی ہوئی تو "یرمیاہ نبی،، سے برداشت نہ ہوسکا، وہ اپنی قوم کے زوال پر ماتم کر اٹھے۔ پھر کوچے کوچے انھوں نے پکارنا شروع کیا کہ سنبھل جاؤ، ورنہ تمھارا انجام سامریہ بھی بدتر ہوگا۔جس پر قوم نے آپ پر لعنت وملامت اور پھٹکار کی بارش کردی، یہاں تک کہ قوم نے آپ کو پیٹا، قید کیا اور رسی سے باندھ کر کیچڑ بھرے حوض میں لٹکا دیا۔تاکہ آپ بھوک پیاس سے سوکھ کر وہیں مرجائیں۔ ساتھ ہی ساتھ آپ پر یہ الزام بھی لگایا کہ آپ قوم کے غدار ہیں اور دشمنو سے ملے ہوئے ہیں (یرمیاہ باب ۱۵ آیت ۱۰۔باب ۱۸ آیت ۲۰۔۔۲۳ باب ۲۰ آیت ۱۔۱۸ باب ۳۶ تا باب ۴۰)

ایک اور نبی حضرت عاموس کے متعلق لکھا ہے۔کہ جب انھوں نے سامریہ کی اسرائیلی ریاست کو اس کی گمراہیوں پر اور انکی بدکاریوں پر ٹوکا تو انھیں نوٹس دیا گیا کہ ملک سے نکل جاو اور باہر جا کر اپنی نبوت کا پرچار کرو (عاموس باب ۷۔آیت ۱ تا ۱۳)

جرائم ، بغاوت اور قتل انبیاؑ جیسے جرموں سے بنی اسرائیل کی تاریخ بھری پڑی ہے مثلاً حضرت ذکریاہ اور حضرت یحیٰ کے تعلق سے بائیبل کہتی ہے۔تب خدا کی روح۔۔۔ذکریاہ پر نازل ہوئی سو وہ لوگوں سے بلند جگہ پر کھڑا ہو کر کہنے لگا۔۔۔۔چونکہ تم نے خداوند کو چھوڑ دیا ہے اس نے بھی تم کو چھوڑ دیا۔تب انھوں نے اس کے خلاف سازش کی اور شاہ یہودہ یوآس کے حکم سے خداوند کے گھر کے صحن میں عین ہیکل سلیمانی میں، "مَقدِس اور قربان گاہ،، کے درمیان اسے سنگسار کردیا (۲

تواریخ ۲۴، ۲۰، ۲۱)۔۔۔اس طرح مرقس کے باب ۶ کی آیت ۱۷ تا ۲۹ میں حضرت یوحنا (یحیٰ علیہ السلام) کے متعلق مذکور ہے کہ جب آپ نے ہیرووس بادشاہ کو اس پر ٹوکا کہ اس نے اپنے بھائی فلپس کی بیوی ہیرودیاس کو اپنے پاس کیوں رکھا ہوا ہے تو بادشاہ نے پہلے انھیں قید کردیا بعد میں اپنی داشتہ کی فرمائش پر آپ کا سر کاٹا اور ایک تھال میں رکھ کر اس کی خدمت میں پیش کیا۔(مرقس باب ۶ آیت ۱۷۔۱۹ نیز ضیار القرآن جلد اول)

یہ ہے اس قوم کی داستاں جرم وفساد، جسے خدا نے اقوام عالم کی رہنمائی کے فریضہ کی زمہ داری سونپی تھی۔خود اسی قوم نے خدا کے نبیوں کا قتل کیا۔اپنے فاسق وفاجر سرداروں کی خوشی کے لئے وقت کے عظیم تریں ہستیوں کو جیل اور دار ورسن میں کھینچا۔اس پر عذاب الٰہی نازل نہی ہوگا تو اور کیا ہوگا؟۔ قرآن میں اسی طرف اشارہ ہے کہ ذلت ومسکنت کی جو مار ہے وہ بلاوجہ نہیں ہے۔یہ قتل انبیا اور خدائی قانون سے کھلی بغاوت کا نتیجہ ہے۔

ذلت ومسکنت کی تفسیر

اس موقع پر ذلّت اور مسکنت کے الفاظ کی ذرا توضیح بھی ملاحظہ فرمائیں۔بسا اوقات انساں اس قدر شکستہ خاطر اور افسردہ دل ہوجاتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو بالکل بے بس اور فروتر سمجھنے لگ تا ہے۔اس وقت اس کی عزت نفس دم توڑ دیتی ہے وہ دولت کی کثرت کے باوجود خود کو فقیر اور جاہ ومنصب کے ہوتے ہوئے اپنے کو حقیر سمجھ نے لگتا ہے۔اسی حالت کو عربی میں مسکنت کہتے ہیں۔و المسكنة حالة للشخص فشودها استصغاره للنفسه حتىٰ لا يدعىٰ له حقا اور اگر کوئی جابر کسی کی دولت چھین لے اور اسے ذلیل ورسوا کردے تو اسے ذلّت کہتے ہیں۔

والذلة حالة تعترى الشخص من سلب غيره لحقه (المنار) یہود کو ان کے گناہوں کی پاداش میں دو قسم کی کی سزا دی گئیں۔ایک تو یہ کہ ان کو عزّت نفس سے محروم کردیا گیا۔وہ کروڑ پتی

ہوتے ہوئے بھی ایک ایک پائی کے لئے جاں دے دیتے ہیں اور ایسی ذلیل وحقیر حرکتیں خوشی خوشی کر جاتے ہیں ،جن کو کوئی با عزت اور حمیت و غیرت والا انساں دیکھنا تک گوارانہیں کرسکتا۔ اور جہاں بھی رہے بحیثیت قوم ذلیل ومقہور ہوکر رہے۔

ویسے تو اکے مقدر کی پیشانی پر ذلت ومسکنت کی مہر لگادی گئی ہے مگر دوصورتیں ہیں جن میں انھیں امن وسکوں مل سکتا ہے۔ایک صورت تو یہ ہے کہ اللہ کے عہد میں وہ داخل ہوجائیں۔اس کی ایک تفسیر تو یہ کی گئی ہے کہ اسلام قبول کرلیں اور دوسری تفسیر یہ کی گئی ہے کہ مملکت اسلام کے پرامن شہری بن جائیں۔ پھر ان کے حقوں ان کی عزت وناموس، ان کے جاں ومال کی پوری حفاظت کی جائے گی۔اور وہ تمام حقوق جوایک مسلماں کو حاصل ہیں وہ ان کو بھی حاصل ہوجائینگے۔ اور حبل من الناس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی دوسری طاقت ان کی پشت پناہی کرے۔تو اس کے سہارے انھیں طمانیت خاطر اور امن وسکون نصیب ہوسکتا ہے۔اہل نظر سے مخفی نہیں ہے کہ آج قلب اسلام میں اسرائلی حکومت کا قیام انکا اپنا خود کا کوئی کارنامہ نہیں ہے۔ بلکہ مغربی سیاست کی ایک سازش ہے۔اور یہ سازش یہودیوں کی محبت میں اور ان کی ہمدردی میں نہیں بلکہ مسلمان اور اسلام کے خلاف صلیبی جنگ میں شکست خوردہ قوم کی وہ سازش ہے جس نے آج ساری دنیا کا سکوں غارت کررکھا ہے اور دہشت گردی کا طوفان اٹھا رکھا ہے۔آج اسرائیلی حکومت کے بقا اور انکے سلامتی کا پورا پورا انحصار یورپ وامریکہ کی امداد پر ٹکا ہے۔یہودیوں کے شازشوں سے پریشاں ہو کر سترھویں صدی میں پادریوں کا ایک گروہ یہوی ہوم لینڈ کی باتیں کرنے لگا تھا۔جسمیں گوانا اور کارٹرئٹ کا نام تاریخ کے صفحات میں پائے جاتے ہیں۔جنہوں نے ۱۶۴۹ء میں یہودی ہوم لینڈ کی بات اٹھائی۔ پھر ۱۹۱۷ء میں اعلان بلفور کے ذریعہ انگلینڈ نے ان کی پشت پناہی کی۔ پھر لیگ آف نیشنز (league of nation) نے ۱۹۲۲ء میں اس مشن کو اور آگے بڑھایا پھر ۱۹۴۷ء میں اقوام متحدہ نے تو فلسطینیوں کی زمین پر غاصبانہ قبضہ کروا کر ان کی ایک حکومت ہی بنوادی

۔یہاں تک کہ ۱۴ مئی ۱۹۴۸ء کو رات دس بجے یورپ اور امریکہ کی پشت پناہی پر اسرائیلی ریاست کا ادھر اعلان کیا گیا،ادھر امریکہ اور روس نے بڑھ کر اسے تسلیم کرتے ہوئے اسے سینے سے لگایا۔عربوں نے اس کا مقابلہ کیا مگر وہاں پشت میں امریکہ اور روس تھا،اس لئے عرب کچھ نہ کرسکے۔مگر دنیا کو پتہ چل گیا کہ اسرائیل اپنے بل بوتے پر کچھ نہیں کرسکتا۔اگر وہ طاقیں آج بھی دست کش ہوجائیں اور اپنا ہاتھ کھینچ لیں تو یہ ریاست اپنی موت آپ مرجائے۔ یہ حبل من الناس کا وہ نظارہ ہے جسکا جلوہ ہر دور میں دنیا دیکھتی رہیگی۔ یہاں ایک دردانگیز اور ہوش ربا حقیقت بھی ہے کہ اگر شرق اوسط کے مسلماں فرمارواں آپسی اور باہمی رقابت کا شکار نہ ہوتے اور مجاہدین اسلام سے غدر نہ کرتے تو یہ ریاست دنیا کے نقشہ پر موجود ہی نہ ہوتی۔آج جو کچھ بھی ہے وہ یورپ کی مہربانی سے ہی ہے۔آج اسرائیل پر کوئی پتھر پھینکتا ہے تو وہ سیدھا وہائٹ ہاؤس پر گرتا ہے اور اسرائیلیوں سے زیادہ امریکی صدر کی نیند حرام ہوجاتی ہے۔اقوام متحدہ کی دھرتی ہلنے لگتی ہے۔جو قرآنی اعلان حبل من الناس کی کھلی تائید ہے۔جس دن یہ پشت پناہی ختم ہوگی اس دن انکا وجود خطرے میں پڑ جائے گا۔جس کا وقت اب قریب ہے۔ اب شرق اوسط کے سیاسی مطلع پر ایسے مردان کار رونما ہورہے ہیں،جن سے بجا طور پر توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ بتوفیقہ تعالیٰ اس زقوم کے درخت کو ایک روز جڑ سے اکھاڑ پھینکینگے۔ اور دنیا پھر اس دن الا بحبل من اللہ و حبل من الناس کی عملی تفسیر کا ایک نیا نظارہ اپنے ماتھے کی آنکھوں سے دیکھے گی۔

ذبیح کون؟

اہل کتاب اوراہل ایماں کے درمیاں صدیوں سے ذبیح کے سلسلہ میں یہ بحث چھڑی ہوئی ہے کہ حضرت ابراھیم نے جسے ذبح کیا تھا وہ کون تھے؟۔ اہل کتاب خصوصاً یہودیوں کا دعویٰ ہے کہ وہ حضرت ابراھیم کے دوسرے شہزادے حضرت اسحاق تھے جبکہ مسلمانوں کا کہنا ہے کہ وہ حضرت ابراھیم کے پہلے شہزادے حضرت اسماعیل ہیں۔

اس جگہ سب سے پہلے میں یہودیوں کے دلائل پر روشنی ڈالونگا۔

یہودیوں کا دعویٰ ہے کہ کتاب پیدائش باب ۲۲ میں حضرت اسحاق علیہ اسلام کی قربانی کا تزکرہ موجود ہے جیسے بنیاد بنا کر یہودیوں ہمیشہ قربانی کو حضرت اسحاق سے جوڑا کرتے ہیں مگر اس جگہ وہ بھول جاتے ہیں کہ کتاب پیدائش کے اس باب میں متعدد جگہ یہ مذکور ہے جیسا کہ بائبل کتاب پیدائش۲۲:۱۔۲) میں بھی اس کی وضاحت ہے۔

خدانے ابرہام کو آزمایا اور اسے کہا اے ابرہام..........تو اپنے اضحاق (حضرت اسحاق) کو جو تیرا اکلوتا ہے اور جسے تو پیار کرتا ہے ساتھ لے کر موریاہ کے ملک میں جا اور وہاں پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ پر جو میں تجھے بتاؤنگا سوختنی قربانی کے طور پر چڑھا۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ جس کی قربانی دی گئی وہ حضرت ابراھیم کے اکلوتے بیٹے تھے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ حضرت ابراھیم کا اکلوتا بیٹا کون ہے؟ تو اس سلسلہ میں کتاب پیدائش ہی سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت اسحاق سے پہلے حضرت ہاجرہ کے بطن سے ایک فرزند کی پیدائش ہوچکی تھی اس سلسلے میں کتاب پیدائش کی آیت نمبر۸ اور۹ میں اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ

اور وہ لڑکا (اسحاق) بڑھا اور اس کا دودھ چھڑایا گیا اور اسحاق کے دودھ چھڑانے کے دن

ابراہام نے بڑی ضیافت کی اور (اسحاق کی والدہ حضرت) سارہ نے دیکھا کہ ہاجرہ مصری کا بیٹا جو اس کے ابراہام سے ہوا تھا۔ ٹھٹھے مارتا ہے۔ کیا کتاب پیدائش کی یہ آیت واضح طور پر نہیں بتا رہی ہے کہ جب حضرت اسحاق کا دودھ چھڑایا گیا اس وقت حضرت ہاجرہ کا بیٹا اسماعیل ٹھٹھے مار رہے تھے جوان کے عمر میں بڑے ہونے کی نشاندہی کر رہی ہے۔ کتاب پیدائش میں ذبیح کو حضرت ابراہیم کا اکلوتا بیٹا کہا گیا ہے۔ آج تک کسی یہود عالم نے کبھی یہ دعویٰ نہیں پیش کیا کہ حضرت اسحاق اکلوتے بیٹے تھے۔

بائبیل کی شہادت

اس سلسلے میں بائبل ہی کی یہ تصریح بھی ہمارے مدعا کے ثبوت کے لئے کافی ہے۔

اور ابرام کی بیوی ساریٰ کے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ اس کی ایک مصری لونڈی تھی جس کا نام ہاجرہ تھا۔ اور ساریٰ نے ابراہام سے کہا کہ دیکھ خداوند نے مجھے تو اولاد سے محروم رکھا ہے سو، تو میری لونڈی کے پاس جا شاید اس سے میرا گھر آباد ہو۔ اور ابراہام نے ساریٰ کی بات مانی اور ابراہام کو ملک کنعاں میں رہتے دس برس ہوگئے تھے۔ جب اس کی بیوی ساریٰ نے اپنی مصری لونڈی اسے دی کہ اس کی بیوی بنے اور وہ ہاجرہ کے پاس گیا اور وہ حاملہ ہوئی۔ (پیدائش۱۶:۱۔۳)

خداوند کے فرشتے نے اسی سے کہا کہ تو حاملہ ہے۔ تیرے بیٹا پیدا ہوگا۔ اس کا نام اسماعیل رکھنا (۱۶:۱۱)

جب ابراہام سے ہاجرہ کے اسماعیل پیدا ہوا تب ابراہام چھیاسی برس کا تھا (۱۶،۱۶)

اور خداوند نے ابراہام سے کہا ساریٰ جو تیری بیوی ہے.......... اس سے بھی ایک بیٹا بخشونگا..........تو اس کا نام اسحاق رکھنا..........جو اگلے سال اسی وقت معین پر ساریٰ سے پیدا ہوگا..........تب ابراہام اپنے بیٹے اسماعیل کو اور.....گھر کے سب مردوں کو لیا اور اسی روز

خدا کے حکم کے مطابق ان کا ختنہ کیا۔ابراہام ننانوے برس کا تھا جب اس کا ختنہ ہوا اور جب اسمٰعیل کا ختنہ ہوا تو وہ تیرہ برس کا تھا (پیدائش ۱۷،۔۔۔۔۔۔)

اس انجیلی بیانات میں جہاں تضاد بیانی نہایت واضح اور کھلے طور پر محسوس کی جاسکتی ہے وہیں اس سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ ۱۴ برس تک حضرت اسماعیل ان کے اکلوتے بیٹے تھے۔

مورخیں نے اسی کی وضاحت کی ہے کہ جب حضرت اسماعیل کی ولادت ہوئی اس وقت حضرت ابراھیم عمر کی چھیاسویں (۸۶) منزل طئے کر رہے تھے۔اور جب حضرت سارہ نے حضرت اسحاق کا جنم دیا اس وقت حضرت ابراھیم عمر کی سویں منزل پر تھے۔اس طرح حضرت اسحاق اور حضرت اسمائیل کے درمیان تقریباً چودہ (۱۴) سال کا فرق ہے۔بائبیل کا بھی یہی کہنا ہے۔

کہ حضرت اسماعیل وقت ذبح تیرہ چودہ سال کے درمیاں تھے۔اس وقت وہ حضرت ابراھیم کے اکلوتے بیٹے تھے۔

اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ یہودیوں کا حضرت اسماعیل کو ذبیح نہ ماننا خود تو راہ کتاب پیدائش کا انکار ہے اور وہ یہ انکار ان کا علم وتحقیق کی بنیاد پر نہیں بلکہ صرف تعصب اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے ہے۔

اب قرآن پاک پر غور کریں۔حضرت ابراھیم کا ذکر قرآن پاک میں ۶۹ جگہ آیا ہے۔جس میں صرف سورہ البقرہ میں ۱۶ جگہ آپ کا ذکر ہے اس میں ایک جگہ یہ بھی ہے ایک دن مناجات سحر کے وقت حضرت ابراھیم نے نہایت رقت انگیز دعا مانگی۔

رب ھب لی من الصالحین ۔ پروردگار مجھے ایک نیکو کار بچہ عطا فرما۔

ادھر لب خلیل سے نکلی ہوئی دعا نے باب اجابت پر دستک دی ادھر عالم قدس سے آواز آئی فبشرنٰہ بغلم حلیم ۔ ہمنے انھیں ایک نیکو کار بچّے کی بشارت دی۔یہ واقعہ ملک شام کا ہے۔نمرودی ظلم وستم سے نجات پانے کے بعد آپ مصر گئے اور پھر وہاں سے آپ ملک شام واپس

آئے اس وقت آپ کی عمر اسّی سے تجاوز کر چکی تھی۔وہاں آپ نے بارگاہ خداوندی میں عریضہ پیش کیا جو فوراً مقبول ہوا اور آپ کو ایک نیکوکار فرزند کی بشارت سے نوازا گیا۔جس کی تفصیل سورہ الصّٰفّت کی آیت نمبر ۱۰۰ سے ۱۱۳ کی درمیاں موجود ہے۔

بچّہ جواں ہوتا ہے خواب کے ذریعہ قربانی کا حکم ملتا ہے اور پھر آپ نے خدا کی رضا کے لئے وہ قدم اٹھایا جسے سنکر آج بھی قلوب لرزاٹھتے ہیں۔مگر آپ کی کامیابی وکامرانی کا اس دبدبہ کے ساتھ خدائی اعلان ہوتا ہے کہ قیامت تک آپ کے ذکر خیر کا مژدہ بھی سنایا جاتا ہے اور پھر اسی میں آگے چل کر ایک نئے زندگی کی بشارت بھی ملتی ہے وبشرنٰہ بااسحاق پہلے حضرت اسماعیل کی بشارت ملی تھی اور اب ذبیح عظیم کے بعد حضرت اسحاق کی بشارت ملتی ہے۔جس سے واضح ہوتا ہے کہ قربانی کے وقت حضرت اسحاق کی ولادت بھی نہیں ہوئی تھی۔

ساتھ ہی ساتھ یہ بھی دیکھتے چلئے کہ یہ سارا معاملہ منیٰ میں پیش آیا جو مکہ کے قریب ایک وادی ہے۔تمام مورخیں بھی اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت اسحاق کبھی بھی مکّہ تشریف نہیں لائے۔ایسی حالت میں انھیں ذبیح کیسے کہا جاسکتا ہے؟۔

حضرت اسحاق کی ولادت کی خوشخبری کے ساتھ اگلی آیت میں برکت کا ذکر ہے برکنا علیه وعلٰی اسحاق اور ہمنے برکتیں نازل کیں اس پر اور اسحاق پر۔یہاں علیہ کی ضمیر کا مرجع وہی ذبیح ہیں۔علیہ کو جار مجرور ملا کر معطوف علیہ بنایا گیا اور، وعلی اسحاق کو معطوف کیا گیا۔

اہل علم جانتے ہیں کہ معطوف علیہ اور معطوف میں مغائرت ہوتی ہے۔اس لئے علیہ میں جو ضمیر ہے اس کا مرجع حضرت اسحاق نہیں ہوسکتے اور علی اسحاق میں جس کا ذکر ہے وہ علیہ نہیں ہوسکتا۔اس نحوی قاعدہ کے مطابق بھی ذبیح علیہ ہے نہ کہ علی اسحاق اور اس علیہ کا مرجع حضرت اسماعیل کے علاوہ کوئی اور نہیں ہوسکتا ہے۔

نیز قرآن میں اسحاق کی ولادت کا مژدہ جانفزا سنانے کے ساتھ ان کے بیٹے یعقوب کی بشارت بھی موجود ہے۔فبشرنٰہ بـا سحاق و من ورآء یعقوب جس سے واضح ہوتا ہے کہ اسحاق صاحب اولاد بھی ہونگے اور ان کے فرزند کا نام بھی قرآن بتا رہا ہے کہ ان کا نام یعقوب ہوگا۔

یہاں اس پہلو سے بھی غور کریں کہ نبی اسرائیل میں سوختنی قربانی ہوتی تھی۔اس سلسلے میں کتاب پیدائش کا حوالہ گزر چکا ہے۔جس میں حضرت ابراھیم کو خدا نے کوہ موریا میں سوختنی قربانی کا حکم دیا (۲۲: ۱۔۲) یعنی جسے آسمانی آگ آکر کھا جاتی تھی۔اس کے علاوہ بھی بائبل کے کئی مقامات پر بھی یہ ذکر آیا ہے کہ خدا کے یہاں کسی کی قربانی مقبول ہونے کی نشانی یہ تھی کی غیب سے ایک آگ نمودار ہوتی اور اسے بھسم کر دیتی۔(قضاۃ ۶: ۲۰۔۲۱۔و۱۳: ۱۹۔۲۰) بائبل میں یہ بھی ذکر آتا ہے کہ بعض موقع پر کوئی نبی سوختنی قربانی کرتے تھے تو اس وقت ایک غیبی آگ آکر اسے کھا لیتی تھی۔(احبار۹: ۲۴۔۲ تواریخ۔۷: ۱۔۲) قرآن پاک میں بھی اس سلسلے میں سورہ آل عمران آیت نمبر۱۸۳ میں اس کا ذکر آیا ہے۔۔ اَلذین قالوا انّ اللہ عھد الینا الاّ نومن لرسول حتیٰ یاتینا بقربان تاکلہ النارُ جو لوگ کہتے ہیں کہ اللہ نے ہم کو ہدایت دی کہ ہم کسی کو اس وقت تک رسول نہیں مانگے جب تک وہ ہمارے سامنے ایسی قربانی پیش نہ کرے جسے غیب سے آکر آگ نہ کھا جائے۔ ہابیل اور قابیل کے واقعات میں بھی قربانی کے لئے آسمانی آگ کا تذکرہ سورہ مٓائدہ آیت نمبر ۲۸ میں ملتا ہے۔

اگر حضرت اسحاق قربان ہوتے تو انھیں ذبح نہیں کیا جاتا بلکہ آسمانی آگ انھیں کھا جاتی یا پھر ان کی جگہ جو دنبہ ذبح ہوا اسے آگ کھا جاتی مگر تاریخ داں جانتے ہیں کہ حضرت اسماعیل کی قربانی پر جو دنبہ ذبح کیا گیا اس کی سینگ خانہ کعبہ مس رسول پاک کے وصال کے بعد تک موجود تھی۔ حضرت عبداللہ ابن زبیر کے وقت جب یزید کے حکم سے حصین بن نمیر سکونی نے ۲۶ محرم ۶۴ھ میں

خانہ کعبہ کا محاصرہ کرلیا۔اور پھر ۳، ربیع الاول ۶۴ھ میں خانہ کعبہ پر منجنیقوں سے زبردست سنگ باری کی۔اس موقع پر شامی فوجیوں نے آگ کے گولے بھی پھینکے۔ جس سے اس دنبہ کی سینگ بھی جل گئی۔

ایک عربی شاعر نے اس وقت کی جو منظر کشی کی ہے اسے پڑھ کر آج بھی مسلمانوں کے قلوب لرز اٹھتے ہیں اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں۔

نصبوا المجانیق علی الکعبۃ ورموھا۔حتّی بالنار ما مشرق جدار البیت

خطارہ قبل العتیق المزید۔نرمی بھاجد ار ان ھذا المسجد

انہوں نے کعبہ میں منجقین نصب کر کے ایسی سنگ باری کی کہ ہر طرف آگ بھڑک اٹھی۔ یہاں تک کہ کعبۃ اللہ کا غلاف اور اس کی دیواریں آگ کے نذر ہو گئیں (تاجدار کربلا و تاریخ خلافت ص ۴۳۲)

اگر یہ قربانی حضرت اسحاق کی ہوتی تو اس سینگ کو یروشلم میں ہونا چاہیے تھا۔ نہ کہ خانہ کعبہ میں۔

پھر ذبیح اسماعیل کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ صدیوں سے حج کے موقع پر لاکھوں جانوروں کے خوں سے منیٰ کی وادی لالہ زار بنتی ہے۔مسلمان ساری دنیا میں عید قرباں نہایت شان و شوکت سے مناتے ہیں۔خطبہ عید میں حضرت ابراھیم اور حضرا سماعیل کے واقعات بیان کئے جاتے ہیں جبکہ یہودیوں کے یہاں اس کا عشر عشیر بھی نہیں ہے۔خود سید عالم ﷺ کا یہاں ارشاد گرامی ساری بحثوں کو اختتام کی منزل پر پہونچا دیتا ہے انا ابن ذبحین۔ میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں (المستدک علی الصحیحین للحاکم) ایک حضرت اسماعیل علیہ السلام اور دوسرے حضرت

عبداللہ آپ کے والد گرامی۔

اگر حضرت اسحاق ذبیح ہوئے تو حضرت یعقوب اور حضرت یوسف علیہما السلام اس سنت کو زندہ رکھتے اور اپنی اولادوں کو اس کی وصیت فرماتے۔ جبکہ ایسا نہیں ہے۔ نہ تو انہوں نے اس سنت کو زندہ رکھنے کا اہتمام فرمایا اور نہ ہی اپنی اولادوں کو اس کی وصیت کی۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل ہیں نہ کہ حضرت اسحاق حالانکہ دونوں نبی ہیں اور ہمارا دونوں پر ایمان ہے ہم دونوں کا احترام کرتے ہیں۔ لا نفرق بین احدمن رسلہ۔

اس موقع پر اسلامی روایات کا بھی تزکرہ کرتا چلوں۔ ذبیح کے سلسلے میں حضرت اسمٰعیل اور حضرت اسحاق میں کون ذبح ہوئے۔ خود اہل اسلام میں اس سلسلے میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے مگر جمہور کا فیصلہ حضرت اسماعیل ہی کی طرف ہے۔ مفسریں کرام نے صحابہ کرام اور تابعین عظام سے اس سلسلے میں جو روایات تحریر کی ہیں۔ انھیں میں کچھ لوگوں کا خیال حضرت اسحاق کے تعلق سے ہے کہ وہی ذبیح تھے۔ اس گروہ میں حسب ذیل اکابریں شامل ہیں۔

حضرت علی، حضرت عباس بن عبدالمطلب حضرت عمر، حضرت عبد اللہ ابن عباس، حضرت ابوہریرہ، حضرت قتادہ حضرت مکرمہ، حسن بصری سعید بن جبیر، مجاہد، شعبی، مسروق، مکحول، زید بن اسلم، کعب احبار سدّی، مقاتل، عطا، زہری وغیرہ۔

دوسرا گروہ جو حضرت اسماعیل کو ذبیح مانتا ہے۔ اس میں

حضرت ابوبکر صدیق، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت ابوہریرہ، حضرت معاویہ، حضرت عکرمہ، حضرت عبداللہ ابن عباس، حضرت یوسف بن مہراں، حضرت حسن بصری، محمد بن کعب القرظی۔ شعبی، حضرت سعید بن المسیب ضحاّک، امام محمد باقر۔ ربیع بن انس اور امام احمد ابن حنبل جیسی ہستیاں شامل ہیں۔

ان دونوں گروہوں کا جب تقابلی مطالعہ کیا جاتا ہے تو کئی کئی بزرگوں کا نام دونوں گروہ

میں نظر آتا ہے۔ ایک ہستی سے دو، دو، مختلف اقوال دیکھائی دینگے۔ جیسے حضرت عبداللہ ابن عباس سے قوم حضرت عکرمہ سے منقول ہے کہ وہ حضرت اسحاق کے ذبیح ہونے کے قائل ہیں۔ مگر انھیں سے جب عطا بن ابی اباح یہ بات نقل کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں زعمت الیھود اسحاق وکذبت الیھود۔ یعنی یہودی اپنے اسے دعویٰ میں کہ ذبیح حضرت اسحاق ہیں چھوٹے ہیں۔ اسی طرح حسن بصری سے بھی اسی طرح کی ایک ولایت منقول ہے کہ وہ حضرت اسحاق کے ذبیح ہونے کی طرف مائل تھے۔ مگر وہیں عمر بن عبید کا کہنا ہے کہ حضرت حسن بصریؒ حضرت اسماعیل کے ذبیح ہونے پر کبھی کوئی شک نہیں تھا۔ ان اختلامات کی وجہ سے بعض علمائے اسلام بھی اس کے قائل تھے کہ ذبیح حضرت اسحاق ہیں۔ جبکہ کثیر علمائے کرام کا یہ دعویٰ ہے کہ ذبیح حضرت اسحاق نہیں بلکہ حضرت اسماعیل تھے۔ اور کچھ علماً تذبذب کا شکار نظر آتے ہیں۔

مگر ان سارے اقوال کو جمع کیا جائے اور انجیل و قرآن کا تقابلی جائزہ لیا جائے تو سارے دلائل حضرت اسماعیل ہی کے حق میں جاتے ہیں۔ جس کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔

آخر میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر حضرت اسماعل کی جگہ حضرت اسحاق کا نام کیسے چل پڑا۔ اس سلسلے میں حضرت اسحاق کے تعلق سے جو بھی قول سامنے آیا وہ سب حضرت کعب احبار سے منقول ہیں۔ یہ بزرگ حضرت فاروق اعظم کے دور میں مسلمان ہوئے۔ اور کبھی کبھی یہود و نصاریٰ کی قدیم کتابوں کے واقعات بیان کیا کرتے تھے۔ حضرت فاروق اعظم اسے سنا کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے دوسرے لوگ بھی ان کی باتیں سننے لگے۔ یہ بتانے کی ضروت نہیں کہ یہود و نصاریٰ کی کتابیں اکثر رطب و یابیس سے بھری اور زیادہ تر غیر مصدقہ ہوتی ہیں۔

اس سلسلے مں محمد بن کعب قرضی کے اس بیان سے مزید روشنی پڑتی ہے کہ ایک بار امیر المومنین عمر ابن عبدالعزیز کی بارگاہ میں یہ سوال چھڑ گیا کہ ذبیح کون ہیں۔ اس وقت مجلس میں

ایک ایسی ہستی بھی موجود تھی جو پہلے علمائے یہود سے تھے۔اور بعد میں سچے پکّے مسلمان بن گئے۔ انھوں نے عل الاعلان فرمایا امیر المومنین خدا کی قسم ذبیح وہ حضرت اسماعیل ہی ہیں اور اس بات کو یہودی بھی اچھی طرح جانتے ہیں۔مگر عربوں کی حسد کی بنیاد پر وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ذبیح حضرت اسحاق تھے۔(ابن جریر)

ان ساری باتوں پر نظر ڈالی جائے تو پتہ چلتا ہے کہ یہود و نصاریٰ اسے لے کر علمائے اسلام تک اور توراۃ وزبور وانجیل سے لے کر قرآن پاک تک سبھی حضرت اسماعیل کو ذبیح مانتے ہیں۔ مگر حسد نفرت کی بنیاد پر یہودی پروپگنڈا نے مسلمانوں میں اسے پھیلا دیا کہ ذبیح حضرت اسحاق ہیں۔مسلمانوں کا قلب علمی دنیا میں ہمیشہ نفرت وتعصب سے دور اور پاک رہا ہے۔اس لئے یہودیوں کی وہ روایات جو وہ قدیم صحیفوں سے تاریخی حوالوں کے بھیس میں وہ پیش کرتے رہے ہیں۔اسے انھوں نے اپنے غیر متعصّبانہ ذہن کی بنیاد پر علمی حقیقت سمجھ کر لے لیا اور یہاں وہ یہ سمجھ ہی نہیں سکے کہ یہود ونصاری اگر علمی تحقیق آج بھی پیش کرتے ہیں تو اس میں تعصب اور نفرت کا زہر ہمیشہ شامل رہتا ہے۔

جانشین محسن ملّت کی تاریخ ساز،فکر انگیز کتابوں کی فہرست

تاجدار کربلا اور تاریخ خلافت ۔کربلا پر کئی کتاب پڑھنے کے باوجود آپ اسے پڑھنے کی ضرورت محسوس کرینگے اور حدیث قسطنطنیہ اور تاریخ خلافت پر یکجائی تفصیل کا بہترین مرقع۔ایک ایسی کتاب جسے صرف بھیگی پلکوں سے ہی پڑھا جاسکتا ہے۔عظمت صحابہ اور تقدس خلفائے راشدین کے ساتھ محبت اہل بیت کے کوثر وزمزم سے سرشار کرنے والی وہ کتاب جو آپ کو اپنے گھر سے اٹھا کر کربلا پہونچادے گی۔معلومات سے بھرپور ایک تاریخ ساز کتاب،ایک فکر انگیز تحریر،عظمت اہلبیت سے دلوں کو روشن کرنے والی انقلابی کتاب۔سطر سطر پر نیا انقلاب،،ورق ورق پر نیا انکشاف،صفہ صفہ پر نئی معلومات،

مسجد اقصیٰ سے گنبد خضریٰ تک ۔اے اسرائیل تیری حد نیل سے فرات تک ہے۔ اسرائیل پارلمینٹ میں لکھے اس سازش کا پش منظر،نیز اس کا حال اور مستقبل۔ہیکل سلیمانی کی تباہی اور یہودیوں کی بربادی۔صیہونیت کی ابتدا اور امام احمد رضا کے خیالات۔حضرت محسن ملّت کی معرکتہ الاراپیشن گوئی۔اعلان بالفور اور اس کی ڈائری کا ایک ورق۔یہودیوں کا وہ ظلم جس نے ہٹیلر اور فرعون کو شرما دیا۔صیہونیت کا مرحلہ ہوارارد خطرناک منصوبہ۔ملّت اسلامیہ کی تباہی کے لئے حکومت برطانیہ کا لائحہ عمل اور ہربرٹ سموئیل ہائی کمشنر فلسطین کا انسانیت دشمن اعلان۔فلسطین پر اقوام متحدہ کا قاتلانہ منصوبہ جیمز نورلٹال کے ڈائری کے الفاظ۔برطانوی وزیر اعظم کا وحشانہ قہقہا کہ ہم نے آج مسلمانوں سے صلیبی جنگوں کا بدلہ لے لیا۔" اسلامی آثار وتبرکات اور اسلامی

شعائر پر یہودی قہراور سعودی پالیسی ۔ پاکستان میں شاہ فیصل مسجد کا پس منظر۔ مکہ کی دھرتی پرخلیفہ اعلیٰحضرت محسن ملّت علیہ الرحمہ کا حکومت سعودیہ کی تنزل پر جرأت مندانہ تبصرہ اوراس کا حل۔

تاریخ کے سب سے بڑے ظلم کی لرزہ خیز داستاں ۔ ماضی کی دردناک تاریخ حال کے خوں آشام حالات مستقبل کا خطرناک منصوبہ، ملّت اسلامیہ کوختم کرنے کی دجالی سازش،صیہونی پروٹوکوں، برطانوی دستاویزات اور جاسوسوں کے ڈائری کے خفیہ اوراق ۔ ہرصفحہ تاریخ ساز ہرسطر تحیر انگیز۔ ہر ہر پیراگراف معلامات کا خزانہ۔۔۔۔۔۔۔۔

امام احمد رضا پرصیہونیت کی یلغار۔ مشہورصیہونیت نواز صحافی اروں شوری کے خوفناک الزامات کا پس منظر۔ اسلامی شخصیات کومجروح کرنے کی یہودی سازش۔قرآن وحدیث کی جدید تفسیر وتشریح کا یہودی پلان۔ ویڈیو کیٹ، آڈیو کیٹ اورڈراموں کے ذریعہ فکری یلغار۔ اسلامی دہشت گردی اوراسلامی آتنک واد جیسے جدید میڈیا کی اصطلاحات کا پس منظر۔ امام احمد رضا کی عبقریت۔ نیوٹن کے نظریہ گردش پرامام احمد رضا کا انقلابی تبصرہ

ابرڈ الیف یورٹا کی خوفناک پیش گوئی پرامام احمد رضا کی مجاہدانہ للکار۔ خلافت تحریک پر امام احمد رضا کا دانشمندانہ اقدام۔ یہودی مشن، اروں شوری کا پلان، مغربی منصوبہ، انگریزی چال اور امام احمد رضا کا آفاقی پیغام۔ ہرہرصفحہ انقلاب انگیز، ہرہر ورق تاریخ ساز، ہرہرسطر ایمانی للکار۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

تاجدار چھتیس گڑھ ہندی۔ اولیاء کرام کی مقدس زندگی کے سایہ میں پھیلتا اسلام۔ مجاہدانہ کردار وعمل کے سانچے میں ڈھلی مقدس زندگی۔ باطل پرستوں کے ایوانوں میں انتشار۔ اسلام دشمن طاقتوں کی سازش اورمرداں خدا کی ایمانی للکار۔ کرامت کی حقیقت اور باطل پرستوں پراس کے اثرات۔ چھتیس گڑھ میں اسلام کی آمد اوراس کا فروغ۔ تاجدار چھتیس گڑھ سیدنا انسان علی بابا (علیہ

الرحمہ والرضوان) کے وہ فوض وبرکات جس نے غیرمسلموں کے تاریک قلوب میں اسلام کی روشنی پھیلائی۔ عرس کی حقیقت اوراس کا انقلابی پیغام۔ عورتوں کی قوالی اورمردوں کی مجبوری ایک القاب انگیز ہستی۔ ایک عشق وعرفاں کا پیکر۔ ایک رحمت ونور کا ساون جس نے غیرمسلموں کے دلوں پر حکومت کی۔ معبودان باطل کے ایوانوں میں زلزلہ ڈالا۔ چھتیس گڑھ کی دھرتی کونسیم حجاز کی فردوس بہاراں سے معطر کرنے والی عظیم ہستی۔ ایک تاریخ ساز کتاب۔ ایک انقلاب انگیز پیغام۔ ایک فکرانگیز تحریر جس نے مسلمانوں کے قلوب ہی کونہیں بلکہ غیرمسلمانوں کے دلوں کوبھی اسلامی چراغ سے روشن کیا۔۔۔۔۔۔۔

حضرت محسن ملّت ۔ جب انگریزوں نے ہندوستان سے مسلمانوں کاختم کرنے کا بھیانک منصوبہ تیارکیا۔ اور۔ شدّھی تحریک نے مسلمانوں کوغیرمسلم بنانے کی سازش رچی۔ ایک مردمجاہد کی للکار نے تاریخ کا دھارا کس طرح موڑا۔ جیل کی تاریک کوٹھریوں میں اسلام کا پھیلتا اجالا۔ حضرت محسن ملّت کے عظیم کارناموں پرقائدین ملّت کا خراج عقیدت۔ تحریک خلافت اورحضرت محسن ملّت ۔ غیرمسلموں میں اسلام پہونچانے والا مبلغ اسلام۔ اورکفرستان میں ایمانی شمع جلانے والا عظیم مسیحا۔ جس نے کفروشرک کی تاریکیوں میں ڈوبے قلوب کوفردوس حجاز کی تجلیات سے روشن ومنور کیا۔ ہرہرصفحہ پراسلامی تاریخ۔ ہرہرورق پرانقلابی اجالا۔ ہرہرسطر پرایمانی تنویر۔۔

امام احمد رضا اورشدھی آندولن ۔ مسلمانوں کوغیرمسلم بنانیوالی بھیانک تحرک۔ شدھی آندولن کا پس منظر۔ ملّت اسلامیہ پرصیہونیت کی یلغار اورانگریزوں کا قاتلانہ حملہ۔ عالمی سطح پرمسلمانوں کومنتشر کرنے کی نصرانی سازش۔ ہندوستان سے نگلینڈ تک باطل پرستوں کا متحدہ محاذ۔ بھارت سے مسلمانوں کاختم کرنے کی شیطانی سازش۔ علمائے اہلسنّت کی مجاہدانہ للکار۔ خلفائے اعلیٰ حضرتت کی مدبرانہ یلغار۔ حضرت محسن ملّت کی دانشمندانہ قیادت۔ حضور مفتی اعظم ہند۔ حضور محدث اعظم ہند،

قطب ربانی حضرت اشرفی میاں اور صدرالافاضل جیسی شخصیتوں کا سرفروشانہ کردار۔ تاریخی دستاویزات کے سایہ میں۔

ماضی کی مجاہدانہ للکار۔ حال کا سرفروشانہ کردار۔ مستقبل کا مدبرانہ پلان۔ اسلام اور سائنس (ہندی) روی شنکر یونیورسٹی رائے پور کے سیمینار میں پڑھا جانے والا مقالہ جسے سن کر سبھی شرکاء بیک زباں پکار اٹھے۔ اگر اسلام وہی ہے جو اس میں بتایا گیا تو آج کی ترقی کو سائنسی ترقی کے بجائے اسلامی ترقی کہنا چاہئے۔ اور وہ دور نہیں جبکہ ساری دنیا اسلامی عظمتوں کا کھلے دل سے اعتراف پر مجبور ہو جائے گی۔ فرعونی لاش اور قرآن پیشن گوئی جدید معلومات کی روشنی میں کمپوٹر اور قرآنی صداقت۔ تخلیق انسانی پر قرآن اعلان اور جدید سائنس۔ سائنسی ترقی میں اسلامی کردار۔ نیوٹن کے نظریات، ڈارون کی تحقیقات، ہکسلے کا چیلنج، آئن اسٹائن کے تھیوری پر علمی تبصرہ۔۔۔ قدم قدم پر نیا انکشاف، ورق روق پر اسلامی تنویر، صفحہ صفحہ پر سائنسی معلومات۔۔۔۔۔۔۔۔

اسلامی تعلیم اور مغربی تعلیم کا بنیادی فرق۔ جلسہ حوصلہ افزائی کے موقع پر پڑھا جانے والا مقالہ۔ جسے سنکر اندرا گاندھی ایگریکلچر یونیورسٹی کے وائس چانسلر پکار اٹھے کہ دنیا کی پریشانیوں کی واحد وجہ اسلامی علوم وفنون سے دوری ہے۔ اسلام نے مغرب کو کیا دیا اور مغرب نے اسلام کو کیا دیا۔ مغربی علوم کا پس منظر، مشنری اسکولوں کی تاریخ، مسلمانوں کی ذہنی تبدیلی کا خوفناک پلان۔ مغربی علوم یا عیسائیت کی یلغار۔ جدید دنیا پر اسلامی تعلیمات کے عظیم اثرات۔ جدید سائنسی کا کا بانی یورپ یا اسلام؟ وہ مقالہ جس نے دانشوروں کے دلوں پر دستک دی۔ ڈاکٹروں اور پروفیسروں کے قلوب میں ایمانی تپش پیدا کی۔ مفکرین اور اہل علم کو خواب غفلت سے جگایا۔ یونیورسیٹی کے وائس چانسلر اور دانشور حضرات کی موجودگی میں پڑھا جانے والا معرکۃ الآرا مقالہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔

پیغمبر اسلام اور اکیسویں صدی۔ غیر مسلموں کو دیا جانے والا بہترین تحفہ۔ انگلینڈ کا میگنا

کارٹا اور یواین او کے حقوق انسانی کی حقیقت۔ حجۃ الوداع کا وہ آفاقی پیغام جس نے اکیسویں صدی کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔ اسلامی مساوات۔ جس کا اعتراف غیر مسلموں نے بھی کیا۔ وہ فکر جس نے غلاموں کو شاہی ذہن دیا۔ وہ انقلاب جس نے عورتوں کو نئی زندگی دی۔ یورپ کی ننگی تہذیب اور اس کی نحوست۔ اب تک اس کے دس ایڈیشن نکل چکے ہیں

قدم قدم پر انقلاب۔ لمحہ لمحہ پر استعجاب۔ منٹ منٹ پر علمی انکشاف۔۔۔۔۔۔۔۔

پیغمبر اسلان اور ان کا سندیش۔۔ جسے پڑھ کر ایک غیر مسلم نے کہا کہ اگر یہی اسلام ہے تو بہت جلد دنیا اسلام کے دامن میں آجائے گی ۔ اب تک اس کے دس ایڈیشن نکل چکے ہیں

ملنے کا پتہ۔ محسن ملّت اکیڈمی مدرسہ اصلاح المسلمین ودارالیتامیٰ رائے پور چھتیس گڑھ

المجمع المصباحی مبارکپور اعظم گڑھ یو۔ پی رضوی کتاب گھر ۴۲۲ مٹیا محل جامع مسجد دہلی ۶